تاریخِ اسلام

جلد ۳



فصیح

اکابرِ ملّت کے زرّیں خیالات

۱۔ سر محمدؐ اقبال

میرے نزدیک یہ رسالہ نہایت مفید ہے اور ہر مسلمان کو اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں میں اخلاقِ حسنہ پیدا کرنے کیلئے اس سے اچھا ذریعہ اور کوئی نہیں کہ اس قسم کے تاریخی رسالے شائع کئے جائیں جن سے اُن کو اسلاف کے حالات معلوم ہوں اور اُنکے طرزِ عمل کا ان پر اثر پڑے قوموں کی بیداری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنی تاریخ سے کہاں تک دلچسپی ہے آپ کے رسالے کی اشاعت سے یہ معلوم ہوگا کہ مسلمان کہاں تک اپنے اسلاف کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

حالاتِ موجودہ کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر ایک قسم کی قومی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اور تاریخی مضامین کو نہایت توجہ سے سُنا جاتا ہے۔ اس واسطے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا رسالہ بر محل نکلا ہے اور ہماری ضروریاتِ موجودہ کا کفیل ہو گا۔ خود مجھ پر جو اثر اس کے مطالعے سے ہوتا ہے، اس کا اظہار میں اس سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا کہ لیسا اوقات دورانِ مطالعہ میں چشم پُر آب ہو جاتا ہوں اور اس کا اثر میرے دل پر کئی کئی دن تک رہتا ہے۔ خدا کرے، کوئی مسلمان گھر اس رسالے سے خالی نہ رہے۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اقبالؔ

تاریخ اسلام

جلد ۳

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبہ فصیح لاہور

۱۹۴۷ء

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طبع جدید بار دوم

قیمت ۴؍

عرضِ حال

۱۔ یہ مفید سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ اہلِ اسلام کو اپنی عجیب و غریب، حیرت انگیز اور بے نظیر تاریخ سے واقفیت پیدا ہو۔ جس سے وہ تقریباً ناآشنا ہو گئے ہیں اور یہ نہایت ہی قابلِ افسوس بات ہے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں سے میں نے تبرکاً صرف پانچ واقعات انتخاب کرلئے ہیں۔ اس سے آگے خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت سے واقعات مسلسل قلمبند کئے ہیں۔

۳۔ مختلف روایات کا مقابلہ کرنے کے بعد واقعات حتی الامکان نہایت صحت کے ساتھ درج کئے ہیں اور مندرجہ ذیل تاریخیں پیشِ نظر رہی ہیں :-

۱۔ تاریخِ طبری

۲۔ تاریخِ واقدی۔

۳۔ تاریخِ اہلِ عرب مصنفہ سید امیر علی جو تاریخ ابنِ اثیر، ابنِ ہشام اور دیگر تواریخ سے ماخوذ ہے۔

اکابرِ ملّت کے زرّیں خیالات

(۱)

RAT RED

سَر محمد اقبال

میرے نزدیک یہ رسالہ اتنا مفید ہے کہ ہر مسلمان کو اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں میں اخلاقِ حسنہ پیدا کرنے کے لئے اس سے اچھا ذریعہ اور کوئی نہیں کہ اس قسم کے تاریخی رسالے شائع کئے جائیں، جن سے اُن کو اسلاف کے حالات معلوم ہوں اور ان کے طرزِ عمل کا ان پر اثر پڑے۔ قوم کی بیداری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنی تاریخ سے کہاں تک دلچسپی ہے۔ آپ کے رسالے کی اشاعت سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمان کہاں تک اپنے اسلاف کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

حالاتِ موجودہ کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر ایک قسم کی بیداری پیدا ہو گئی ہے اور تاریخی مضامین کو نہایت توجہ سے سُنا جاتا ہے اس واسطے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا رسالہ برمحل نکلا ہے اور ہماری ضروریاتِ موجودہ کا کفیل ہو گا۔ خود مجھ پر جو اثر اس کے مطالعہ سے ہوتا ہے، اس کا اظہار میں اس سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا کہ بسا اوقات دورانِ مطالعہ میں چشم پُر آب ہو جاتا ہوں اور اس کا اثر میرے دل پر کئی کئی دن تک رہتا ہے۔ خدا کرے، کوئی مسلمان گھر اس رسالے سے خالی نہ رہے۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی (اقبال)

تاریخِ اسلام

جلد ۱

تالیف

غلام قادر فصیح

مکتبہ فصیح لاہور

طبع جدید بار سوم

۱۹۴۶ء

قیمت ۱۲/

۷۔ تاریخ اہلِ عرب مصنفہ سائمن اوکلے

۸۔ تاریخ عرب مصنفہ اینڈریو کرکٹن

۹۔ محمد اور اُن کے جانشین مصنفہ واشنگٹن ارونگ

۱۰۔ تاریخ و فتوحاتِ اہلِ عرب مصنفہ ای فریمین

۱۱۔ محمدی خاندان مصنفہ سٹینلے لین پول۔

۱۲۔ پرشیا مصنفہ ڈبلیو بنجمن

۱۳۔ خلافت، اس کا عروج و زوال و ہبوط مصنفہ ڈبلیو میور

۱۴۔ مطالعۂ اسلام مصنفہ جان پول

۱۵۔ محمدی مذہب مصنفہ بی اسمتھ

۱۶۔ اسپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی

وغیرہ

۴۔ واقعات کی ترتیب میں مؤرخین کا جزوی اختلاف ہے۔ مگر حالات و نتائج پر سب متفق ہیں۔ جو ترتیب میں نے ملحوظ رکھی ہے میرے نزدیک وہی بہتر ہے۔

فصیح

فہرستِ مضامین

تشکّر

مکتبۂ تصحیح ڈاکٹر سر محمدؒ اقبال کا از حد ممنون ہے کہ آپ نے ازرہِ کرم "بانگِ درا" سے اپنی شہرۂ آفاق نظم "صدیقؓ" تاریخِ اسلام جلد اوّل میں نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ
يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ (الجزء ۱۷، سورۃ الحج،
آیات ۳۹، ۴۰)

جن (مسلمانوں) سے (منکر) لڑتے ہیں، (اب) ان کو (بھی اُن منکروں سے لڑنے کی) اجازت ہے، اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے (یہ وہ مظلوم لوگ ہیں) جو (بے چارے) صرف اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، ناحق (ناروا) اپنے گھروں سے نکال دیے گئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ا۔ جنگِ بدر

جب مشرکینِ مکہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حد سے زیادہ اذیت پہنچائی، اُن کی جان لینے اور اسلام کا نام مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، اہلِ اسلام مشرکین کے ہاتھوں تنگ آ گئے اور اُن پر حجت تمام کرنے کا حق پوری طرح ادا کر چکے، تو اپنے بچاؤ اور اپنے پیارے، بلکہ جان سے بھی عزیز، اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رمضان المبارک میں پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قلیل جماعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حکم سے مشرکینِ عرب کے مقابلے کو مدینہ منورہ سے نکلے۔

یہ قلیل جماعت اس ارادے اور عزم سے مدینہ منورہ سے نکلی تھی کہ کفارِ عرب کی اس فوج کا مقابلہ کرے، جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کو مکۂ معظمہ سے روانہ ہو کر مدینے کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ اہلِ مکہ کا ایک قافلہ

ابوسفیان کی سرکردگی میں تجارت کی غرض سے شام کو گیا تھا۔ مکہ معظمہ کے ہر زن و مرد نے اُس تجارت میں اپنا تمام اثاثہ لگا دیا تھا قافلے کو حسبِ توقع بہت نفع ہُوا۔ چونکہ شام سے مکے جاتے ہوئے مدینہ راستے میں پڑتا تھا، اس لیئے ابوسُفیان کے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ اہلِ مدینہ اپنی اُن اذیتوں کا انتقام لینے کے لیئے، جو ہمارے ہاتھوں اُنھیں آئے دن پہنچتی رہتی ہیں، واپسی پر کہیں ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ اس نے مکہ معظمہ پیغام بھیجا کہ کاروانِ تجارت خطرے میں ہے۔ جب وہ پیغامبر مکے پہنچا، تو تمام شہر میں گھبراہٹ پھیل گئی کیونکہ اس قافلے کے سلامت واپس آنے سے سبھی کا مفاد وابستہ تھا۔ اس پر مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کی بیخ کنی کا تہیہ کر لیا اور عُتبہ بن ربیعہ، ابوجہل اور دیگر سردارانِ مکہ ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت سے، جن میں بڑے بڑے نامی گرامی جنگجو اور زرہ پوش تھے، مکے سے مدینے پر حملہ کرنے کو روانہ ہُوئے۔

۳۔ جب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب نے یک زبان ہو کر عرض کی "یا رسُول اللہ! گو دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور سامانِ حرب بھی اُن کے پاس بہت ہے، مگر ہم سب کی جانیں حضور پر تصدق اور فدا ہیں۔ ہمیں آپ جو حکم

دینگے، بسرو چشم بجا لائیں گے۔ ہم حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کی طرح نہیں، جنہوں نے اپنے نبی سے کہہ دیا تھا، تمہارا خدا اور تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے لڑو، ہم تو اللہ کی راہ میں اپنی جانیں فدا کئے ہوئے ہیں اور شہادت کے مشتاق ہیں۔ اللہ ہمیں نصیب کرے!" اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے اور مشرکینِ مکہ سے مقابلہ کرنے کا اعلان فرما دیا۔

روانگی سے پیشتر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا اچھی طرح جائزہ لیا اور صرف انہیں اصحاب کو ہمراہ لیا، جو آپکی نگاہ میں مقابلے اور مقاتلے کے قابل تھے۔ اگرچہ مدینہ منورہ کے تمام نوجوان اور سال خوردہ، جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، اس جہاد میں شریک ہونے کی خواہش رکھتے تھے، مگر چونکہ مدینہ منورہ کی حفاظت بھی ضروری تھی، اس لیئے بعض کو جہاد میں شامل ہونے کی اجازت ملی اور بعض کے ذمے مدینہ منورہ کی حفاظت ہوئی۔ اب باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں بحث ہونے لگی۔ ہر ایک کو جہاد کا شوق تھا۔ ایک دوسرے سے کہتا: "بھائی! تم مدینے میں رہو اور مجھے جہاد میں جانے دو" بیٹا باپ سے عرض کرتا: "آپ سال خوردہ ہیں، گھر میں رہیئے اور مجھے اجازت دیجیئے" باپ کہتا: "نہیں، بیٹا! میں دنیا کا سب کچھ دیکھ چکا، تم ابھی نوجوان ہو۔ مجھے شہادت کا رتبہ حاصل کر لینے دو۔ تم کو تو پھر کسی نہ کسی جہاد میں شریک ہونے کا موقع مل

ہی جائے گا۔ میری زندگی شاید دوسرے مواقع تک وفا نہ کرے۔ میرے ہاتھ سے یہ موقع نہ جانے دو۔ مجھے شہیدوں میں شامل ہو جانے دو۔ مجھ سے جنت نہ چھینو۔ مجھے اپنے پیارے نبی پر تصدق ہو جانے دو۔ مجھے خدا و رسول کی راہ میں جان دینے دو۔" مگر مانتا کون؟ سب کے سب اس شمعِ ہدیٰ پر پروانہ وار قربان ہونے کو بیتاب تھے۔ کس سے پیچھے رہا جاتا؟ آخر قرعہ اندازیاں ہونے لگیں۔

سعدؓ اور ان کے والد خیثمہؓ میں بھی بحث چھڑ گئی۔ خیثمہؓ کہتے تھے: "بیٹا! تم عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرو۔ اور مجھے اس جہاد میں شریک ہونے دو۔" سعدؓ عرض کرتے تھے: "نہیں، ابا جان! آپ یہاں ٹھہریئے، اور مجھے اجازت دیجئے۔ میں شہادت کے لیے مر رہا ہوں، خدا مجھے نصیب کرے اور دیکھئے، آپ میرے پیارے باپ ہیں، میری عرض قبول کیجئے۔" مگر خیثمہؓ کہتے تھے: "نہیں، بیٹا! میں برداشت نہیں کر سکتا کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو دشمنوں کے مقابلے میں تشریف لے جائیں اور میں یہاں عورتوں میں بیٹھا رہوں۔" سعدؓ نے عرض کی: "اچھا، ابا جان! اگر آپ کو اس قدر اصرار ہے، تو آیئے، ہم قرعہ اندازی کر لیں، جس کے نام قرعہ نکلے، وہ جہاد میں جائے۔" چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ سعدؓ کے نام نکلا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور خیثمہؓ بھی اب خاموش ہو رہے۔

ایک اور نوخیز لڑکے عُمیر بن ابی وقاص، جن کی عمر بمشکل سولہ سال ہوگی، لشکر میں چھپے چھپے پھرتے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے سے ڈرتے کہ کہیں آپ صغیر سِن دیکھ کر انہیں جہاد میں جانے سے روک نہ دیں۔ مگر اس قلیل لشکر میں وہ کب تک پیچھے رہ سکتے تھے؟ آخر اُن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جائزے میں آنا ہی پڑا اور واقعی اُن کی خردسالی کی وجہ سے اُن کو اجازت نہ ملی۔ اس پر وہ زار زار رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اُن کی گریۂ زاری دیکھ کر بھر آیا۔ آپ نے اجازت دے دی اور اُن کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اسی طرح چند اور نوخیز لڑکوں نے بھی رو رو کر اور سخت منت سماجت سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت حاصل کر لی۔

جب اس سارے لشکر کی مردم شماری کی گئی، تو کُل تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی اور باربرداری صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ اس ساز و سامان اور اس قلیل تعداد کے ساتھ اسلامی جماعت مشرکین کے مقابلے کو تیار ہوئی۔ بیشک یہ جماعت نہایت قلیل تھی، مگر خدا اُن کے ساتھ تھا اور ان کو خدا اور رسول پر کامل ایمان اور بھروسہ تھا۔ بلاشبہ اُن کے پاس ساز و سامان نہ تھا، مگر اتفاق، ایثار، صداقت، ہمت، شجاعت، صبر اور قناعت سے مالا مال تھے۔ ان کے لغت میں "موت" کے معنے "حیات"، "رزم" کے معنے "بزم"، "فاقے" کے معنے "روزہ"، "زندہ"،

کے معنے 'غازی' اور مقتول' کے معنے 'شہید' تھے۔ وہ دنیا کو فانی اور عقبیٰ کو باقی سمجھتے اور اللہ کی راہ میں جان دینے کو نجاتِ ابدی خیال کرتے۔

جب کوچ کی تیاری ہوئی، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور میں دُعا کی "اے میرے پروردگار! تیرے بندے اور تیرے خلیل، ابراہیم علیہ السّلام نے تجھ سے شہرِ مکّہ کے بارے میں برکت کی دُعا کی تھی اور تو نے قبول فرمائی تھی۔ اسی طرح میں تیرا بندہ اور تیرا رسُول تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ تو اس شہرِ مدینے کو برکت دے، اس کے باشندوں پر اپنا فضل کر، اس کو پُرامن بنا اور اسے ہر بلا سے محفوظ رکھ۔" پھر اپنے لشکر اور ساز و سامان کی طرف نظر کر کے دُعا کی "اے میرے پروردگار! یہ قلیل جماعت تیرے حکم سے جہاد کرنے جاتی ہے۔ ان کے پاس سواری کا سامان کافی نہیں، ان کو سواری دے۔ یہ بھوکے ہیں، ان کو سیر کر۔ یہ محتاج ہیں، ان کو اپنے فضل سے غنی کر اور ان کو دشمنوں پر غلبہ دے۔" اس کے بعد اللہ کا نام لے کر لشکرِ اسلام مدینے سے روانہ ہوا۔ اُونٹ چونکہ تھوڑے تھے، اس لیے یہ تجویز ہوئی کہ کچھ آدمی سوار ہو جائیں اور باقی پیدل چلیں اور کچھ دور جا کر سوار پیدل چلیں اور پیدل سوار ہو جائیں۔ اسی طرح باری باری سوار ہو کر منزلیں طے کرتے جائیں۔ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی

اپنے صحابہ کے ساتھ باری باری سوار اور پیدل چلے اور منزلیں طے کر کے چاہِ بدر پر رونق افروز ہوئے۔ اسی روز کفارِ مکہ بھی وہاں پہنچ کر چاہِ بدر کے دوسری طرف اترے۔ ایک کنوئیں پر فریقین کے پانی بھرنے والوں کا سامنا ہوا۔ اس پر فریقین نے ایک دوسرے کے مقابل ڈیرے لگا دیئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کی صفیں باندھ کر اُنہیں دشمن کے مقابل کھڑا کیا۔ اسلامی لشکر کے علم بردار مصعبؓ بن عمیر نامزد ہوئے۔ اُدھر ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ وہ اسلامی لشکر کی قلیل تعداد دیکھ کر بہت ہی خوش تھے اور اس امید میں تھے کہ لشکرِ اسلام پر آناً فاناً غلبہ حاصل کر لیں گے۔

لشکرِ مشرکین کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید سمیت میدان میں نکلا۔ تینوں از سر تا پا آہن پوش تھے۔ اُن کو دیکھ کر لشکرِ اسلام میں سے تین جوان انصار یعنی اہلِ مدینہ نکلے۔ مگر عتبہ بڑے زور سے للکارا۔ "ہمارے مقابلے میں اہلِ قریش میں سے ہمارے رتبے کے جنگجو آئیں۔ ہم اپنے سے ادنیٰ آدمیوں سے مقابلہ نہیں کریں گے۔"

یہ سُن کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو میدان سے واپس آنے کا حکم دیا اور مہاجرین میں سے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب، حضرت علیؓ ابن ابی طالب اور حضرت عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب

زِرہ پہنے میدان میں نکلے۔ جب عُتبہ کے قریب پہنچے، تو عُتبہ نے حضرت حمزہؓ سے پوچھا، "تم کون ہو؟" حضرت حمزہؓ نے جواب دیا: "میں ہوں حمزہؓ بن عبدالمطلب۔" اس پر عُتبہ نے کہا: "واقعی تم میرے ہمسر اور ہم پلہ ہو۔ اچھا، یہ تمھارے دائیں طرف کون ہے؟" حضرت حمزہؓ نے جواب دیا؛ "یہ ہیں حیدرِ کرار علیؓ ابن ابی طالب۔" عتبہ نے کہا: "بے شک یہ بھی ہمارے برابر ہیں۔ اور یہ تمھارے بائیں طرف؟" حضرت حمزہؓ نے جواب دیا: "یہ ہیں عُبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب۔" عُتبہ نے کہا: "بے شک یہ بھی حسب نسب میں ہمارے ہم پلہ ہیں۔" اس پر حضرت حمزہؓ تو عتبہ کے بالمقابل ہوئے اور حضرت علیؓ ولید کے رو برو اور حضرت عُبیدہؓ شیبہ کے دُو بدُو۔

لڑائی شروع ہوئی۔ گو عُتبہ بڑا مشہور، دلاور اور نامی جنگجو تھا، مگر مقابل بھی شیرِ خدا اور شیرِ رسول حضرت حمزہؓ تھے، جن کی تلوار کا وار سنبھالنے والا عرب میں کوئی نہ تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت حمزہؓ کی تلوار عتبہ کے سر سے مع زِرہ کاٹتی ہوئی کمر تک اُتر گئی۔ حضرت علیؓ نے بھی لحظہ بھر میں ولید کا کام تمام کر دیا۔ مگر شیبہ نے چالاکی کر کے حضرت عُبیدہؓ کی پنڈلی پر اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ پنڈلی صاف کٹ گئی۔ فوراً حضرت حمزہؓ شیبہ کے مقابل ہوئے اور آنِ واحد میں اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ ان تینوں کے مارے

جانے سے لشکرِ مشرکین میں ایک تھلکہ پڑگیا اور ان پر سناٹے کا عالم چھا گیا۔ اِدھر لشکرِ اسلام کو بڑی خوشی ہوئی اور سب اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائے

جب ابوجہل نے اپنے لشکر کو سہما ہوا دیکھا، تو اُس نے اُن کو سخت اشتعال دلایا کہ سب کے سب لشکرِ اسلام پر حملہ کر دیں چنانچہ انھوں نے کئی بار سخت حملے بھی کیئے، مگر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ نے اُن کو پسپا کر دیا۔ پھر بھی لڑائی بڑے زور سے ہوتی رہی اور ابوجہل بار بار انھیں حملے کی تاکید کرتا رہا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کھڑے تھے کہ دو نوجوان لڑکے گلے میں تلوار لٹکائے آئے اور اُن سے پوچھنے لگے "ابوجہل کہاں ہے؟" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا، "تم اُسے کیوں پوچھتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا، "ابوجہل خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم اس کو قتل کریں گے۔" حضرت عبدالرحمٰن نے کہا، "ابوجہل وہ کفار کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہے، لیکن وہ بڑا آزمودہ کار جنگجو ہے اور تم ابھی بچے ہو۔ تم کیسے اُس سے عہدہ برآ ہو سکو گے؟" مگر اُن لڑکوں نے مطلق پرواہ نہ کی اور لشکر میں گھس کر تلواریں کھینچے ہوئے ابوجہل تک جا ہی پہنچے اور بجلی کی طرح کوند کوند کر اس پر وار کرنے لگے۔ ابوجہل اُنکے وار روکتا جاتا تھا اور داؤ پا کر اُنہیں زخمی بھی کیئے جاتا تھا۔

مگر آفرین اُن لڑکوں پر کہ اُنھوں نے ابوجہل کا مقابلہ نہ چھوڑا اور ایک آخری جست کر کے وہ وار لگایا کہ ابوجہل کو گھائل کر کے زمین پر گرا دیا اور ساتھ ہی آپ بھی شہید ہو گئے۔

سعدؓ بن خیثمہؓ بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ فی الفور حضرت علیؓ سعدؓ کے قاتل کے مقابل ہوئے اور ایک ہی وار میں اُس کو گھائل کر کے میدان میں گرا دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اُس دن ایسا شدید قتال کیا اور اتنے نامی سرداروں کو قتل کیا کہ اہلِ مکہ اپنے سرداروں کے مارے جانے سے سخت بے دل اور بے حوصلہ ہو گئے۔ اتنے میں بڑے زور کی آندھی آئی، جس کا رُخ مشرکین کی طرف تھا۔ مشرکین کچھ تو پہلے ہی دہشت زدہ ہو رہے تھے، اب اس الٰہی طوفان سے اور بھی عاجز آ گئے اور پریشان ہو کر میدان چھوڑ بھاگ نکلے۔ اہلِ اسلام نے ان کا تعاقب کیا اور ستّر آدمی گرفتار کر لیے۔

اس لڑائی میں مشرکین کے اُنچاس آدمی قتل اور اہلِ اسلام کے چودہ آدمی شہید ہوئے، جن میں آٹھ انصار اور چھ مہاجرین تھے۔ مشرکین کا تمام مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جو پیادہ آئے تھے، اُنکے پاس دو دو تین تین اونٹ ہو گئے۔ جو ننگے اور بھوکے آئے تھے، ان کو لباس اور کھانا ملا اور جو تنگدست تھے، وہ آسودہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دُعا قبول کر لی، مسلمانوں کی قلیل جماعت کو دشمنوں پر غلبہ دیا اور اسلام کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر رکھ دی۔

۲۔ جنگِ اُحد

جب باقی ماندہ مشرکینِ مکہ جنگِ بدر سے جان بچا کر بھاگتے ہُوئے مکے پہنچے، تو انھوں نے اہلِ مکہ کو انتقام لینے کے لیے بہت اُکسایا۔ ابُوسفیان بھی اپنے قافلے سمیت صحیح سالم مکے پہنچ گیا تھا۔ اب مسلمانوں سے بدلہ لینے کی تجویزیں شروع ہوئیں۔ دُور و نزدیک کے قبیلے، جو اُن کے معاون تھے، اُن کو بھی طلب کیا گیا اور جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ اِس جنگ کی تیاری میں لگ گیا اور آخر ہجرت کے تیسرے سال ماہِ شوال میں مشرکینِ مکہ نے مدینۂ منورہ پر فوج کشی کا اہتمام کیا۔

تین ہزار آدمی، جن میں سات سو زِرہ پوش تھے، اس فوج کشی میں شامل ہُوئے۔ تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے ہمراہ لے جانے کے لیے مہیا کیے گئے اور سامانِ حرب بھی بقدرِ ضرورت فراہم کیا گیا۔ ایک شخص صفوان بن اُمیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس دفعہ عورتوں کو بھی ہمراہ لے جانا چاہیے۔ بدر میں ہم کو اسی وجہ سے شکست ہُوئی کہ عورتیں ہمراہ نہ تھیں۔ اب عورتیں ہمراہ ہوں گی، تو وہ بدر کے مقتولوں کو یاد دلا دلا کر مردوں کو اُبھاریں گی اور اُن کو انتقام لینے کے لیے

غیظ و غضب میں لائیں گی۔ نیز اگر کوئی بھاگنے کا قصد کریگا، تو اُس کو شرمندہ کر کے روکیں گی اور لڑنے مرنے پر مستعد کریں گی۔

ابو سفیان کی بیوی ہند نے، جو عُتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی اور جس کو اپنے باپ کے خون کا قصاص لینے کی بہت خواہش تھی۔ اس تجویز سے اتفاق کیا اور ابو سفیان اور دوسرے گروہوں کو بھی اس بات پر راضی کر لیا۔ مگر ایک شخص نوفل نامی نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ اُس نے کہا، "لڑائی کا کچھ اعتبار نہیں۔ جنگِ بدر میں باوجود کثرت کے ہم نے شکست کھائی۔ اگر اس لڑائی میں بھی شکست ہوئی، تو ہماری عورتیں قید ہو جائیں گی اور معلوم نہیں، ان کی کس قدر بے حرمتی ہو۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ ایسی فاش غلطی کے مرتکب ہو کر اپنی عزت اپنے ہاتھ سے دشمن کے حوالے کریں۔ عورتوں کا ہمراہ لے جانا میرے نزدیک نہایت نامناسب ہے۔ اس کے علاوہ عورتیں ہماری نقل و حرکت میں بھی تکلیف کا باعث ہوں گی"

مگر صفوان نے نہ مانا اور معاملہ ابو سُفیان کے روبرو پیش کیا۔ ابو سُفیان پہلے ہی سے اتفاق کر چکا تھا۔ اس نے یہی فیصلہ دیا۔ کہ عورتوں کا ہمراہ لے جانا ضروری ہے۔

ابو سُفیان کی بیوی ہند کا فوج کے ہمراہ جانے میں اصل مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اُس کو اپنے باپ عُتبہ کا قصاص لینے کا موقع ملے، جس کو حضرت حمزہؓ شیرِ خدا نے جنگِ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس نے

دیک حبشی غلام کو، جو بڑا تومند اور قد آور تھا۔ یہ لالچ دیا کہ اگر تم حمزہ کو قتل کر دو، تو میں تمھیں اپنا تمام زیور دے دُوں گی اور اس کے علاوہ آزاد بھی کر دُوں گی۔ حبشی غلام نے اُس سے کہا: " حمزہ کے مقابل ہونے کی مجھ میں طاقت نہیں، کیونکہ عرب میں کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اُنھوں نے عتبہ جیسے شہ زور اور دلاور جنگجُو اور ان سوا اور کئی بہادروں کو آن کی آن میں قتل کر دیا۔ لیکن، ہاں، اگر مجھے موقع مل گیا، تو چُھپ کے ان پر وار کر دوں گا اور ہو سکا، تو اُن کا کام تمام کر دُوں گا۔" ہند کو یہ بات پسند آگئی اور اُس نے اُس سے کہا، " کسی طرح بھی سہی، اگر تم نے یہ کام کر دیا، تو میں اپنا وعدہ ضرور پُورا کروں گی اور تم کو مالا مال کر کے آزاد کر دُوں گی۔

جب مشرکین کی تیاری مکمل ہو چکی، تو لشکر مکّے سے نکلا۔ بڑے بڑے سرداروں کی بیویاں اور بیٹیاں بھی ہمراہ گئیں، جو راستے میں دف بجا بجا کر لشکریوں کو جنگِ بدر کے مقتول یاد دلاتیں۔ اور اُن کو انتقام لینے کے لیے اُبھارتیں۔ ہند اس زنانی پلٹن کی گویا سردار تھی۔ اس طرح لشکرِ مشرکین بڑے ساز و سامان سے مدینۂ منوّرہ پر دھاوا کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ حضرت عباسؓ، جو حضرت حمزہؓ کے بھائی اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اُن دنوں مکّے ہی میں تھے۔ اُنھوں نے جب لشکرِ کفّار کی یہ تیاری دیکھی، تو ایک تیز رفتار اونٹ پر ایک قاصد مدینۂ منوّرہ بھیجا اور رسُولِ خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کو اس حملے کی اطلاع دے دی۔

جب قاصد مدینہ منورہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، تو آپ پیغام سُن کر سعدؓ بن ربیعہ کے گھر گئے۔ سعدؓ نے حضور علیہ السلام کی تعظیم کی۔ رسولِ خدا صلی اللہ وسلم نے پوچھا: "تمہارے گھر میں کوئی اور تو نہیں؟" سعدؓ نے جواب دیا: "میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔" اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے حملے کا ذکر کیا۔ سعدؓ نے عرض کیا: "کسی آدمی کو بھیجا جائے تاکہ وہ خبر لائے کہ کفار کا لشکر کہاں تک پہنچا اور ان کی جمعیت کتنی ہے۔" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پسند کی اور آپ رخصت ہوئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سعدؓ کی بیوی ان کے پاس آئیں اور ان سے پوچھنے لگیں: "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کیا باتیں کر رہے تھے؟" سعدؓ نے کہا: "تم کو ان باتوں سے سروکار؟" اس پر وہ بولیں: "نہیں بتاتے، تو نہ بتاؤ۔ میں سب باتیں چھپی سُن رہی تھی۔" اس پر سعدؓ گھبرائے اور اسی وقت اپنی بیوی کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میری بیوی نے چھپ کے آپ کی باتیں سُن لیں حالانکہ مجھے خیال تھا یہ گھر میں نہیں ہے۔ میں اسے آپ کی خدمت میں پکڑ لایا ہوں کہ اگر بات نکل جائے، تو مجھ پر یہ

الزام نہ آئے کہ میں نے راز فاش کیا ہے۔" حضور علیہ السلام نے فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں۔ اسے چھوڑ دو۔" اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حباب بن منذر کو روانہ فرمایا کہ دشمن کی خبر لائیں۔

اس عرصے میں لشکرِ کفار منزلیں طے کرتا ہوا سرزمین عریض میں جو مدینے سے کچھ فاصلے پر ہے، پہنچ گیا۔ اہلِ مدینہ کی وہاں کاشت تھی۔ کفار نے اُن کھیتوں میں اونٹ چھوڑ دیئے اور تمام کھیت پامال کر دیئے۔ حباب بن منذر یہ حال دیکھ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جلد واپس آئے اور حالات سے اطلاع دی۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکابر صحابہؓ کو جمع کیا اور اُن کو کل حال سے آگاہ کر کے مشورہ طلب کیا۔

اہلِ مدینہ میں سے عبداللہ بن اُبی نے کھڑے ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! ایامِ جاہلیت میں جب کوئی غنیم ہم پر چڑھ آتا، تو ہم مدینے کے چاروں طرف مٹی کے تودے کھڑے کر دیتے اور اُونچے اُونچے ٹیلوں پر عورتوں اور بچوں کو چڑھا دیتے اور آپ گلی کوچوں کے منہ پر مسلح ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ جب غنیم حملہ کرتا، تو عورتیں اور بچے اُن پر پتھر برساتے اور ہم گلی کوچوں سے تلوار سے اُن کا مقابلہ کرتے۔ اور اُن کو مار مار کر بھگا دیتے۔ اس طرح کبھی کسی غنیم کو ہمارے شہر پر قبضہ نصیب ہوا نہ ہم پر غلبہ حاصل ہوا۔ ہمارا شہر ہمیشہ محفوظ

رہنا اور کوئی بلا اس پر نازل نہ ہوئی۔ میری رائے یہ ہے کہ اس موقع پر بھی ایسا ہی کریں۔ دشمن ناکام اور مایوس ہو کر واپس چلے جائینگے اور ہم بالکل محفوظ رہیں گے۔"

جب عبداللہ بن اُبی کا کلام ختم ہو چکا، تو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اُٹھے اور فرمانے لگے "یارسول اللہ! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں! مجھے اس تجویز سے اتفاق نہیں۔ اگر ہم اس طرح مدینے میں محصور ہو گئے، تو دشمن خیال کریں گے کہ ہم اُن سے ڈر گئے۔ معلوم نہیں، کب تک وہ ہمیں محاصرے میں رکھیں۔ اُن کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور ہم کو ہمیشہ اذیت دیتے رہینگے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دشمن کی تعداد کثیر ہے اور سامانِ حرب بھی بہت لائے ہیں، مگر جنگِ بدر میں بھی تو اُن کی تعداد بہت تھی اور تقریباً تین سو آدمیوں کی جمعیت سے بتائیدِ الٰہی ہم نے اُن پر فتح پائی تھی۔ اب وہ بدر کا بدلہ لینے کے درپے آئے ہیں۔ مسلمانوں کے کھیت اُنھوں نے اُجاڑ دیئے۔ نہیں معلوم اور کیا کیا ستم ڈھائیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم باہر نکل کر مردانہ وار دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہمارا کوئی حرج نہ ہوگا۔ یا تو ہم دشمن کو مار مار کر بھگا دیں گے اور ان پر کامل فتح حاصل کرینگے یا شہادت کا رتبہ پائیں گے۔ اور ابدی جنّت حاصل کر لینگے۔ ہمیں اس میں گھاٹا ہی کیا ہے! دونوں باتوں میں سے ایک تو ضرور ہی ہم کو حاصل ہو گی۔ یارسول اللہ!

مَیں حضور کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ میں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا، جب تک میدان میں نکل کر دشمن کے لشکر میں قتل کا بازار گرم نہ کر لوں۔"

حضرت حمزہؓ یہ شجاعانہ اور مردانہ کلام کر کے بیٹھ گئے۔ پھر خیثمہؓ، جن کے بیٹے سعدؓ جنگِ بدر میں شہید ہوئے تھے، اُٹھے اور عرض کی، "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! جنگِ بدر میں مجھے شامل ہونے کا بڑا شوق تھا، مگر میرے بیٹے نے مجھے جانے سے روکا، تو ہم دونوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی۔ قرعہ اسکے نام نکلا۔ وہ جنگ میں شامل ہوا اور اُس نے شہادت پائی۔ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ وہ نہایت نفیس اور پاکیزہ لباس پہنے ایک نہایت ہی خوشنما باغ میں خوش و خرم سیر کر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر اُس نے کہا، "یہ جنت ہے، جو مجھے میرے پروردگار نے بدر میں شہید ہونے کے عوض دی ہے۔ جنت کے جو وعدے رسولِ خدا صلی اللہ وسلم نے ہم سے کیئے تھے، اُن سب کو مَیں نے برحق پایا اور مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی۔ ابا جان! آپ بھی اسی راستے مجھ سے جنت میں آملیئے اور جنت کی نعمتیں حاصل کیجئے۔ یا رسول اللہ! میری رائے ہے کہ حضورِ انور ہم لوگوں کو شہید ہونے کا موقع دیں میری عمر بہت ہو گئی۔ مجھ پر کرم فرمایئے کہ میری موت میدانِ جنگ

میں ہو اور میں اللہ اور اُس کے رسُول کی راہ میں قربان ہو جاؤں ۔"
حضرت حمزہؓ اور خیثمہؓ کے دلیرانہ کلمات سُن کر تمام صحابہؓ کے چہرے دلی جوش سے تمتما اُٹھے اور سب نے یک زبان ہو کر میدان جنگ میں جانے کی تجویز سے اتفاق کیا۔ رسُول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخر یہی تجویز پسند کی اور جلد جلد تیاری کر کے مدینۂ منوّرہ سے باہر نکل کر اُحد کی پہاڑی پر دشمن کے مقابل ڈیرہ ڈال دیا۔
جب طرفین کی فوجیں آراستہ ہو کر مقابل ہوئیں، تو رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تجربہ کار تیر اندازوں کو اپنی فوج کی پشت پر متعین کیا اور ان کو حکم دیا، تم اُس جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اگر دشمن عقب سے ہم پر حملہ کریں، تو اُن کو تیر مار کر پسپا کر دینا اور اگر ہم دشمن کی فوج کو بھگا دیں اور غلبہ پا کر اُن کا مال اسباب لینے جائیں، تو بھی تم اسی جگہ کھڑے رہنا۔ زنہار! زنہار! اس جگہ سے نہ ہلنا۔ جب تک کہ میں خود تم کو حکم نہ دُوں۔ اس کے بعد اپنے جھنڈے کے نیچے، جو مُصعبؓ بن عُمیر کے سپرد تھا، کھڑے ہو کر دعا مانگی اور خُطبہ پڑھا، جس میں اپنے صحابہؓ کو پرہیزگاری، تقویٰ اور استقامت کی نصیحت فرمائی۔
اتنے میں لشکرِ کفّار کا علم بردار طلحہ صف میں سے نکل کر پکارا "لشکرِ اسلام میں سے کون جنگجو میرے مقابلے کو نکلتا ہے؟" معاً اَسَدُ اللّٰہِ الغالِب علی اِبنِ ابی طالب لشکرِ اسلام سے نکل کر میدان

میں اُس کے مقابل ہوئے۔ طلحہ نے حضرت علی پر بڑے زور سے تلوار کا وار کیا۔ حضرت علیؓ نے اس کا وار ڈھال پر سنبھالا اور سبکدستی کر کے ایسی تلوار چلائی کہ اُس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ لشکرِ کفار پر ہیبت چھا گئی اور لشکرِ اسلام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کا شکر بجالائے۔ طلحہ کے بعد ابُو شیبہ نے علم اُٹھایا اور بڑے فخر سے میدان میں چکر لگانے لگا۔ ادھر سے حضرت حمزہؓ شیرِ خُدا اور شیرِ رسُول اُس کے مقابل ہوئے اور لحظہ بھر میں اُس کا کام تمام کر دیا اسی طرح کفّار کے سات علم بردار پے در پے قتل ہوئے۔ اب لشکرِ کفار نے یکبارگی حملہ کیا۔ حضرت علیؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، ابی دجانہ اور دیگر چیدہ چیدہ صحابہؓ لشکرِ کفار میں گھُس گئے اور وہ تلوار چلائی کہ کفّار کے خون سے میدان سُرخ کر دیا۔ کفّار تاب نہ لا کر فرار ہوئے۔ اور لشکرِ اسلام ان کا مال اسباب لینے کے لئے ٹوٹ پڑا۔

حضرت حمزہؓ دشمنوں کو بھگا کر مظفر و منصور اپنے لشکر کو واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک گڑھے میں گر پڑے۔ وہ حبشی غلام اسی جگہ چھُپا ہوا تھا۔ اُس نے فی الفور گھات سے نکل کر حضرت حمزہؓ کی پُشت پر نیزہ مارا، جس کی انی پار ہو گئی اور آپ وہیں جان بحق تسلیم ہو گئے۔ حبشی حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر ہند کے پاس لے گیا۔ ہند نے جگر دانتوں سے چبایا۔ پھر حبشی کے ہمراہ میدانِ جنگ میں جا کر حضرت حمزہؓ کی لاش کو قطع و برید کیا اور اس طرح اپنا سینہ ٹھنڈا

کر کے حبشی کو اپنا تمام زیور دے کر آزاد کر دیا۔

جب لشکرِ اسلام لوٹ کے لیے کفار کے کمپ پر ٹوٹ پڑا، تو تیراندازوں نے، جو فوج کی پشت پر متعین تھے، آپس میں کہا: "ہماری فتح ہو گئی۔ چلو ہم بھی لوٹ میں حصہ لیں۔ اب ہماری یہاں کیا ضرورت ہے؟" ان کے افسر نے کہا: "ہم کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی حکم ہے کہ تم یہاں سے حرکت نہ کرنا۔" مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔

خالدؓ بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عاص، جو لشکرِ کفار کے سواروں کے افسر تھے، جنگ کے وقت دو تین دفعہ لشکرِ اسلام کے عقب پر حملہ آور ہوئے، مگر تیراندازوں نے ان کو پسپا کر دیا۔ اب جو انھوں نے میدان خالی پایا، تو وہ چکر لگا کر اسلامی کمپ کی پشت پر حملہ آور ہوئے۔ تیرانداز تو وہاں سے جا ہی چکے تھے۔ وہ بے روک ٹوک اسلامی کمپ تک، جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع چند اکابر اصحابؓ کے کھڑے تھے، پہنچ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ صحابہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درمیان میں لے لیا اور سینہ سپر ہو کر دشمنوں سے لڑنے لگے۔ مگر ایک موذی نے اس زور سے تاک کر پتھر مارا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر لگا جس کی ضرب سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر گر پڑے مگر حضرت علیؓ نے فی الفور اٹھایا اور صحابہؓ آپ کو چاروں طرف سے

گھیر کر محفوظ جگہ میں لے گئے۔ اسلام کے علم بردار مُصعبؓ بن عُمیر بھی شہید ہو گئے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں مشابہ تھے اس لیے دشمنوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور کر دی، جس سے اسلامی لشکر اور بھی پریشان ہو گیا۔ بعض تو سراسیمہ حالت میں مدینے کو چلے گئے۔ اور بعض اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جمع ہوئے۔

فتح تو لشکرِ اسلام کی تھی، مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حکم عدولی کی بدولت یہ شاندار فتح شکست سے بدل گئی۔ کفار نے مسلمانوں کا زیادہ پیچھا نہ کیا۔ وہ اپنی فتح ہی کو غنیمت سمجھ کر خوشی خوشی مکے کو چلے گئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہؓ کے، جو آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، مدینے میں واپس تشریف لے گئے لیکن حضرت حمزہ کی شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کو سخت صدمہ پہنچا، کیونکہ اسلام اپنے ابتدائی دور میں اس شیرِ خدا اور شیرِ رسول کی شجاعت اور جانفشانی کا از حد احسان مند تھا۔

ابتدائے اسلام میں اسلامی جماعت کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اہلِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتے اور ہر موقع پر گالی گلوچ میں آپ کی ہتک کرتے۔ ایک دن حضرتِ حمزہؓ شکار کھیل کر واپس آئے، تو انھوں نے سُنا کہ ابوجہل نے آج اُن کے بھتیجے کی سخت ہتک کی ہے۔ وہ غیرت کھا کر اسی وقت شکاری لباس میں اپنی کمان ہاتھ میں لیے کعبے میں پہنچے

جہاں مکّے کے رئیس جمع تھے اور جاتے ہی ابوجہل کے منہ پر زور سے کمان مار کر کہا: "تم نے میرے بھتیجے کو بے عزت کیا ہے۔ میں بھی نئے دین کا پیرو ہو گیا۔ تم میں ہمت اور جرأت ہے، تو میرا مقابلہ کرو" یہ دیکھ کر سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑانے لگیں اور مارے خوف کے دم بخود ہو گئے کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ اُف بھی کر سکے۔ دہشت سے کانپنے لگے۔ اور آئندہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ ہتک کرنی چھوڑ دی حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے پر اسلامی جماعت کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ جنگِ اُحد تک حضرت حمزہؓ ہر ایک معرکے میں اسلام کے طاقتور اور زبردست حامی ثابت ہوتے رہے۔ اور اُن کے زور آور بازو سے اللہ تعالٰے نے اسلامی جماعت کی بنیاد مضبوط کر دی۔

سیّد امیر علی صاحب حضرت حمزہؓ کی نسبت لکھتے ہیں "اس نامی شجاع، جری، جانباز، فیاض اور صادق القول پہلوان نے، جس کی صف شکن اور ہیبت ناک تلوار سے تمام قریش لرزاں و ترساں تھے، غیرت کھا کر اسلام کی حمایت کا بیڑا اٹھایا اور صدق دل سے اسلام کی حمایت کرتے ہوئے اپنی جان بھی اسلام پر قربان کر دی" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسلام کے پہلے لشکر کا امیر بھی حضرت حمزہؓ ہی کو مقرر فرمایا تھا۔

۳۔ جنگِ خندق

۵ھ میں مشرکینِ مکہ نے پھر مدینۂ منورہ پر چڑھائی کا قصد کیا۔ اور بہت سے قبیلوں کو اپنی امداد کے لیے بُلایا۔ اس تیاری کی خبر رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینۂ منورہ میں پہنچ گئی۔ اس پر رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ مدینۂ منورہ کو محفوظ کریں۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ مدینۂ منورہ کے گِرداگرد ایک خندق کھودی جائے۔ اور تمام صحابہؓ کو جمع کر کے اُن کے کئی گروہ بنائے اور خندق کھودنے کا کام حصّہ رسدی ہر ایک کے سپرد کیا۔ خود رسُولِ خدا صلی علیہ وسلّم نے بھی اپنے ذمّے کھدائی کا کام لیا اور صحابہؓ کے ساتھ برابر خندق کھودتے رہے۔ جب خندق تیار ہو گئی، تو ابُوسُفیان بھی کثیر لشکر لے کر آ پہنچا جس کی تعداد دس ہزار تھی۔ مگر مدینے کی حفاظت اور اس کے گرد خندق دیکھ کر شش و پنج میں پڑ گیا۔ یہ تدبیرِ جنگ اہلِ مکہ کے نزدیک انوکھی تھی۔ ناچار اس نے مدینے کے گرداگرد لشکر اُتارا اور مدینے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اِدھر رسُولِ خدا صلی علیہ وسلّم نے جابجا مورچے قائم کر کے صحابہؓ کو ان پر متعین فرما دیا اور مشرکین کے حملے کا انتظار کرنے لگے۔

دُوسرے دن مشرکین نے حملہ کیا، مگر صحابہ نے انھیں پسپا کر دیا۔ اسی طرح ہر روز لڑائی ہوتی رہی، مگر مشرکین کو مدینے میں داخل ہونے کی راہ نہ ملی جب محاصرے کو کچھ دن زیادہ گزر گئے، تو مدینے کے منافق رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم پر تمسخر اڑانے اور کہنے لگے : پیغمبرِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو یہ بشارت دی تھی کہ مشرکین پر مسلمانوں کو فتح ہوگی، مگر صورت یہ پیش آ رہی ہے کہ ہم لوگ چوہوں کی طرح بلوں میں دبکے ہوئے ہیں۔ جو وعدے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہم سے کیے تھے، وہ (نعُوذُ باللہ) غلط ثابت ہوئے۔" چنانچہ بنی مسلمہ اور بنی حارثہ دونوں قبیلوں نے یہ ارادہ کیا کہ رات کو اپنے مورچے چھوڑ کر مشرکین کے لشکر میں جا ملیں۔ مگر رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس امر کی اطلاع ہو گئی اور اُن کو سخت تنبیہ کی گئی۔ اس پر وہ اس ارادے سے باز آئے۔ صحابہؓ، جو رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم پر جانیں قربان کیے ہوئے تھے، گو وہ ہر روز تکلیف اٹھاتے، مگر اُن کو کامل یقین تھا کہ جو کچھ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے وعدہ فرمایا ہے، وہ ضرور پورا ہوگا اور انجامِ کار اُن کو مشرکین پر فتح حاصل ہوگی۔ ابُو سُفیان مکّے سے کثیر لشکر ہمراہ لایا تھا، مگر اس پر بھی اُس نے یہ کوشش کی کہ مدینے کے گرد و نواح کے اُن قبیلوں کو، جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا تھا، اپنی امداد کے لیے بُلائے۔ چنانچہ بنُو قریظہ کی طرف اُس نے ایک قاصد بھیجا کہ ہماری امداد کرو تاکہ ہم

مل کر اس نئی اسلامی قوم کو نیست و نابود کر دیں۔ بنو قریظہ نے قاصد کو یہ جواب دیا، "ہمارا معاہدہ مسلمانوں سے ہو چکا ہے۔ اگر ہم نے عہد شکنی کی، تو مسلمان اہلِ مکہ سے فارغ ہو کر ہم پر حملہ کریں گے۔ اور ہم کو پامال کر دیں گے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ابوسفیان کے ہمراہی تھک کر واپس چلے جائینگے یا شکست کھا جائینگے۔" اس پر قاصد نے کہا، "ابوسفیان اس ارادے سے آیا ہے کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ وہ کبھی واپس نہ ہوگا جب تک مدینے پر قبضہ نہ کر لے اگر تم اس وقت اس کے ساتھ شامل نہ ہوئے، تو مدینہ فتح کرنے کے بعد وہ تم پر چڑھ آئیگا۔ پھر تم کو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔" اس پر وہ مان گئے اور انہوں نے اقرار کیا کہ ہم چند روز میں سامانِ حرب درست کر کے لشکرِ مشرکین میں آملیں گے۔ اسی طرح اور قبیلوں نے بھی عہد شکنی کی، جس کا خمیازہ بعد میں انہیں اچھی طرح بھگتنا پڑا۔

ابوسفیان کی جمعیت بڑھتی گئی، مگر اس کو غلبہ حاصل نہ ہوا ایک دن جھنجھلا کر عکرمہ بن ابی جہل مع چیدہ چیدہ سواروں کے خندق کے پار ہو کر اسلامی صف تک پہنچ گیا، مگر حضرت علی چیدہ بہادر لے کر فی الفور موقع پر پہنچ گئے اور مشرکین اور ان کے لشکر کے درمیان حائل ہو گئے۔ عکرمہ نے جو اپنا راستہ اپنے لشکر سے منقطع دیکھا، تو بھیڑ کر حضرت علیؓ کے ہمراہیوں پر ٹوٹ پڑا اور ایک مضبوط سوار عمرو بن عبدود، جو ایک ہزار جوان کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت علی کے مقابل ہوا۔

دونوں میں خوب تیغ زنی ہوئی۔ آخر حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور عمرو گھائل ہو کر زمین پر گر پڑا۔ عکرمہ اور اس کے ہمراہی موقع پا کر گھوڑے کدا کر خندق پار ہو گئے، مگر نوفل پار نہ ہو سکا اور حضرت زبیرؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ ابوسفیان نے یہ دیکھ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ نوفل کی لاش ہم کو دے دی جائے۔ تو اس کے عوض ہم ایک سو اونٹ آپ کو دے دیں گے، کیونکہ نوفل ہم میں ایک ممتاز شخص تھا۔ اس کے جواب میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ ہم لاش کا معاوضہ نہیں لیتے۔ تم بلا معاوضہ اس کی لاش اٹھا لے جاؤ۔ ہم کچھ اعتراض نہ کریں گے۔

رات کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص حُذیفہ نامی کو دشمن کے کمپ میں بھیجا کہ خبر لائیں۔ حُذیفہ چپ چاپ دشمن کے کمپ میں پہنچ گئے اور ایک گروہ میں، جو آگ کے گرد بیٹھا تاپ رہا تھا، شامل ہو کر بیٹھ گئے، کیونکہ سردی سخت تھی۔ کسی نے خیال نہ کیا کہ وہ کون غیر ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی ابوسفیان کے پاس سے اس گروہ کے پاس آیا اور کہنے لگا "میں ایک خوشی کی بات تم کو سناتا ہوں بشرطیکہ تم میں کوئی غیر نہ ہو۔" سب نے کہا "ہم میں کوئی غیر نہیں، جلد سناؤ۔" اُس نے کہا "بنو قریظہ کی طرف سے پیغام آیا ہے کہ عنقریب سامانِ حرب درست کر کے وہ ہم سے آملیں گے۔" اس پر سب نے کہا کہ کسی طرح محاصرہ جلد ختم ہو، کیونکہ سردی کی شدت سے ہم تنگ آ گئے

ہیں۔ حُذیفہ یہ خبر سُن کر چُپ چاپ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچے اور جو کچھ سُنا تھا، عرض کیا۔ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم اُسوقت تو خاموش رہے، لیکن صبح کو تین آدمی بنی قریظہ کی طرف روانہ کیئے کہ اُن کو عہد یاد دلائیں تاکہ وہ اس ارادے سے باز آئیں۔ جب رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے قاصد گئے۔ تو اُنھوں نے بنی قریظہ کو بہت سمجھایا اور یہ دھمکی بھی دی کہ تم عہد توڑو گے، تو تمہارا وہی حال ہوگا، جو بنی نضیر کا ہُوا ہے۔ مگر اُنھوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور کہا: "ہم ابُوسُفیان سے اقرار کر چکے ہیں اور اب وہ عہد پُورا کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کے علاوہ ہمیں مسلمانوں کا کچھ خوف نہیں، کیونکہ اس لڑائی کے بعد مسلمانوں کا کہیں نام و نشان بھی نہ رہے گا۔"

جب قاصد ناکام واپس آئے، تو رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو کُل حال سے آگاہ کیا۔ رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم مطلق نہ گھبرائے، بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ ہی ہمارے لیئے کافی ہے اور زور سے تکبیر کہی، جس کو سُنکر تمام لشکرِ اسلام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہُوا۔ مشرکین گھبرا گئے اور سمجھے کہ مسلمانوں کو کوئی خوشی کی خبر ملی ہے، جس پر وہ اللہ اکبر کے نعرے مار رہے ہیں۔ ابوسفیان بھی گھبرایا، مگر اُس نے یہ تجویز کی کہ کل سخت حملہ کر کے جس طرح ہو سکے، مدینے کو تسخیر کرے۔ چنانچہ اس نے مختلف قبیلوں کے سرداروں سے کہلا بھیجا کہ صبح ہوتے ہی تمام لشکر یکبارگی حملہ کرے۔ اور پیچھے نہ ہٹے، جب تک کہ کامل فتح نہ ہو۔

بنو قریظہ ابوسفیان کے لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ جب یہ پیغام اُن کے سردار ابولبابہ کو پہنچا، تو اُس نے کہلا بھیجا کہ کل سبت کا دن ہے، اس لیے ہم کل قتال نہیں کر سکتے۔ جب ابوسفیان نے یہ پیغام سنا، تو وہ سخت غضب میں آیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ کل حملہ ضرور کرنا ہے، تم سبت کسی اور دن منا لینا۔ اس پر ابولبابہ بھی غضب ناک ہوا اور اُس نے قاصد سے کہا کہ ابوسفیان بے عقل اور احمق ہے، جو یہ بھی نہیں جانتا کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کر سکتے۔ سبت کا دن ہمارے لیے بہت مقدس ہے اور ہم اس کی تقدیس کو ہمیشہ قائم رکھتے ہیں، کیونکہ ایک دفعہ ایک قوم نے سبت کا لحاظ نہیں رکھا تھا، تو وہ بندر اور خنزیر بن گئے تھے۔ ہم لوگ سبت کا پاس ضرور کریں گے۔ اگر ابوسفیان ہم کو جنگ میں شامل کرنا چاہتا ہے، تو کل کے دن جنگ موقوف رکھے۔ ابوسفیان یہ سن کر سخت طیش میں آیا۔ اور اُس نے پھر سرداروں کو جمع کر کے کہا یہودی بہانہ کرتے ہیں اور جان بوجھ کر ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اُن کو جدا کرتے ہیں۔ تم یہودیوں کی امداد کے بغیر کل صبح مدینے پر حملہ کر دو اور خندق سے نہ ہٹو جب تک کامل فتح نہ ہو اور لشکرِ اسلام نیست و نابود نہ ہو جائے۔ پس عہد کر لو کہ کل تم پسپا نہ ہو گے اور جس طرح بن پڑے گا، مدینے پر قبضہ کر لو گے۔ پھر ہم ہمیشہ کے لیے مطمئن ہو کر مکے کو خوش خوش جائیں گے۔"

جب اس عزم بالجزم کی اطلاع رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ

کو پہنچی، تو صحابہ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا کل مشرکین کو غلبہ حاصل ہو جائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کی۔ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس زور سے آندھی اور بارش آئی کہ مشرکین کے خیمے اکھڑ گئے۔ اُن کی آگ اڑ گئی اور سردی سے اُن کے پاؤں سُن ہو گئے۔ طوفان کیا تھا، الٰہی غضب تھا کہ لشکرِ مشرکین پر اُمنڈ آیا۔ مشرکین کے لشکر میں ایسی سراسیمگی اور پریشانی چھائی اور وہ ایسے بیدل اور بے حوصلہ ہو گئے کہ اس الٰہی لشکر کے مقابلے کی تاب نہ لاکر اُنھوں نے کوچ کا بگل بجا دیا۔ اور جو سامان ہمراہ لے جا سکتے تھے، لے کر راتوں رات چل دیئے۔ مگر آندھی کا طوفان برابر اُن کا تعاقب کیئے اور اُن کو بھگائے لیئے جاتا تھا۔ مشرکین از حد ہراساں تھے۔ اُن کو یہ خیال تھا کہ پیغمبرِ اسلام نے (نعوذ باللہ) سحر کیا ہے اور جادو کے زور سے یہ آندھی کا طوفان ہمارے پیچھے لگا دیا ہے۔ وہ نہایت خستہ اور شکستہ حال میں مکے کو ناکام واپس چلے گئے۔

صبح ہوئی، تو صحابہؓ نے میدان خالی پایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ منافقین شرمندہ اور ذلیل ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کے وعدوں کو سچا کر دکھایا، کفار کو رسوا اور ذلیل کیا اور اہلِ اسلام کو معزز اور فیروزمند کیا۔

جنگِ خندق سے فراغت پاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ پر، جنھوں نے عہد شکنی کی تھی، چڑھائی کی اور بنی قریظہ کے

قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اکیس روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ مدینے کے منافقوں نے بنی قریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم مسلمانوں کے مقابل اڑے رہو، ہرگز ان کی اطاعت نہ کرنا۔ ہم جلد تمھاری امداد کو پہنچیں گے۔ مگر منافقوں کی طرف سے کوئی شخص بنی قریظہ کی امداد کو نہ پہنچا۔ وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ اس پر انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا اور کہا کہ ہم کو اجازت دیجائے کہ ہم اپنے قلعے سے نکل کر کسی اور مقام میں چلے جائیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان لوگوں کی بدعہدیوں سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے تھے، آپ نے اس شرط پر صلح منظور نہ کی اور فرمایا کہ تم بلا کسی شرط کے ہمارے رُو برُو حاضر ہو جاؤ۔ ہم جس طرح چاہیں گے، تم سے سلوک کریں گے۔ اس پر انھوں نے کہلا بھیجا کہ قبیلہ اوس میں سے فلاں شخص کو ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ اُس شخص کو قلعے میں بھیجا گیا اور بنی قریظہ نے اُس سے پوچھا: "کیا ہم پیغمبرِ اسلام کے سامنے ہو جائیں؟" اس نے کہا کہ اگر تم وہاں جاؤ گے، تو قتل کیے جاؤ گے۔ کیونکہ تمھاری شرارت حد سے بڑھ گئی ہے اور یقیناً تم کو قتل کیا جائیگا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اس پر انھوں نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا۔

پھر انھوں نے قبیلۂ بنی اوس سے کہلا بھیجا کہ تم مسلمانوں کے ہمراہ ہو اور ہمارے قریبی ہو، تم پیغمبر اسلام پر زور دے کر ہماری صلح کرا دو تاکہ ہم قتل ہونے سے بچ جائیں۔ پھر قبیلۂ اوس کے دس آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بنی قریظہ

کی سفارش کی۔ پیغمبرِ اسلام نے جواب دیا "اچھا، ایک آدمی منصف مقرر کر لو، جو ہم میں اور بنی قریظہ میں فیصلہ کر دے"۔ بنی قریظہ نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور سعدؓ بن معاذ کو اپنا حَکَم منتخب کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات پر راضی ہو گئے۔ سعدؓ بن معاذ نے فریقین سے عہد لیا کہ جو کچھ میں فیصلہ کروں گا، وہ بخوشی خاطر منظور کرنا ہو گا۔ جب فریقین نے عہد کر لیا، تو سعدؓ بن معاذ نے کہا کہ بنی قریظہ قلعے سے نکل کر لشکرِ اسلام میں آ جائیں۔ باقی فیصلہ پھر سنایا جائے گا۔ اس پر بنی قریظہ قلعے سے اُتر کر لشکرِ اسلام میں حاضر ہو گئے۔ پھر سعدؓ نے حکم سنایا کہ بنی قریظہ میں سے جو آدمی لڑتے رہے ہیں، وہ قتل کئے جائیں، کیونکہ وہ واجب القتل ہیں اور لڑکے اور عورتیں بندی میں لی جائیں۔ اس پر اُن کی مشکیں باندھی گئیں۔ انھیں میں حُیَیّ بن اخطب بھی تھا، جس نے بنی قریظہ کو ورغلا کر اُن سے عہد شکنی کرائی تھی۔ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ جب اُس کی مشکیں باندھی گئیں، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "حُیَیّ! تو نے اہلِ اسلام کو دُکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دیکھ، اللہ تعالیٰ نے تجھ کو کیسا ذلیل و خوار کیا"۔ اس نے کہا، "ایک نہ ایک دن انسان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ میرا وقت بھی معین تھا اور مجھے موت آنی تھی۔ مگر میں نے جس قدر عداوت اور دشمنی آپ سے اور آپ کے رفقا سے کی، اس پر میں نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا اور میں اب بھی آپ کو سچا نہیں سمجھتا

اور آپ کی تکذیب کرتا ہوں۔ اگر میرا بس چلے، تو آپ کو مع رفقا نیست و نابود کر دوں" اس پر اس کو مع دیگر دشمنانِ خدا و رسول کے قتل کیا گیا۔ اُن کے بال بچے اسیر کیے گئے اور اُن کا مال اسباب اہلِ اسلام میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ میں مراجعت فرمائی اور جن قوموں نے بدعہدی کی تھی اور اہلِ اسلام کے خلاف مشرکین کی امداد کی تھی، ان سب پر یکے بعد دیگرے چڑھائی کر کے ان کو ان کی بدعہدی اور اسلام دشمنی کا اچھی طرح مزا چکھایا اور بنی لحیان، بیرِ معونہ اور بنی مصطلق وغیرہ کی سرکوبی کے بعد مختلف اطراف میں لشکر بھیج کر مدینے کے گرد و نواح میں از سرِ نو امن قائم کر دیا۔

اب اسلام کی جمعیت روز بروز بڑھتی گئی اور وہ چھوٹی سی جماعت، جو مشرکین کے ہاتھ سے آئے دن دُکھ اور اذیت اُٹھاتی تھی، اب اللہ تعالےٰ کی تائید سے زبردست طاقت بن گئی اور دشمنانِ اسلام اس کے نام سے کانپنے لگے۔



۴۔جنگِ خیبر

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ ہجری کے آخیر میں مکے پر چڑھائی کی، مگر بجائے لڑائی کے اہلِ مکہ نے دو سال کے لیے صلح کر لی، جو صلحِ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ میں تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اہلِ خیبر نے معاہدہ توڑنے کی ٹھان لی ہے اور مدینۂ منورہ پر چڑھائی کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اس اطلاع کی تصدیق کے بعد سنہ ۷ھ کے شروع میں بحکمِ خدا جنگِ خیبر کا اعلان فرمایا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ صلحِ حدیبیہ میں شامل تھے صرف وہی اس جنگ میں تیار ہوں۔ اس پر صحابہؓ جنگ کی تیاری کرنے لگے اور سامانِ حرب درست کرنے میں مصروف ہوئے۔ جب تیاری مکمل ہو چکی، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس اسلامی جماعت کے ساتھ مدینۂ منورہ سے خیبر کو روانہ ہوئے۔ اہلِ خیبر کو کسی نے اطلاع کر دی کہ اسلامی لشکر عنقریب ان پر حملہ کرنے والا ہے۔ انھوں نے اپنے معاون بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنی امداد کے لیے بلا بھیجا۔ عُیَینہ بن حِصن سردارِ قبیلۂ غطفان اور طلحہ بن خُوَیلد سردارِ قبیلۂ بنی اسد

مع اپنی جماعت کے اہلِ خیبر کی امداد کو پہنچ گئے۔ جب لشکرِ اسلام خیبر کے قریب پہنچا، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد اور بنی غطفان سے کہلا بھیجا کہ ہمارا مقابلہ صرف اہلِ خیبر سے ہے، تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اہلِ خیبر کے معاون ہیں، ہم اُن کا ساتھ نہیں چھوڑینگے۔ اس پر لڑائی شروع ہوئی اور ایک مہینے تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اہلِ خیبر، بنی اسد اور بنی غطفان سمیت برابر مقابلے پر ڈٹے رہے۔ آخر ایک ماہ کے بعد بنی غطفان اہلِ خیبر سے الگ ہو گئے۔ مگر اہلِ خیبر پھر بھی لشکرِ اسلام کا نہایت شد و مد سے مقابلہ کرتے رہے۔ اس طرح ایک مہینہ اور گذر گیا اور اہلِ اسلام کے پاس رسد وغیرہ کی قلت ہو گئی۔

ایک دن لشکرِ اسلام بڑے زور سے حملہ آور ہوا، مگر اہلِ خیبر میں سے ایک بہادر، جس کا نام مرحب تھا اور جو شجاعت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، چیدہ جوان اپنے ہمراہ لے کر قلعے کے باہر لشکرِ اسلام کے مقابلے کو نکلا۔ لشکرِ اسلام میں انصار کا علم سعدؓ بن عُبادہ کے ہاتھ میں تھا اور مہاجرین کا علم حضرت عمرؓ بن خطاب کے ہاتھ میں۔ جب مرحب اُن کے مقابل ہوا، تو اس نے ایسا سخت حملہ کیا کہ لشکرِ اسلام کو اُن کے کیمپ تک دھکیل لایا اور کئی صحابیؓ شہید کیے۔ سعدؓ بن عبادہ بھی زخمی ہوئے اور محمدؓ بن مسلمہ، جو انصار میں مشہور

شہسوار تھے، شہید ہو گئے۔ جب مرحب لشکرِ اسلام کو ہٹاتا ہوا اس مقام پر پہنچا، جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے چند اکابر صحابہؓ کے تشریف فرما تھے، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا مرحب کے مقابل ہوئے اور اُس کو پیچھے ہٹا دیا۔ مرحب خوشی خوشی قلعے میں داخل ہوا اور اہلِ اسلام بہت غمگین ہوئے، کیونکہ اُس دن اُن پر بڑی سختی پڑی تھی۔ محمدؓ بن مسلمہ اندوہگیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا "آج ہم پر بڑی مصیبت پڑی ہے۔ میں نے ایسا مصیبت کا دن اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم غمگین نہ ہو، نہ کوئی اور شخص غم کرے۔ یقین جانو کہ دشمن کے غلبے کا وقت گزر گیا۔ آج کے بعد ان کو ہم پر غلبہ نہ ہوگا۔ کل میں بحکمِ ایزدی اپنا علم اس شخص کے سپرد کروں گا، جو میدان سے اس وقت تک ہرگز نہ پھرے گا جب تک کہ اُس کو کامل فتح نہ ہو۔" اس پر مومنین خوش ہوئے اور سب کو یقینِ کامل ہو گیا کہ کل اہلِ اسلام کو ضرور فتح ہوگی۔ سب نے رات اسی شوق و تمنا میں کاٹی کہ دیکھیں، صبح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنا علم کسے عطا فرماتے ہیں اور کس کے نام پر یہ شاندار فتح ہوتی ہے۔ جب صبح ہوئی اور صحابہؓ کبار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہوئے، تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلَم ہاتھ میں لیا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی۔ ہر ایک صحابی کو اُمید تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے علم

عنایت فرمائیں گے اور میرے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے، تو آپ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو بلا کے اپنا علم اُن کے حوالے کیا اور فرمایا کہ جاؤ آج خیبر پر خدا کی تائید سے فتح پاؤ۔

حضرت علیؓ اپنی جماعت لے کر قلعے پر حملہ آور ہوئے۔ قلعے سے مرحب اپنے ہمراہیوں سمیت باہر نکلا اور بڑی دلیری سے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اس نے بہت زور مارا، مگر آج اسلامی لشکر کے علم بردار شیرِ خدا تھے۔ لشکر اسلام ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا۔ لڑائی بڑے زور سے جاری تھی۔ شیرِ خدا کی تلوار دائیں بائیں قتل کر رہی تھی۔ مرحب بھی قتل ہوا اور اس کے بہت سے ہمراہی بھی اسلامی تلوار کا لقمہ ہوگئے باقی سراسیمہ ہو کر قلعے کو بھاگے۔ شیرِ خدا نے اُن کا تعاقب کیا، مگر وہ جلد قلعے میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ شیرِ خدا نے دروازہ توڑ کر الگ پھینک دیا اور ننگی تلواریں کھینچے ہوئے قلعے میں گھس گئے۔ قلعے کے اندر وہ قتلِ عام ہوا کہ خدا کی پناہ۔ کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے انبار لگ گئے۔ آخر اہلِ خیبر الامان الامان پکارنے لگے۔ اور ہتھیار پھینک کر صلح کے خواہاں ہوئے۔ شیرِ خدا نے معاً تلوار نیام میں کر لی اور مظفر و منصور رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر اہلِ خیبر کی امان خواہی کی اطلاع دی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے کہلا بھیجا کہ تم کو اس شرط پر امان دی جاتی ہے کہ اپنا مال

اسباب ہمارے حوالے کر دو، جو قاعدہ جنگ کی رُو سے ہمارا ہو چکا ہے اور اس میں سے کچھ بھی چھپا کر نہ رکھو۔ اہلِ خیبر نے یہ شرط منظور کر لی اور مال اسباب لے کر رسولِ خدا صلی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے۔ اُنھیں میں قبیلۂ بنی نضیر کے سردار ابی الحقیق کے دو جوان اور مالدار بیٹے بھی تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پُوچھا، "کیا تم اپنا سب مال و اسباب لے آئے ہو؟" اُنھوں نے کہا: "جو کچھ ہمارے پاس تھا، ہم سب لے آئے۔" آپ نے فرمایا، "وہ چاندی کے برتن، جو تمھارے پاس تھے، وہ کہاں ہیں؟" اُنھوں نے کہا، "وہ ہم سے خرچ ہو گئے ہیں، ہمارے پاس ایک بھی چاندی کا برتن نہیں۔" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، "میں نے تم کو اس شرط پر امان دی ہے کہ تم اپنا اسباب مجھ سے چھُپا کر نہ رکھو۔ بھلا، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ تم نے چاندی کے برتن چھُپا دیئے ہیں، تو پھر تمھاری کیا سزا؟" اُنھوں نے کہا، "اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہم نے اپنے چاندی کے برتن چھُپا دیئے ہیں، تو ہم کو قتل کیجیے اور ہمارے اہل و عیال کو بندی میں لیجیے۔" اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاضرین اس بات کے گواہ رہیں۔ پھر آپ نے صحابہؓ میں سے دو تین آدمیوں سے کہا کہ جا کر فلاں جگہ کھودو اور دیکھو اس میں کیا ہے۔ وہ گئے اور چاندی کے برتن نکال لائے۔ دونوں لڑکے ازحد شرمندہ ہوئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کی نشان دہی پر سخت حیران ہوئے۔ انھیں یقین نہ تھا کہ جس جگہ انھوں نے برتن دفن کیے ہیں، اُس کا کسی کو علم ہو سکے گا۔ آخر وہ اپنی شرط کے بموجب قتل کیے گئے، باقی سب کو امان دی گئی اور جو مال اسباب وہ لائے تھے، مومنین میں حسبِ دستور تقسیم کیا گیا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے صحابہؓ میں خوش و خرّم بیٹھے تھے کہ اہلِ خیبر میں سے ایک یہودی عورت زینب نامی، مرحب کی بھاوج، بکری کے کباب لے کر آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے رُوبرو رکھ کر عرض کرنے لگی کہ آپ نے جو نیکی ہمارے ساتھ کی ہے اور ہم کو امان دی ہے، اُس کے شکریے میں میں یہ کباب تیار کر کے لائی ہوں۔ میری التجا ہے کہ اس نذرانے کو شرفِ قبول بخش کر تناول فرمایئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کو اشارہ کیا کہ کباب کھاؤ اور خود بھی ہاتھ بڑھایا۔ مگر ایک لقمہ لے کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اس میں زہر ملا ہُوا ہے۔ عورت کا رنگ فق ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا "تو نے یہ شرارت کیوں کی؟" اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی، "یا رسول اللہ! مجھ کو یہ آزمانا منظور تھا کہ آپ سچے نبی ہیں یا نہیں۔ میں نے کبابوں میں اسی لیے زہر ملا دیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے، تو اللہ تعالےٰ آپ کو اُن کے ضرر سے آگاہ کر دے گا اور آپ کو محفوظ رکھے گا، اور اگر آپ (نعوذُ باللہ) جھوٹے ہوں گے تو زہر کھا کر مر جائیں گے اور عرب کو آپ کے ہاتھ سے نجات ملے گی"۔ بعض

صحابہؓ پر اس زہر کا بہت اثر ہوا اور حضرت بشرؓ تو شہید ہی ہوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے تو کسی سے انتقام لیا ہی نہیں حضرت بشرؓ کی شہادت پر زینب کو شہید کے ورثا کے سپرد کر دیا گیا۔ انھوں نے زینب کو حضرت بشرؓ کے قصاص میں قتل کر دیا۔

اِدھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مظفر و منصور مدینۂ منورہ کو تشریف لے گئے اور اُدھر ایک شخص حجاج نامی نے مکے میں پہنچ کر اہلِ مکہ کو یہ خبر سُنا دی کہ لشکرِ اسلام کو اہلِ خیبر نے شکست فاش دی اور پیغمبرِ اسلام کو (نعوذ باللہ) اہلِ خیبر نے اسیر کر لیا۔ اس خبر کے مشہور ہونے پر سردارانِ مکہ حجاج کے گھر گئے اور اُس سے پوچھا کہ تو کیا خبر لایا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں جنگِ خیبر میں موجود تھا۔ اہلِ خیبر نے مسلمانوں کو شکست دی، اُن کا لشکر قتل کیا اور پیغمبرِ اسلام کو اسیر کر لیا۔ اہلِ خیبر کہتے تھے کہ اُنھیں قتل نہیں کرینگے بلکہ اہلِ مکہ کے پاس زندہ بھیج دینگے۔ یہ سُن کر وہ از حد مسرور ہوئے۔ اپنے بتوں پر نذریں چڑھانے اور بڑی خوشیاں منانے لگے۔

جب حضرت عباسؓ کو یہ خبر پہنچی، تو سخت غمگین ہوئے اور ایک آدمی حجاج کے پاس حقیقت پوچھنے کے لیے بھیجا جب قاصد واپس آیا، تو اُس نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ حجاج نے یہ پیغام دیا ہے کہ میں خود حضرت عباسؓ سے ملوں گا اور جو کچھ وہ پوچھیں گے، اُن کو بتا دونگا لیکن اُن کو تاکید کر دینا کہ جب میں اُن کے پاس آؤں، تو اور کوئی آدمی

اُن کے پاس نہ ہو، کیونکہ میں تنہائی میں اُن سے گفتگو کروں گا۔

دوسرے دن حجاج موقع پاکر حضرت عباسؓ کے پاس گیا۔ اور تخلیے میں اُن سے گفتگو کی کہ میں دراصل دل سے مسلمان ہو چکا ہوں، لیکن میرا بہت سا روپیہ میری عورت کے پاس ہے۔ مجھ کو اندیشہ تھا کہ اگر میرے اسلام کی خبر میری زوجہ کو مل گئی، تو وہ میرا روپیہ دبا بیٹھے گی۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میرا مال رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے پاس رہے، بلکہ میری دلی خواہش ہے کہ میں وہ روپے اہلِ اسلام کی اعانت میں خرچ کروں۔ اس لیے میں نے یہ بات بنائی ہے کہ ایک تو مجھ پر مکے والوں کو کوئی شبہ نہ ہو، دوم میں بیوی کو یہ لالچ دونگا کہ اہلِ اسلام کا مال، جو اہلِ خیبر کے ہاتھ آیا ہے، وہ بڑا سستا فروخت ہو رہا ہے۔ اگر ہم بہت سا اس وقت خرید لیں گے، تو ہم کو بڑا نفع حاصل ہوگا، ورنہ دراصل اہلِ خیبر کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست دی، اُن کو امان دے کر اُن کا مال اسباب اہلِ اسلام میں تقسیم کر دیا اور وہ مظفر و منصور مدینے کو تشریف لے گئے ہیں آج رات روپیہ لے کر مدینے کو روانہ ہو جاؤنگا۔ لیکن اے عباس! جب تک میں مکے سے نکل نہ جاؤں، یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے پائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتے ہی میں اسلام کا زبان سے اقرار کر لونگا۔ حضرت عباس یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور وعدہ کیا کہ تمھاری روانگی تک اس راز کو کسی پر آشکارا نہ کروں گا۔

حجاج وہاں سے رخصت ہو کر گھر آیا اور رات کو بیوی سے ذکر کیا کہ مسلمانوں کا مال، جو اہلِ خیبر کے ہاتھ آیا ہے، بہت سستا فروخت ہوگا اور مکے سے بہت سوداگر اس مال کی تاک میں جائینگے۔ اگر میں ان سے پہلے جا کر بہت سا مال خرید لوں، تو ہم کو بڑا نفع ہوگا اور ہم بڑے دولتمند ہو جائینگے۔ جس قدر تیرے پاس روپیہ ہے، سب کا سب مجھے دیدے۔ میں آج رات ہی پچھلے پہر یہاں سے چلا جاؤں گا اور جاتے ہی مال خرید لوں گا۔ عورت لالچ میں آگئی۔ اور اس نے سب کا سب روپیہ نکال دیا۔ حجاج پچھلی رات کو اٹھا اور روپیہ باندھ، اونٹ پر سوار ہو، مکے سے نکل گیا۔

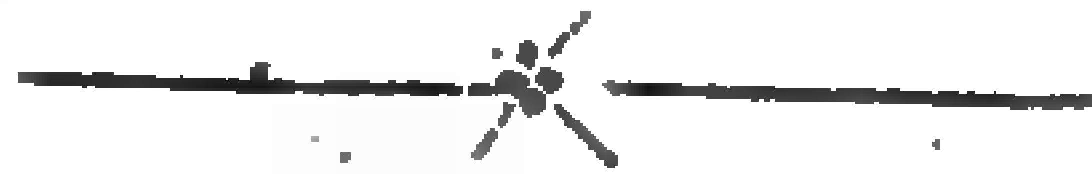
جب صبح ہوئی، تو حضرت عباسؓ حجاج کے گھر آئے اور پوچھا کہ حجاج کہاں ہے۔ حجاج کی بیوی نے کہا کہ وہ رات کو خیبر کی طرف اسباب خریدنے گیا ہے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا، "او نادان عورت! حجاج تو مسلمان ہو گیا ہے اور وہ بجائے خیبر کے مدینے کی طرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا ہے۔ وہ ڈھونگ بنا کے اپنا روپیہ تیرے قبضے سے نکال لے گیا۔ اگر تجھ کو اپنے شوہر کی خواہش ہے تو جلد مدینے جا کر اس سے جا مل، کیونکہ اس نے خیبر کے متعلق جو خبر اڑائی تھی، وہ محض اپنا روپیہ حاصل کرنے کے لیے بنائی تھی، ورنہ اہلِ خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو گئے ہیں اور اہلِ اسلام مظفر و منصور اور مالا مال ہو کر مدینے چلے گئے ہیں"

یہ سن کر وہ عورت رونے اور واویلا کرنے لگی۔

حضرتِ عباسؓ وہاں سے رخصت ہو کر کعبے میں گئے۔ وہاں مشرکین بتوں کو سجدہ کر رہے تھے اور بڑی خوشیاں منا رہے تھے۔ ساتھ ہی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر سب وشتم کرتے جاتے تھے۔ جب انھوں نے حضرت عباس کو آتے دیکھا، تو تمسخر سے پوچھنے لگے "کہو، عباس! تمھارے بھتیجے کی کوئی خبر آئی؟ اب وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

حضرت عباسؓ نے کہا، "خبر تو میرے پاس آئی ہے، مگر تم یہ خوشی کیسی منا رہے ہو؟" انھوں نے کہا، "ہم خوشی کیوں نہ منائیں۔ جب کہ ہمارے دشمن کو شکست ہوئی اور اہلِ خیبر نے اسے اسیر کر لیا؟" حضرت عباس نے فرمایا، "یارو! تم کو یہ خبر کس نے سنائی؟ میرے پاس جو خبر آئی ہے، وہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہلِ خیبر پر فتح کامل ہوئی۔ ان کا مال اسباب مومنوں میں تقسیم کیا گیا۔ ابی الحقیق کے دونوں بیٹوں کی گردنیں ماری گئیں اور ان کے اہل وعیال بندی میں بانٹے گئے۔ باقی سب کو رہائی دی گئی اور لشکرِ اسلام مظفر و منصور مدینۂ منورہ کو واپس چلا گیا۔" اس پر وہ گھبرا کر بولے: "تم جھوٹ کہتے ہو۔ اچھا تمھارے پاس کون خبر لایا ہے؟" حضرت عباس نے فرمایا، "جو شخص تمھارے پاس وہ خبر لایا ہے، وہی میرے پاس یہ خبر لایا ہے۔ خود حجاج ہی نے مجھے یہ خبر دی ہے۔" اس پر وہ آشفتہ ہو کر بولے: "ہم کو تو

حجاج نے یہ خبر دی ہے کہ لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی۔" اس پر حضرت عباسؓ نے کہا، "حجاج تو مسلمان ہو گیا ہے۔ اُس نے صرف اپنا روپیہ حاصل کرنے کے لیئے یہ بات بنائی تھی۔ وہ اب مدینے کو چلا گیا اور اپنا سب روپیہ بھی ہمراہ لے گیا۔" سب کے سب اُٹھ کر حجاج کے گھر آئے اور حجاج کی بی بی کو روتا دیکھ کر پوچھا کہ حجاج کہاں ہے اس نے کہا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ کل روپیہ مجھ سے لے گیا اور میرے لیئے کچھ نہیں چھوڑا۔ اس پر سب مشرکین سخت شرمندہ ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے انھیں خوب ہی رسوا اور ذلیل کیا۔



۵۔ فتح مکہ

صلح حدیبیہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکینِ مکہ کے درمیان یہ بات قرار پائی تھی کہ میعاد صلح ختم ہونے تک اہل اسلام مکے پر حملہ نہ کریں گے اور مشرکینِ مکہ مدینے پر چڑھائی نہ کرینگے، نہ فریقین ایک دوسرے کو کسی قسم کی اذیت پہنچائیں گے۔ ساتھ ہی یہ بھی قرار پایا تھا کہ فریقین کے حلیف یعنی ہم عہد قبیلے بھی امان میں رہیں گے اور اگر فریقین کے حلیفوں میں جنگ چھڑ جائے تو فریقین اپنے اپنے حلیف کی امداد اور اعانت نہ کریں گے۔

لیکن صلح کی میعاد ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ قبیلۂ کنانہ نے جو مشرکین مکہ کا حلیف تھا، قبیلۂ بنی خزاعہ پر، جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف اور ہم عہد تھا، حملہ کر دیا۔ مشرکینِ مکہ کے قبیلۂ بنی اُمیہ نے قبیلۂ کنانہ کی حمایت اور اعانت کی۔ بنی خزاعہ کو ان کے ہاتھ سے سخت اذیت پہنچی اور بنی خزاعہ کے چند آدمی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ مشرکینِ مکہ کے قبیلۂ بنی اُمیہ نے ہمارے دشمنوں کی اعانت کی ہے اور ہم کو سخت مصیبت میں ڈالا ہے اس لیے ہم آپ کی خدمت میں فریاد لائے ہیں کہ ہم لوگ آپ

کے حلیف اور ہم عہد ہیں، آپ ہماری امداد کیجیے اور بنی اُمیہ سے ہمارا بدلہ لیجیے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ازروئے عہد نامہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمہاری امداد کریں اور بلاشبہ ہم تمہاری اعانت کریں گے۔ لیکن چند دن صبر کرو تاکہ صلح کی میعاد گزر جائے۔ گو مشرکینِ مکہ نے صلح نامے کی شرط کو توڑ دیا۔ مگر ہم پھر بھی حجت تمام کرنا چاہتے ہیں۔ جب ابوسفیان کو بنی اُمیہ کی اس ذلیل حرکت کی اطلاع ملی اور اُس نے سُنا کہ بنی خزاعہ اہلِ اسلام کی امداد کے خواستگار ہوئے ہیں، تو بہت ہی گھبرایا، کیونکہ اہلِ اسلام کی جمعیت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ ایک زبردست طاقت بن گئی تھی۔ ابوسفیان نے اپنے ہمراہی سرداروں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔ یہ تجویز قرار پائی کہ ابوسفیان مدینہ جائے اور پیغمبرِ اسلام سے صلح نامے کی تجدید کرے اور اس کی میعاد میں توسیع کرائے۔ اس پر ابوسفیان مدینے کو روانہ ہوا تاکہ کسی تدبیر سے اہلِ اسلام کو مکے پر چڑھائی کرنے سے باز رکھے جب وہ مدینۂ منورہ پہنچا، تو حضرت علی کے ہاں فروکش ہوا اور دوسرے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر صحابہؓ نے اُسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس پر اُس نے جھنجھلا کر کہا: "اے لوگو! تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ میں اپنے بھائی سے ملنے آیا ہوں تم ہمارے درمیان کیوں حائل ہوتے ہو؟"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ ابوسفیان آیا ہے، تو آپ

نے فرمایا: "اُس کو آنے دو۔" ابو سفیان رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آنحضرت نے اُس سے پوچھا: "ابو سفیان مدینے میں کس طرح آنا ہوا؟" ابو سفیان نے کہا: "اور تو کوئی نئی بات پیش نہیں آئی، صرف ہم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہم میں سے بنی اُمیہ نے جو غلطی کی ہے، اس کی وجہ سے آپ ہم سے لڑائی کا قصد نہ کریں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم میں اور آپ میں آئندہ کبھی لڑائی ہو۔" رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر مسکرائے اور ابو سفیان کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر ابو سفیان نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: "آپ بھی قریش ہیں اپنے بھائیوں کی سفارش کریں اور اپنے پیغمبر سے انہیں امان دلائیں۔" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "اللہ تعالےٰ اور اُس کا رسُول بہتر جانتے ہیں۔" پھر حضرت عثمان سے کہا۔ اُنہوں نے کہا: "اللہ اور اُس کے رسُول کے معاملے میں ہم میں سے کوئی شخص دخل نہیں دے سکتا۔" پھر حضرت عمرؓ نے کہا: "آپ ہی یہ کام اپنے ذمے لیں، کیونکہ قریش آپ کے قریبی ہیں۔" حضرت عمرؓ نے کہا: "جو کچھ قرابت ہم میں اور تم میں تھی، اس کو خدائے تعالیٰ نے توڑ دیا۔ اور صلۂ رحم کو قطع کر دیا۔ خدا کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہ بیٹھے ہوتے، تو میں تم کو قتل کر دیتا۔" اس پر ابو سفیان ناراض ہو کر بولا: "اے عمر! میں قریش میں بزرگ اور ممتاز ہوں اور میرے

سامنے کبھی کسی نے ایسی سخت بات نہیں کی۔ پھر تم نے کس طرح یہ جرأت کی! حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں نے یہ سخت کلمہ اس لیے کہا ہے کہ تو خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا دشمن ہے اور جو شخص خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا دشمن ہو اُس کو واجب القتل سمجھتا ہوں۔"

غرض کسی نے بھی ابوسُفیان کی بات نہ سُنی اور وہ یہ کہہ کر کہ یہ عجیب قوم ہے کہ سب کے دل ایک ہیں اور اپنے پیغمبر کی اطاعت اور فرمانبرداری دل و جان سے کرتے ہیں، ناکام واپس چلا گیا۔

ابوسُفیان کے جانے کے بعد رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان کیا کہ سب لوگ جنگ کی تیاری کریں اور مدینے کے باہر لشکرگاہ میں جمع ہوں۔ سب نے تیاری شروع کر دی۔ ایک کثیر جماعت لشکرگاہ میں جمع ہو گئی اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ لشکرِ اسلام مکّے کی طرف روانہ ہوا۔ وہ نبی کریم اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم جنھیں اہلِ مکّہ نے سخت ایذائیں دیں حتیٰ کہ جان لینے کی کوشش کی، جو سخت مجبور ہو کر صرف ایک یارِ غار یعنی صدیقِ اکبرؓ کے ہمراہ بے ساز و سامان اپنے وطن سے خفیہ نکل جانے پر مجبور ہوئے تھے جو غاروں میں چھپتے اور دشمنوں سے بچتے ہوئے بصد مشکل مدینہ منوّرہ میں پناہ گزیں ہوئے، جن کے پاس اللہ کے نام اور اللہ پر کامل یقین اور بھروسے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور جن کو بھائیوں

اور رشتہ داروں نے مدینے میں بھی چین نہ لینے دیا اور آئے دن اُن سے مقابلہ کرتے رہے، وہ نبی معصوم اور رسولِ خدا آج اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے دس ہزار لشکرِ جرار کے ہمراہ بڑی شان و شوکت اور ہیبتِ الٰہی کے ساتھ مکے کے قریب رونق افروز ہوئے اور مکے سے تھوڑے فاصلے پر فروکش ہو گئے۔

اہلِ مکہ یہ خبر سُن کر سہم گئے اور اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُنھیں اپنے کرتوت یاد آ رہے تھے، جو اُنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ کیے تھے۔ اُنھیں وہ ظلم و تشدد یاد آ رہا تھا، جو اُنھوں نے پیغمبرِ اسلام اور جماعتِ اسلام کے ساتھ روا رکھا تھا۔ اُنھوں نے فی الفور مشورہ کیا اور ابوسُفیان کو اسلامی کیمپ میں روانہ کیا۔ جب ابوسُفیان لشکرِ اسلام کے قریب گیا، تو اُسے چند تیر انداز دکھائی دیے، جو لشکرِ اسلام کی حفاظت کے خیال سے وہاں متعین تھے۔ تیر اندازوں نے بھی ابوسُفیان کو آتے دیکھا اور چاہا کہ ابوسُفیان کو تیر کا نشانہ بنائیں، مگر اتفاق سے حضرت عباسؓ وہاں موجود تھے۔ اُنھوں نے تیر اندازوں کو تیر چلانے سے منع کیا اور آپ ابوسُفیان کے پاس گئے۔ ابوسُفیان چونکہ اُن کا قریبی اور ایامِ جاہلیت میں اُن کا جلیس و ہمنشین تھا، اسلیے وہ چاہتے تھے کہ ابوسُفیان پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اُنھوں نے ابوسُفیان سے کہا کہ تمھاری جان کی خیر نہیں ہے۔ اگر تمھیں لشکرِ اسلام تک زندہ پہنچنا ہے، تو مسلمان ہو کر

جاؤ، ورنہ مارے جاؤ گے۔ اس پر ابوسفیان نے کلمہ پڑھا۔ حضرت عباس نے کہا کہ صدقِ دل سے مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ اس میں تمھاری دُنیوی اور دینی نجات ہے۔ ابوسفیان مسلمان ہو کر حضرت عباس کے ہمراہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے آئے اور حضرت عباس نے عرض کی، "یا رسول اللہ! ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔ آپ ان پر نظرِ عنایت کیجیے اور ان کے رُتبے اور عزّت کا لحاظ فرمایئے، کیونکہ یہ ہماری قوم میں ممتاز ہیں۔ ان سے جو کچھ اب تک ہُوا محض نادانی سے ہُوا۔ ان کو معاف کر دیجیے۔" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "اچھا، ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جاؤ اور انھیں اپنے پاس رکھو۔" چنانچہ حضرت عباس انھیں اپنے خیمے میں لے گئے اور وہیں اُنھوں نے رات بسر کی۔

جب صبح کی اذان ہُوئی اور مسلمان نماز کے لیے اُٹھے اور وضو کرنے لگے، تو ابوسفیان نے گھبرا کر پُوچھا کہ یہ شور کیسا ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ نماز کی اذان ہوئی ہے اور لوگ نماز پڑھنے کے لیے وضو کر رہے ہیں۔ چلو ہم بھی وضو کر کے نماز میں شامل ہوں۔ ابوسفیان نے کہا، "مجھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے چلو تاکہ میں صفائیِ قلب کے ساتھ ایمان لاؤں۔" حضرت عباسؓ نماز کی جماعت ہونے سے پہلے ابوسفیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان نے اسلام کا اقرار کیا اور کلمہ

شہادت پڑھا۔ اس کے بعد سوال کیا، "یا رسول اللہ! آپ کے اس لشکر میں بہت لوگ عوام النّاس ہیں۔ کیا آپ اس بات کو روا رکھیں گے کہ جب آپ مکّے پر قبضہ کریں، تو قومِ قریش پر ان لوگوں کو ترجیح دیں اور قریش کی بیٹیاں ان لوگوں پر مباح کر دیں؟" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "ہاں، مَیں اور میرا رب اُن لوگوں سے راضی ہیں جنھوں نے میری تصدیق کی، مجھ پر ایمان لائے، مجھے اپنے ہاں جگہ دی اور ہر طرح میری امداد اور اعانت کی، جبکہ میری اپنی قوم اور عزیزوں نے میری تکذیب کی، مجھ کو میرے گھر اور وطن سے نکال دیا اور میری جان لینے کے درپے رہے۔ ان لوگوں کو مَیں قریش پر ترجیح دیتا ہوں اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو شرف اور بزرگی بخشی ہے۔ قریش کیا، بادشاہوں کی بیٹیاں بھی اُن کو مباح ہیں، کیونکہ وہ ہر طرح اُن کے سزاوار ہیں۔" ابوسفیان یہ سُن کر دنگ رہ گئے اور دل میں خیال کیا کہ واقعی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سچ فرماتے ہیں۔ پھر حضرت عبّاس نے ابوسفیان کو نماز کے لیے جماعت میں کھڑا کر دیا۔ جب نماز سے فراغت ہوئی، تو ابوسفیان نے پھر حیران ہو کر کہا کہ یہاں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں اور جو کچھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کرتے ہیں، وہی بلا تامّل تمام جماعت کرتی ہے۔ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم رکوع میں جاتے ہیں یا سجدہ کرتے ہیں، تو سب اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ جب آپ سلام پھیرتے ہیں، تو سب سلام پھیر لیتے ہیں

حضرت عباسؓ نے کہا کہ یہ ایسی قوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر اُن کو کھانے پینے سے منع کر دیں، تو یہ کھانا پینا فی الفور چھوڑ دیں اس پر ابوسفیان نے کہا: "واقعی یہ عجیب قوم ہے اور ان میں عجیب اتفاق اور اتحاد ہے۔ میں خوش ہوں کہ میں بھی اس قوم میں شامل ہو گیا، لیکن مجھ کو یہ خوف ہے کہ میری قوم کو یہ ہلاک کر دیں گے۔ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ میری قوم کو امان مل جائے۔" اس پر حضرت عباسؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔" آپ نے فرمایا کہ تم مع ابوسفیان سوار ہو کر مکے جاؤ اور علان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائیگا اس کو امان دی جائیگی اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند رکھیگا اور لشکرِ اسلام کے داخلے کے وقت مزاحم نہ ہوگا، اس کو بھی امان دی جائے گی۔

جب ابوسفیان نے مکے میں جا کر اعلان کیا، تو عکرمہ ابنِ ابی جہل اور دیگر سردارانِ مکہ اُن کو لعنت ملامت کرنے لگے کہ تم نے دینِ آبائی چھوڑ دیا اور مسلمان ہو گئے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ تم سب کو پیغمبرِ اسلام کا مطیع ہونا پڑیگا کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا جرار لشکر ہے کہ تم ہرگز اُس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکو گے۔ وہ تمھاری تکہ بوٹی کر دینگے اور تمھارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ اس پر سب گھبرا گئے اور مزاحمت کا خیال سر سے نکال دیا۔

جب حضرت عباسؓ واپس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

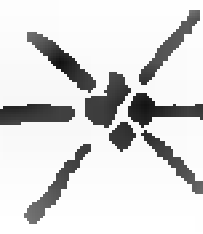
میں آئے، تو اُنہوں نے عرض کی، اہلِ مکہ سب مطیع ہو جائیں گے۔ آپ لڑائی کچھ عرصہ بند رکھیں اور اہلِ شہر کو مہلت دیں کہ وہ حاضر ہو کر امان کے خواستگار ہوں۔" جب بڑے بڑے سردار، جنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو سخت ایذائیں دی تھیں، ہاتھ باندھے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بتاؤ، تم مجھ سے کس سلوک کے اُمیدوار ہو؟" وہ سب بدسلوکیاں، جو اُنھوں نے آنحضرت اور صحابہؓ کے ساتھ کی تھیں، اُن کی آنکھوں تلے پھر گئیں۔ اُنھوں نے سر جھکا دیئے اور کہنے لگے: "جو سلوک چاہیں، ہم سے کریں، مگر ہم اُمیدوارِ عفو ہیں۔" اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب حضرت یوسفؑ کے سامنے اُن کے خونخوار اور ظالم بھائی ترسان و لرزاں آئے تھے، تو حضرت یوسفؑ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ میں بھی آج تم سب کو، خواہ تم نے میرے ساتھ کتنی ہی بدسلوکیاں کیں اور مجھے کتنی ہی ایذائیں پہنچائیں، صدقِ دل سے معاف کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف کرے!" اُن کی آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر گر کر اسلام لائے۔ گذشتہ گناہوں اور شرک سے توبہ کر کے الٰہی جماعت میں شامل ہو گئے اور لات و عُزّیٰ سے روگرداں ہو کر ایک اللہ کے بندے بن گئے۔

مردوں کے بعد عورتیں بھی آئیں اور اسلام قبول کیا۔ ابوسفیانؓ کی بیوی ہند بھی آئی جس نے حضرت حمزہؓ شیر خدا کو دغا سے شہید کرا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کو سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، مگر پھر اس کو معافی دے دی اور اس کی بیعت بھی قبول کر لی۔

خالدؓ بن ولید تو پہلے ہی اسلام لا چکے تھے اور اس وقت لشکرِ اسلام میں فوج کے ایک دستے کے افسر تھے۔ عمروؓ بن عاص بھی خالدؓ کے ہمراہ مسلمان ہو گئے تھے۔ عکرمہ بن ابی جہل پہلے تو مکے سے بھاگ گئے، کیونکہ انھوں نے لشکرِ اسلام کے داخلے کے وقت خالد بن ولید کے دستے کی مزاحمت کی تھی۔ مگر بعد ازاں جلد واپس آکر مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح دیگر نامی جنگجو بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ اور محبوب رسولؐ کو تمام عرب پر بزرگی اور فضیلت بخشی۔ وہ دُرِ یتیم جس کو اُس کی قوم اور عزیزوں نے شکستہ حالت میں گھر سے نکال دیا تھا، اب تمام عرب کا بادشاہ اور اہلِ عرب کے جان و مال کا مالک ہوا اور سلطانِ عرب بلکہ دونوں جہان کا شہنشاہ کہلایا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چند دن مکے میں رہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین زمرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ تو اہلِ مدینہ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ شاید آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم آئندہ کے لئے اپنے وطن مکے ہی میں رہنے لگیں اور مدینے کی سکونت ترک کر دیں۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی، تو اہلِ مدینہ کو بُلا کر تسلی و تشفی دے کر فرمایا کہ خدا نہ کرے میں مدینے کی سکونت ترک کر دوں۔ میں ہمیشہ تمھارے ہی پاس رہونگا اور تمھارے ہی پاس وفات پاؤں گا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چند دن مکے میں رہے۔ کعبۃ اللہ یعنی خانۂ خدا کو بتوں سے پاک صاف اور شرک کو نیست و نابود کر کے مدینۂ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔



۶۔ جنگِ تبوک

سنہ ۱۱ھ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیقؓ صحابہؓ اکرام کے اتفاق رائے سے خلیفہ اوّل منتخب ہوئے اس وقت عرب کے لوگ بکثرت مرتد ہو چلے تھے اور جا بجا شورش برپا ہو گئی تھی۔ مدعیانِ نبوّت یہ موقع غنیمت سمجھ کر لوگوں کو بہکانے لگے اور اپنے ساتھ بڑی جمعیّت پیدا کر لی۔ وقت ایسا نازک آ گیا تھا کہ رحمتِ الٰہی کا نو اسلامی پودا، جو شہیدوں کے خون سے سیراب ہو کر ایک شاندار پُر ثمر درخت بن گیا تھا، اُس کے جڑ سے کٹ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ مگر خلیفہ اوّل نے، جن کو اللہ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم پر کامل بھروسہ اور ایمان تھا، ایک لحظے کے لیے بھی ہمت، حوصلے اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا اور اللہ تعالےٰ کی تائید اور صحابہ کرام کی ہمت سے اس تمام فتنے کو فرو کیا۔ مدعیانِ نبوّت کو نیست و نابود کیا۔ جنگِ یمامہ میں مُسیلمہ کذّاب کو جس کی جماعت کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ قتل کر کے بڑی شاندار فتح حاصل کی اور عرب میں اسلام کی بنا از سرِ نو مضبوط اور مستحکم کی۔ بہت سی باغی اقوام عرب کو از سرِ نو مطیع کرنے اور

جنگِ یمامہ میں بڑی سخت لڑائی کے بعد فتح حاصل کرنے کا فخر اسلام کے نامور شجاع اور فنِ جنگ میں ماہر کامل جرنیل خالد بن ولید سیف اللہ (الٰہی تلوار) کو حاصل ہوا۔

جب عرب کے اندر امن قائم ہوگیا، تو خلیفۂ اوّل نے عرب کی شمال مشرقی اور شمال مغربی سرحد کی طرف توجہ فرمائی۔ ان دنوں عراقِ مغرب کا علاقہ، جو عرب کی شمال مشرقی سرحد سے ملتا ہے، شاہِ فارس کے ماتحت تھا، جس کا دارالخلافہ دریائے دجلہ پر شہر مدائن تھا اور بیسیر یا یعنی شام اور فلسطین کا علاقہ، جو عرب کی شمال مغربی حد سے ملتا ہے، شاہ روم کے ماتحت تھا جس کا دارالخلافہ قسطنطنیہ تھا۔ ان علاقوں کی سرحدی اقوام ہمیشہ عرب کی سرحد پر جو اسلام کی حفاظت میں آچکی تھی، یورش کر کے لوٹ مار کرتی رہتی تھیں اور آئے دن سرحد پر ہلچل اور شورش مچائے رکھتی تھیں۔ علاوہ اس کے ایک مسلمان ایلچی کو انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شہید بھی کر دیا تھا اور مسلمانوں اور ان کی حفاظت میں آئی ہوئی اقوام کا دم ناک میں کر رکھا تھا۔

خلیفۂ اوّل نے ان اقوام کی سرکوبی اور سرحد پر امن قائم کرنے کے لیے ایک اسلامی لشکر بھیجنا تجویز کیا اور عرب کے تمام قبیلوں کو اس لشکر میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ چند دن گذرے تھے کہ عرب کے قبیلے جوق در جوق مدینۂ منورہ میں آنے لگے۔ سب سے

پہلے یمن کی قوم حمیر زرہیں پہنے اور عربی کمانیں لٹکائے مع اپنے سردار کے مدینۂ منورہ میں وارد ہوئی اُس کے پیچھے قوم مذحج اصیل گھوڑوں پر سوار پرا باندھے آئی۔ اُن کے پیچھے قبائل طے دکھائی دیے۔ ان کے بعد قوم ازدیقی۔ اُن کے پیچھے قوم بنو قیس آئی۔ پھر قوم کنانہ داخل ہوئی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے مختلف قبیلے جمع ہوئے اور مدینۂ منورہ کے باہر میدان میں ڈیرے لگا دیے۔

خلیفۂ اوّل اِن لوگوں کی آمد پر بڑے خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

چند دن گزر گئے اور لشکریوں کو چارے وغیرہ کی تکلیف محسوس ہونے لگی، تو سب قبیلوں کے سردار مشورہ کر کے خلیفۂ اوّل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یا خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ حضور کی دعوت پر اللہ کی راہ میں جان دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اس جگہ ہمیں چارے وغیرہ کی تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو، تو حضور ہمیں شام کی طرف روانہ فرما دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جانیں فدا کر کے جلد ثوابِ دارین حاصل کریں"

خلیفۂ اوّل اہلِ اسلام کی سرگرمی اور شوقِ شہادت دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے راضی ہیں۔ اللہ تعالےٰ تمھاری آرزوؤں کو پورا کرے اور تم کو جنّت اور اُس کی نعمتیں نصیب کرے۔ بہت بہتر آج تمھاری

روانگی کی تجویز کر دی جاتی ہے۔ تم سب اپنے ڈیرے پر جا کر تھوڑی دیر انتظار کرو۔"

جب وہ سردار رخصت ہو گئے، تو خلیفہ اوّل نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت سعیدؓ بن زید سے مشورہ کیا، اور بعد مشورہ ان کے ہمراہ لشکر گاہ میں تشریف لے گئے۔ لشکر کا ملاحظہ کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا چہرہ چمک اٹھا اور وہ درگاہِ باری تعالیٰ میں دعا کی "اے میرے پروردگار! یہ تیرے بندے تیری راہ میں اسلام کی خدمت کرنے جاتے ہیں۔ اِن کو صبر عطا کر، ان کو دشمنوں پر نصرت دے اور ان کو دشمنوں کے ضرر سے محفوظ رکھ۔"

دُعا کے بعد آپ نے ایک ہزار جوان کا دستہ منتخب کر کے اُن کے لیے ایک علم تیار کیا اور یزیدؓ بن ابوسُفیان کو بُلا کر علم اُن کے ہاتھ میں دیا اور اُن کو دس ہزار سوار پر افسر مقرر فرمایا۔

اس کے بعد ایک ہزار سوار کا ایک دستہ منتخب کیا اور ربیعہؓ بن عامر کو، جو حجاز میں نامی شہسوار اور بڑے شجاع تھے، ان پر افسر مقرر کر کے فرمایا کہ تم یزید بن ابوسفیان کے دستے کے آگے رہو اور یزید بن ابوسُفیان تمہارے امیر ہوں گے۔ جو کچھ وہ حکم دیں، اس کی تعمیل کرنا۔ پھر یزید بن ابوسفیان نے فرمایا کہ ربیعہؓ بن عامر مشہور بہادر اور سرکردہ آدمی ہیں۔ اُن کی بزرگی کا پاس رکھنا اور ہر ایک کام میں اُن سے مشورہ لے لیا کرنا اور آپس میں ہمیشہ اتفاق رکھنا۔"

اس کے بعد اس لشکر کو روانگی کی اجازت دی اور آپ پا پیادہ اُن کے ہمراہ چلے۔ راستے میں یزید بن ابوسفیان نے عرض کی، "یا خلیفہ رسول! اب مجھے شرم آتی ہے کہ ہم سوار اور آپ پیادہ ہیں۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم بھی پیادہ چلیں یا آپ بھی سوار ہو جائیں۔" خلیفہ اوّل نے فرمایا، "نہ تو میں سوار ہونگا اور نہ تم کو گھوڑے سے اُترنے دُونگا۔ اس کا کچھ خیال نہ کرو۔ صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خیال میں رکھو۔ نیز اس بات کا خیال رکھو کہ تم کس کام پر جا رہے ہو۔"

جب مدینے سے تھوڑے فاصلے پر پہنچے، تو خلیفہ اول ٹھہر گئے۔ اور فرمانے لگے "اب میں تم کو الوداع کہتا ہُوں اور تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہُوں۔ اللہ تمھارا حافظ و ناصر ہے۔"

اس پر یزید بن ابوسفیان نے عرض کی، "یا خلیفہ رسول! آپ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیں تاکہ ہم اس کے مطابق عمل کریں اور کبھی لغزش نہ کھائیں۔"

اس پر خلیفہ اوّل نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور اسلام بھیجا اور اس کے بعد فرمایا،

"جب تم کوچ کرو، تو رفتار میں تیزی نہ کرنا اور لشکریوں پر سختی نہ کرنا۔ اپنے لشکر سے کبھی جُدا نہ ہونا اور ہر ایک امر میں اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر لینا۔ عدالت کا طریق اختیار کرنا۔ ظلم اور تشدد سے دُور رہنا، کیونکہ ظالم کو نجات حاصل نہیں ہوتی

اور نہ اُسے دشمن پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ دشمنوں کا مقابلہ نہایت استقلال اور استقامت سے کرنا۔ خدا پر اپنا کامل بھروسہ رکھنا۔ جب دشمنوں پر تم کو فتح حاصل ہو، تو اُن کے بچوں کو قتل نہ کرنا۔ نہ ضعیفوں، بوڑھوں اور عورتوں کو ایذا پہنچانا۔ دشمن کے سرسبز کھیتوں کو نہ جلانا۔ اُن کے پھلدار درختوں کو ہرگز نہ کاٹنا اور جانوروں کی ٹانگیں نہ توڑنا۔ جب کسی دشمن سے عہد و پیمان کرو، تو ہرگز ہرگز بیوفائی نہ کرنا اور صلح کرو، تو تمہاری صلح نہ توڑنا۔ دشمن کے عبادت خانوں کو مسمار نہ کرنا اور جو لوگ اُن میں گوشہ نشین ہوں، اُن کو مطلق ایذا نہ دینا، لیکن جو شخص تم سے دشمنی کرے اور تم کو تکلیف دے، اس کو تلوار کا مزا چکھا دینا۔ اگر کوئی شخص اپنی رضا و رغبت سے مسلمان ہو جائے، تو اُس کو اپنا بھائی سمجھنا اور اُس کے حقوق اپنے برابر خیال کرنا۔ جو اسلام قبول نہ کریں، اُن پر تعدی نہ کرنا۔ اُن سے صرف جزیہ یعنی حفاظت کا ٹیکس لے لیا کرنا اور جزیے کے معاوضے میں اُن کے جان و مال کی حفاظت اپنے ذمے لینا۔ احکامِ شریعت کی پوری پابندی کرنا اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ اب تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ پر توکل کر کے شام کو مفسدوں کے مقابلے پر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ اور مددگار ہو۔"

یہ نصیحت کر کے خلیفۂ اوّل تو مدینۂ منوّرہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اور یزید بن ابوسفیان مع ربیعہ بن عامر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

چند دن بعد خلیفۂ اوّل نے ایک ہزار سواروں کا ایک اور دستہ منتخب کر کے بہ سرداریِ شرجیل بن حسنہ کاتبِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم شام کی جانب یزید بن ابی سفیان کی امداد کے لیے ارسال فرمایا۔

یزید بن ابی سفیان مع ربیعہؓ بن عامر کے منزلیں طے کرتے ہوئے بلا روک ٹوک مقامِ تبوک میں پہنچ گئے اور وہاں مقام کیا، کیونکہ وہ اب سرحدِ شام کے قریب آ گئے تھے اور دریافت کیے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہ تھا۔

جب اسلامی لشکر شام کے لیے جمع ہو رہا تھا، تو کسی مخبر نے شاہِ روم و شام کو اطلاع دی کہ اہلِ اسلام کا لشکر سرحدی اقوام کی سرکوبی کے لیے ملکِ شام کو روانہ ہونے والا ہے۔ اس پر ہرقل شاہِ روم نے اپنے وزیروں اور سردارانِ فوج کو مشورے کے لیے طلب کیا۔ جب سب آ گئے، تو بادشاہ نے اُن سے کہا کہ اہلِ عرب ملکِ شام

* رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اطلاع پا کر کہ رومی لشکر اپنی سرحدی اقوام کی حمایت کے ارادے سے سرحدِ عرب پر حملہ کرنے والا ہے، تبوک پر چڑھائی کی تھی، جو آپ کا آخری غزوہ سمجھا جاتا ہے، مگر اسوقت کوئی دشمن مقابلے پر نہ آیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم دو ماہ کے انتظار کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ جنگِ تبوک جس کا ذکر یہاں ہے، خلیفۂ اوّل کے عہد میں ہوئی تھی۔

کا قصد رکھتے ہیں۔ تم بتاؤ کہ اُن کو روکنے کے لیے کیا تدبیر کرنی چاہیے۔
سب نے یہی صلاح دی کہ اہلِ عرب میں یہ حوصلہ کہاں کہ ہمارے
علاقے میں آسکیں، لیکن اگر اُن کے سر میں یہ خبط سمایا ہے، تو آپ
ایک مختصر سا لشکر تیار کر کے اُن کے مقابلے پر روانہ فرمادیں، جو انھیں
سرحد کے باہر ہی روک دے۔

اس پر شاہِ روم نے آٹھ ہزار فوج مع سازوسامان تیار کرنے کا
حکم دیا اور اُن پر چار افسر، جو نامی جنگجو اور تجربہ کار تھے، مقرر کیے؛
یعنی دو ہزار کے ایک دستے پر مشہور بہادر باطلیق کو مقرر کیا، دوسرے
دستے پر اس کے بھائی جبر جبیس کو، تیسرے پر لوقا کو، چوتھے پر صلیبا کو
اور ان سب پر جبر جبیس کو سپہ سالار متعین کیا۔

یہ آٹھ ہزار سوار ان چار بہادر اور شجاع سرداروں کی سرکردگی میں
تیزی سے کوچ کرتے ہوئے سرحدِ شام کو روانہ ہوئے۔

لشکرِ اسلام نے مقام تبوک میں تین روز قیام کیا۔ چوتھے روز وہ
آگے بڑھنے کی تیاری میں تھے کہ سامنے سے گرد اُڑتی ہوئی دکھائی دی
اور آگے چلنے والے سپاہی یعنی جاسوس خبر لائے کہ دشمن کا کثیر لشکر
مقابلے کے لیے آ رہا ہے۔

جب لشکرِ شام کو معلوم ہوا کہ اہلِ شام کا لشکر تبوک میں ڈیرا
ڈالے ہوئے ہے، تو وہ بھی کچھ فاصلہ چھوڑ کر اُن کے مقابل اُتر پڑے
اور لشکرِ اسلام کی جمعیّت کا اندازہ کرنے کے لیے جاسوس بھیج دیئے

یزید بن ابی سفیان نے دشمن کی آمد کی خبر پاتے ہی یہ حکمت کی تھی۔ کہ ربیعہؓ بن عامر کو ایک ہزار سوار دے کر کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا اور صرف ایک ہزار سپاہی دشمن کے مقابل کمپ میں رکھ دیا تھا جب فوج شام کے جاسوس اسلامی لشکر کا اندازہ کر کے واپس گئے، تو اُنہوں نے اپنے سرداروں کو جاکر اطلاع دی کہ لشکرِ عرب بمشکل ایک ہزار سوار ہونگے اور سامانِ حرب بھی اُن کے پاس چنداں زیادہ نہیں شامی فوج کے سردار یہ سُن کر بہت متعجب ہوئے۔ کیونکہ اُنہیں خیال تھا کہ اہلِ عرب نے جو شام پر حملہ کرنے کی جرأت کی ہے، تو ضرور ہے کہ وہ بڑا بھاری لشکر لائے ہونگے۔ مگر اب اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اہلِ عرب کو کس طرح یہ جرأت ہوئی کہ صرف ایک ہزار سوار سے ملکِ شام پر حملہ کرنے کی ٹھان لی۔ آخر اُنھوں نے یہی فیصلہ کیا کہ عرب کے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ بادشاہوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کس قدر فوج اور سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ صرف اسی بات کے عادی ہیں کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے لڑتا ہے۔ دونوں کی تعداد تھوڑی ہی ہوتی ہے۔ اُنھوں نے غلطی سے شام کے متعلق بھی یہی اندازہ لگایا کہ وہاں بھی اُن کو ایسے ہی ایک قبیلے کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ مگر وُہ یہ نہیں سمجھے کہ شام و روم ایک بادشاہ کے زیرنگین ہیں اور بادشاہ کے پاس لاکھوں کی تعداد میں لشکر اور بے شمار سامانِ حرب ہے

ماسوا اس کے شاہی فوج کے سردار اور قلعوں کے حاکم بڑے تجربہ کار جنگجو اور مشہور تیغ زن ہیں۔ اہلِ عرب کو یقیناً معلوم نہیں کہ جب اہلِ فارس نے ہم پر حملہ کیا تھا، تو ہم نے اُن کو مار مار کر بھگا دیا تھا۔ پھر قومِ جرامقہ کو شکست پر شکست دی۔ خیر اہلِ عرب کو جلد معلوم ہو جائیگا کہ شام میں لڑائی کے لیے آنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں صبح ہونے دو، ہم اُن کو اچھا سبق دینگے۔ اُن میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے اور پھر عرب پر حملہ کر کے اُن کے کعبے کی (نعوذ باللہ) اینٹ سے اینٹ بجا دینگے اور اُس کی بنیاد کھود کر اُسے زمین سے ہموار کر دینگے۔

غرض، شامی فوج کے سردار بڑے خوش تھے کہ اہلِ عرب کی تعداد بہت قلیل ہے اور صبح ہوتے ہی اُن کو آناً فاناً گھیر کر قتل کر ڈالیں گے اور پھر عرب پر حملہ کر دینگے تاکہ اہلِ عرب کو شام کی طرف منہ کرنے کا حوصلہ ہی نہ رہے۔

صبح ہوئی تو یزید بن ابی سفیان نے اپنا لشکر آراستہ کر کے میدانِ کارزار میں کھڑا کر دیا۔ پہلے اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگی۔ پھر اپنی فوج سے کہا: "استقلال اور حوصلے کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرنا۔ اُن کی کثرت کو خیال میں نہ لانا۔ تم نے کتنی مرتبہ دیکھا ہے کہ ہم نے بہت تھوڑی تعداد سے کثیر دشمنوں پر فتح پائی ہے اور اللہ تعالےٰ نے ہماری نصرت اور تائید کی ہے۔ اب بھی یہی سمجھو کہ اللہ

ہمارے ساتھ ہے اور وہ ہم کو دشمنوں پر فتح دے گا۔"

ادھر شامی فوج کے سرداروں نے لشکر آراستہ کر کے یہ تجویز کی کہ تمام فوج یکبارگی حملہ کرے اور اہلِ عرب کو گھیر کر قتل کر دیا جائے۔

اب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور تلوار چلنے لگی۔ اہلِ شام پر جلد واضح ہو گیا کہ جو لوگ عرب سے نکل کر شام پر حملہ آور ہوئے ہیں، وہ کچھ زور اور حوصلہ رکھتے ہیں۔ اسلامی لشکر نے وہ تلوار چلائی کہ شامیوں کے منہ پھیر دیے۔ پھر بھی چونکہ شامیوں کی تعداد زیادہ اور فوج قواعددان اور تجربہ کار تھی، اُن کو یقین تھا کہ آخر کار وہ لشکرِ اسلام کو مغلوب کر لیں گے کہ اتنے میں ربیعہؓ بن عامر کمین گاہ سے نکل کر ایک ہزار سوار کے ساتھ بجلی کی طرح شامیوں پر لوٹ پڑے۔ اب تو شامی بہت گھبرائے اور اُن کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ ربیعہؓ بن عامر کی نظر باطلیق پر پڑی، جو اپنے سپاہیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ وہ فی الفور راستہ صاف کر کے باطلیق کے مقابل ہوئے اور اس زور سے نیزہ مارا کہ اُس کے سُرین توڑ کر دوسری طرف نکل گیا۔ باطلیق گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑا اور ربیعہؓ بن عامر نے شامی لشکر پر دو دستہ تلوار چلانی شروع کی۔ شامی فوج اس حملے کی تاب نہ لا کر سراسیمہ اور حواس باختہ ہو کر پسپا ہوئی اور کیمپ میں پہنچ کر ہی دم لیا۔

اس لڑائی میں شامی فوج کے دو ہزار دو سو آدمی مقتول ہوئے اور اسلامی لشکر میں سے ایک سو بیس شہید ہوئے۔ میدانِ مسلمانوں

کے ہاتھ رہا اور اللہ نے اہلِ اسلام کو ملکِ شام میں یہ پہلی فتح عطا فرمائی لشکرِ اسلام کے حوصلے بڑھ گئے اور سب اللہ کا شکر بجا لائے۔

یزید بن ابو سفیان اور ربیعہ بن عامر باہم بغلگیر ہوئے اور یزید بن ابی سفیان نے ربیعہؓ بن عامر کے زبردست حملے کی از حد تعریف کی اور حکم دیا کہ شہیدوں کی لاشیں جمع کر کے اُن کو دفن کیا جائے۔ سب لاشوں کو یکجا کر کے اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور پھر انھیں دفن کر دیا گیا۔

یہ خوش نصیب لوگ تھے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے شہادت کا رتبہ دیا اور جنت میں اپنے وعدے کے مطابق جگہ دی، جہاں وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور موت کا لفظ اُن پر عائد نہ ہو سکے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوئے، مت سمجھو کہ مر گئے، بلکہ وہ تو ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس نہایت فرحت اور سرور میں ہیں۔

عربوں اور رومیوں کے مابین پہلی چھیڑ چھاڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شاہانِ وقت کے پاس دعوتِ اسلام کی غرض سے ایلچی بھیجے تھے۔ ایک ایلچی بنی غسان کے پاس روانہ کیا گیا، جس کو بنی غسان نے قتل کر ڈالا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام اور جانباز رفیق زید بن حارثہؓ کی سرکردگی میں ۸ ہجری میں سرحدِ شام کی طرف تین ہزار سوار روانہ کیے اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں، تو اُن کی جگہ جعفر طیار

بن ابی طالب، جو آپؐ کے چچیرے اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے، امیر مقرر کیے جائیں جعفر بھی شہید ہو جائیں، تو عبداللہ بن رواحہ اُن کی جگہ لے لیں اور عبداللہ بھی شہید ہو جائیں، تو اہلِ لشکر جس کو چاہیں امیر مقرر کر لیں۔ مقامِ موتہ پر اس لشکر کا رومیوں سے مقابلہ ہوا، جن کی تعداد کثیر تھی۔ مگر اہلِ عرب نے نڈر ہو کر بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ زید بن حارثہ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ جعفر طیار نے فی الفور بڑھ کر علم اُن کے ہاتھ سے لے لیا۔ حضرت جعفرؓ کا ایک ہاتھ کٹ گیا، تو انھوں نے علم دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا پھر دونوں زخمی اور لہولہان بازوؤں سے علم اپنے سینے سے لگا لیا۔ آخر دشمنوں نے یکدم وار کر کے اُن کو شہید کر دیا۔ اُنکے متعلق ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے: "جعفر کی موت نہایت شجاعانہ اور قابلِ یادگار ہوئی۔ اس جوانمرد شجاع کے جسم پر پچاس قابلِ فخر زخم آئے تھے"۔ پھر عبداللہ بن رواحہ نے علم لیا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔ تب خالدؓ نے بڑھ کر علم اٹھایا اور اس شدت سے حملہ کیا کہ ان کو پسپا کر کے باقی ماندہ لشکر کو بچا لیا اور دوسرے دن ان کو صحیح سالم مدینے کی طرف لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن ولید کا لقب سیف اللہ یعنی الٰہی تلوار رکھا۔ یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست پیشین گوئی تھی، جو نہایت احسن طور پر پوری ہوئی۔

۷۔ جنگِ تبوک کا دوسرا دن

جب بقیہ لشکرِ شام، جو یزیدؓ بن ابی سفیان اور ربیعہؓ بن عامر کی تیغ آب دار سے بچ رہا تھا، شکست خوردہ، خوار و خستہ حالت میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا، تو جرجیس نے اپنے ہمراہیوں کو بلا کر کہا "افسوس ہم کو فاش شکست ہوئی، ہمارے دو ہزار سے اوپر آدمی قتل ہوئے، میرا بہادر اور شجاع بھائی باطلیق بھی مارا گیا اور ہم بمشکل جان بچا کر قیام گاہ تک پہنچے ہیں۔ ہم کو ہرگز امید نہ تھی کہ آج کی لڑائی کا یہ نتیجہ ہوگا۔ ہماری فوج قواعد دان تھی، افسر تجربہ کار تھے۔ مگر آج ان بے قاعدہ عربوں کے سامنے ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ وہ آدمی ہیں یا کوئی بلا کہ موت سے بالکل نہیں ڈرتے اور ایسی بڑھ کر تلوار مارتے ہیں کہ کسی جنگجو سے بھی ممکن نہیں! تدبیرِ جنگ بھی اُن کو خوب آتی ہے کہ آدھے لشکر کو کمینگاہ میں چھپا دیا، جس نے ایسے وقت ہم پر حملہ کیا، جب ہم اُنکے ہمراہیوں پر غالب آنے کے قریب تھے اور حملہ بھی ایسا ناگہانی اور ایسی شدت کا کہ ہمارے سپاہی سراسیمہ ہو گئے۔ اب میں کیا منہ لے کر بادشاہ کے پاس جاؤنگا، میری تمام شہرت اور ناموری خاک میں مل گئی۔ صرف دو ہزار عربوں سے آٹھ ہزار رومیوں نے شکست

کھائی، کون باور کریگا؟ ہم نے تو عربوں کی تلواروں کی دھار دیکھ لی۔ اور مان گئے کہ وہ کسی حوصلے اور ہمت ہی پر شام کا قصد کر کے گھر سے نکلے ہیں لیکن جنہوں نے ان کو تلوار چلاتے نہیں دیکھا، وہ کس طرح ہمارا یقین کرینگے؟ کون باور کریگا کہ ایک عرب نے نیزے کے ایک ہی وار میں زرہ پوش اور بہادر باطلیق کو قتل کر دیا؟ آہ! بھائی کے قتل کو یاد کر کے میری آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے! بس میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کل بھائی کا بدلہ لے کر ان عربوں کو نیست و نابود کر دوں یا آپ بھی مارا جاؤں اور بھائی سے جا ملوں۔ میرے لیے اس بے عزتی کے ساتھ بادشاہ کے روبرو جانے سے یہاں میدان میں مارا جانا زیادہ اچھا ہے۔" اس پر سب سردار متفق ہو گئے کہ کل ہرگز میدان سے مُنہ نہ موڑیں گے۔ یا تو عربوں کو مارینگے یا آپ مارے جائیں گے۔

جب صبح ہوئی اور جرجیس نے میدانِ کارزار میں جانے کی تیاری کی، تو اُس کے سردار اُس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بجائے جنگ کرنے کے کوئی ایسی تدبیر کیوں نہ کریں، جس سے یہ عرب ہمارا پیچھا نہ کریں، کیونکہ ہمارے سپاہیوں نے کل عربوں کی تیغ زنی دیکھ لی ہے اور وہ ان سے خائف ہیں۔ کیوں نہ ہم ان عربوں کو لالچ دیں تاکہ یہ واپس ہو جائیں اور پھر شام میں آنے کا قصد نہ کریں؟ یہ گداگر، بے ساز و سامان اور بھوکے لوگ ہیں۔ روپے کے لالچ میں آجائیں

لگے اور ہم کو ان کے ہاتھ سے نجات مل جائیگی۔ بادشاہ بھی ہماری اس حکمتِ عملی پر خوش ہوگا کہ ہم نے تدبیر سے اس بلا کو ٹال دیا۔ گو جبر جبیس انتقام لینے پر تُلا ہُوا تھا، مگر ہمراہیوں کی امداد کے بغیر وہ کیا کرسکتا تھا؛ اس نے کہا: "اچھا، اس بات کی آزمائش کرکے دیکھ لیں اگر عرب روپے کے لالچ میں آکر ہم سے لڑائی موقوف کردیں، تو کیا حرج ہے؟ ہمیں ان پر فتح پاکر کیا لینا ہے؟ وہ بھوکے ننگے اور بے سروسامان لوگ ہیں۔ ان کے ملک میں بھی ریت کے تودوں کے سوا کیا ہے؟"

اس پر اہلِ شام میں سے ایک ہوشیار آدمی تجویز کرکے اسلامی کمپ میں بھیجا گیا تاکہ ان کے سردار سے جاکر کہے کہ اپنا کوئی دانا آدمی شامی لشکر کے سردار کے پاس بھیجو۔ وہ شخص یزید بن ابی سفیان کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ادب سے عرض کی کہ مجھ کو شامی فوج کے سردار نے آپ کے پاس اس لئے روانہ کیا ہے کہ آپ ایک دانا آدمی میرے ہمراہ لشکرِ شام میں بھیجیں، جو ہمارے سردار سے بات چیت کرے۔ اس پر ربیعہؓ بن عامر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "مجھ کو اجازت ہو، تو میں اس شخص کے ہمراہ شاہی فوج میں جاؤں۔"

یزیدؓ بن ابی سفیان نے اُن کو الگ لے جاکر کہا: "اگر تم وہاں گئے، تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ تم کو قتل نہ کریں، کیونکہ کل تم نے اُنکے نامی سردار کو قتل کیا تھا۔" ربیعہؓ بن عامر نے کہا: "اس بات کا آپ

اندیشہ نہ کریں، میں ہوشیار رہونگا اور ماسوا اس کے جب میں اس شخص کے ہمراہ جاؤں، تو آپ ایک دستہ فوج کمپ سے نکال کر آگے بڑھادیں تاکہ اگر شامی میرے ساتھ دغا کریں اور مجھ سے آمادۂ جنگ ہوں، تو میری تکبیر سنکر وہ دستہ لشکرِ شام پر حملہ کر دے۔ اس کے بعد آپ بھی باقی لشکر سمیت حملہ کر دیں اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں"۔ یہ تجویز کر کے ربیعہ بن عامر سوار ہو کر اُس قاصد کے ہمراہ لشکرِ شام کو تشریف لے گئے۔

جب شامی لشکر کے کمپ کے قریب پہنچے، تو قاصد نے کہا کہ ہمارے سردار کی تعظیم کی خاطر آپ یہاں گھوڑے سے اُتر پڑیں۔ اور میرے ہمراہ پیادہ چلیں۔ ربیعہ بن عامر نے جواب دیا کہ میں گھوڑے سے نہیں اُترونگا۔ اور اسی طرح مسلّح اور سوار تمہارے سردار کے خیمے تک جاؤنگا اور اپنا گھوڑا بھی کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں دُونگا اور اگر تم ضد کروگے۔ تو میں واپس چلا جاؤنگا۔ قاصد مجبوراً خاموش ہو گیا۔ ربیعہ بن عامر جرجیس کے خیمے پر گھوڑے سے اُترے اور گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں لے کر وہیں بیٹھ گئے۔

جرجیس نے کہا "اے برادرِ عربی! تمہاری قوم تمام اقوام سے کمزور ہے اور تمہارا ملک تمام ممالک سے غریب ہے۔ ہمیں کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ تم باوجود اس قدر کمزوری اور مفلسی کے اہلِ شام و روم پر حملہ کروگے۔ کیونکہ اس سے پہلے تم کو کبھی ہمت نہیں ہوئی۔

پھر تمہاری اس جرأت کا کیا باعث ہے؟"

ربیعہؓ بن عامر نے جواب دیا "بیشک ہماری قوم کمزور تھی۔ ہمارا ملک غریب تھا اور ہم آپس میں لڑتے بھڑتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم اور فضل کر کے ہم میں ایک نورِ ہدایت پیدا کیا جس نے ہمارے تمام تفرقے مٹا دیئے۔ ہم کو ایک قوم بنا دیا اور اسلام کی دولت سے ہم کو مالا مال کر دیا۔ ہماری کمزوری جاتی رہی اور ہماری مفلسی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہیں۔ ہم سب ایک ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول اور ایک خلیفہ کے تابع فرمان ہیں اور زہد، تقویٰ اور پاکیزگی کی دولت سے غنی ہیں۔ بیشک ہم دولت مند نہیں۔ مگر ہم میں کوئی بھوکا بھی نہیں مرتا۔ کیونکہ جو کچھ ایک کے پاس ہوتا ہے، وہ دوسرے کے ساتھ بانٹ کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ تعریف کی ہے کہ ہم آپس میں نہایت رحمدل اور ہمدرد ہیں۔"

پھر جرجیس نے کہا "کیا کوئی ایسی تدبیر نہیں ہو سکتی کہ تم ہم سے نہ لڑو اور اپنے ملک میں پھر جاؤ؟ مثلاً اگر تم ہم سے عہد کر لو کہ تم آئندہ کبھی ملکِ شام پر حملہ نہ کرو گے اور صلح رکھو گے، تو ہم تمہارے لشکر کے ہر ایک آدمی کو ایک ایک دینار اور ایک ایک بارِ شتر غلّہ، تمہارے سردارِ لشکر کو سو دینار اور دس بارِ شتر غلّہ اور تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار اور سو بارِ شتر غلّہ دیں گے۔"

ربعیؓ بن عامر نے کہا: "اے سردار! تم نے ہم کو غلط سمجھا ہے۔ ہم کسی طمع نفسانی کے لیے یہاں نہیں آئے۔ ہم تو اپنے خلیفہ کے حکم سے سرحد پر ہمیشہ کیلئے امن قائم کرنے اور ساتھ ہی توحیدِ الٰہی پھیلانے اور شرک مٹانے آئے ہیں۔ ہم تمہارے دیناروں کی خاطر نہیں آئے۔ ہم کو حکم ہے کہ جہاں جائیں، لوگوں کو دعوتِ اسلام دیں۔ اگر کوئی شخص اپنی رضا اور رغبت سے اللہ کے دین میں آجائے اور اسلام قبول کر لے تو وہ ہمارا بھائی بن جائیگا اور اس کے حقوق بالکل ہمارے مساوی ہونگے۔ اگر کوئی قوم اسلام قبول نہ کرے اور ہماری حفاظت میں آنا چاہے، تو ہم اس کو اپنی حفاظت میں لے لینگے۔ اُس سے ہم جزیہ وصول

ــ جزیہ ایک ٹیکس تھا جس کو انگریزی میں کیپی ٹیشن کہتے ہیں۔ یہ ٹیکس مردم شماری پر فی کس کے حساب سے لگایا جاتا تھا۔ یہ ٹیکس اہلِ اسلام کی ایجاد نہیں، بلکہ ان سے پہلے شاہانِ ایران و قسطنطنیہ اہلِ شام، جزیرۃ، عراق، مصر اور فارس وغیرہ سے مالیہ اراضی کے علاوہ یہ حفاظتی ٹیکس وصول کرتے تھے۔ اسلام نے اس میں یہ ترمیم کی کہ اس ٹیکس کو ہلکا کر دیا خلیفۂ اوّل و ثانی کا اپنے ماتحت سرداروں کو بڑا سخت اور تاکیدی حکم تھا کہ یہ ٹیکس (جزیہ) اتنی مقدار میں لیا جائے کہ لوگ بآسانی ادا کر سکیں۔ اہلِ شام و عراق پہلے یہ ٹیکس زیادہ مقدار میں دیا کرتے تھے۔ اسلئے اسلامی تشخیص کو جو نسبتاً نرم تھی، انہوں نے اپنے حق میں ابرِ رحمت سمجھا اور بڑی خوشی سے اب اسلام کی حفاظت میں آنے لگے، جیسا کہ اگلے صفحوں میں واضح ہوگا۔ اس ٹیکس کے معاوضے میں وہ لوگ فوجی خدمات سے بری الذمہ ہو جاتے تھے اور اہلِ عرب ان لوگوں کے جان و مال کے محافظ ہوتے تھے اس ٹیکس کی آمدنی اہلِ عرب کے فوجی مصارف میں خرچ ہوتی تھی۔ جو اشخاص اہلِ عرب کو جنگ میں امداد دیتے تھے، وہ اس ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیئے جاتے تھے۔

کریں گے اور اُن کے جان و مال کی حفاظت اپنے ذمے لیں گے۔ اس طرح ہمیشہ کے لیے سرحد پرامن رہیگا۔ لہٰذا ہم سے صلح رکھنے کے یہی دو طریق ہیں۔ جو طریق تم چاہو اختیار کر لو اور اگر دونوں میں سے کوئی اختیار نہ کرو، تو پھر ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کریگی۔ تم تعداد میں ہم سے زیادہ ہو، سامانِ حرب بھی تمہارے پاس زیادہ ہے تمہاری فوج بھی قواعد داں ہے، تمہارے افسر بھی تجربہ کار ہیں، تم ہر بات میں ہم سے زیادہ ہو، آؤ تلوار ہی سے فیصلہ کر لو جسے دے مولے"

جرجیس یہ جواب سُن کر بہت کھسیانا ہوا اور کہا "نہ ہم دینِ اسلام قبول کرتے ہیں، نہ جزیہ دینا ہماری شان کے شایان ہے۔ ہم یہ دونوں باتیں رد کرتے ہیں اور تم سے لڑائی پر آمادہ ہیں" اتنے میں ایک شخص نے جرجیس کے کان میں کہا "یہ وہی عرب ہے۔ جس نے آپکے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ اپنی فوج میں ایک سردار ہے" یہ سُن کر جرجیس کی آنکھیں غصے سے لال ہوگئیں۔ اُس نے تلوار کھینچ لی اور اُٹھا کہ ربیعہؓ بن عامر کو قتل کرے۔ ربیعہ اُس کی تیوری سے تاڑ گئے اور بجلی کی طرح جرجیس پر جھپٹے۔ لحظہ بھر میں جرجیس کا سر کٹ کر الگ جا پڑا۔ ربیعہؓ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور شامی لشکر نے اُن کو چار طرف سے گھیر لیا۔ ربیعہؓ دونوں ہاتھوں سے تلوار چلانے لگے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں کا وہ دستہ، جو اسی انتظار میں کھڑا تھا، فی الفور آگے بڑھا یزیدؓ بن ابی سُفیان یہ دیکھ کر کہ شامیوں نے ربیعہؓ کے ساتھ فریب

کیا ہے، اپنے باقی لشکر کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ دونوں لشکر آپس میں بل گئے اور زور شور سے تلوار چلنے لگی۔ اہلِ اسلام نے شامی لشکر میں ایک آفت مچادی، مگر شامی بھی خوب جم کر لڑے اور سخت مقابلہ کیا۔ لڑائی زوروں پر تھی کہ شُرحبیل بن حسنہ کاتب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سوار لے کر وہاں پہنچے۔ انھوں نے جو لشکرِ اسلام اور لشکرِ شام کو لڑتے دیکھا، تو بغیر دم لیئے وہ بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے میدان میں اتر آئے۔ پھر شامیوں کا کہاں ٹھکانا تھا؛ سب کے سب اسلامی تلوار کا لقمہ ہو گئے اور اسلام کو کامل فتح ہوئی۔ جب لڑائی سے فراغت ہوئی، تو یزیدؓ بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر نے شرحبیل بن حسنہ سے مصافحہ کیا اور ایک نے دوسرے کو فتح کی مبارک باد دی۔ سب اللہ کا شکر بجالائے اور دشمن کے کمپ پر قبضہ کر کے یہ سوچنے لگے کہ اس مالِ غنیمت کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ باتفاق رائے یہ قرار پایا کہ کل مالِ غنیمت خلیفۂ اوّل کی خدمت میں ارسال کیا جائے تاکہ جس طرح وہ چاہیں، خرچ یا تقسیم کریں۔ اس پر مالِ غنیمت شداد بن اوس کے سپرد کیا گیا اور چند سوار دیکر انھیں مدینۂ منورہ روانہ کیا گیا۔ لشکرِ اسلام نے تبوک ہی میں مقام رکھا تاکہ خلیفۂ اوّل کے حکم کا انتظار کریں۔

جب شداد بن اوس مالِ غنیمت سمیت مدینۂ منورہ میں پہنچے اور مسلمانوں کو فتح کی بشارت دی، تو تمام مسلمانوں نے بے اختیار ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق خلیفۂ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

نے پوچھا کہ یہ تکبیروں کی آواز کیسی ہے۔ اتنے میں ایک مسلمان دوڑتا ہوا آیا اور عرض کی: "یا خلیفہ رسول! مبارک ہو لشکرِ اسلام کو اللہ تعالےٰ نے مقام تبوک میں اہلِ شام پر فتح دی اور شداد بن اوس مالِ غنیمت لے کر مدینۂ منورہ میں آئے ہیں"

شداد بن اوس نے اونٹ سے اتر کر دو رکعت نمازِ شکر ادا کی پھر رسولِ مقبول کے روضہ مبارک کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھ کر خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لڑائی کا کل حال عرض کر کے مالِ غنیمت پیش کیا۔ خلیفۂ اوّل یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اہلِ اسلام کو شام و روم کا وارث بنائیگا۔ لشکرِ اسلام کو فتوحاتِ عظیم ہونگی، اللہ تعالیٰ کی توحید ان بلاد میں پھیل جائیگی اور ان علاقوں میں امن قائم ہو جائیگا" پھر آپ نے اس خیال سے کہ

ے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتویں پشت میں ملتے ہیں۔ قومِ قریش کا مورثِ اعلےٰ تیسری صدی مسیحی میں فہر نامی تھا جس کا لقب قریش دتاجر تھا اس کا بیٹا غالب، اس کا بیٹا لؤی، اس کا بیٹا کعب، اس کا بیٹا مرّہ تھا۔ مرّہ کے دو بیٹے تھے ایک کا نام کلاب، دوسرے کا نام تیم۔ کلاب کا بیٹا قصی، اس کا بیٹا عبد مناف اس کا بیٹا ہاشم۔ اس کا بیٹا عبد المطلب، اس کا بیٹا عبد اللہ اور عبد اللہ کے بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرّہ کے دوسرے بیٹے تیم کا بیٹا سعد، اس کا بیٹا کعب، اس کا بیٹا عامر، اس کے بیٹے ابو قحافہ اور ابو قحافہ کے بیٹے حضرت ابوبکرؓ تھے۔

شاہِ روم سے مقابلہ آپڑا ہے۔ اس فتح کی خبریں اطرافِ عرب میں روانہ کیں اور ایک خط اہلِ مکہ کو بلانے کے لیے لکھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر ثبت کی۔ عبداللہ بن حُذیفہ کو یہ خط دیکر اہلِ مکہ کی طرف روانہ کیا اور مالِ غنیمت سے ایک اور لشکر تیار کرنے کا ارادہ کیا۔

جب اس فتح کی خبر تمام عرب میں پھیل گئی، تو لوگ بڑے شوق سے مدینۂ منورہ میں آنے لگے۔ قومِ بنی کلاب کو یہ خبر پہنچی، تو اُن کے سردار ضحاک بن سفیان بن عوف نے اپنی قوم کو جمع کرکے کہا: "خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امدادِ اسلام کے لیے تمام مومنین کو بلایا ہے۔ جو مومن شام کی طرف گئے ہیں، اُن کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر نمایاں فتح عطا کی ہے اور اُنھوں نے خدا اور رسول کی رضامندی حاصل کرلی ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! چلو ہم بھی اللہ کی راہ میں جان دیں اور اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سرخروئی حاصل کریں۔"

یہ سُن کر بنی کلاب میں سے ایک سال خوردہ آدمی، جس نے شام اور روم کو اچھی طرح دیکھا تھا، بولا: "اے ضحاک! اپنی قوم کو کہاں لڑنے کو لیے جاتے ہو؟ تم کو معلوم نہیں کہ شاہِ روم کے پاس بیشمار لشکر ہے وہ لاکھوں آدمی میدانِ جنگ میں لاسکتا ہے اور اُس کے پاس سامانِ جنگ بے اندازہ ہے۔ وہ بڑی بھاری طاقت ہے۔ اہلِ عرب اُس کے مقابلے پر کیا ہیں؟ نہ اُن کی تعداد ہے، نہ اُن کے پاس سامان ہے، نہ فوج قواعدداں ہے۔ یہ لوگ بھوکے اور کمزور ہیں۔

یہ لوگ کہاں اہلِ شام و روم کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں؟ اگر ایک لڑائی میں عربوں کو فتح حاصل ہو گئی، تو کیا ہے؟ شاہِ روم لاکھوں کا لشکر ان کے مقابل کھڑا کر دے گا۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ہمارے لوگ شام میں جا کر ناحق اپنی جان ضائع کریں۔" اس پر ضحاک نے کہا "اے میری قوم! تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر معرکے پیش آئے، ان میں اہلِ اسلام کی جمعیت مشرکین سے ہمیشہ کم ہوتی تھی، سامانِ حرب بھی کم ہوتا تھا۔ مگر ہر موقع پر

ے سب سے پہلا لشکر، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ کے مقابلے پر حضرت حمزہ کے ماتحت روانہ کیا، اس کی تعداد صرف ۳۰ نفوس تھی اور مقابلے پر تین سو مشرکین تھے۔ دوسرا لشکر، جس کی تعداد ۶۰ نفوس تھی، عُبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کی سرکردگی میں دو سو مشرکین کے مقابلے پر روانہ کیا گیا۔ تیسرا لشکر جس کی تعداد صرف ۲۰ نفوس تھی، سعد بن ابی وقاص کے ماتحت جن مشرکین کے مقابلے پر روانہ کیا گیا، ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں، کیونکہ وہ سعد بن ابی وقاص کے پہنچنے سے پہلے ہی کوچ کر گئے تھے لیکن بہر حال مشرکین ۲۰ سے بہت زیادہ تھے۔ پھر جنگِ بدر میں اہلِ اسلام تین سو تیرہ اور مشرکین ایک ہزار تھے۔ جنگِ اُحد میں اہلِ اسلام ایکہزار اور مشرکین تین ہزار تھے۔ جنگِ خندق میں اہلِ اسلام تین ہزار اور مشرکین دس ہزار تھے۔ جنگِ خیبر میں اہلِ اسلام کی تعداد ۱۶۰۰ تھی اور مقابل پر تمام اہلِ خیبر اور اُن کے معاون ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ فتحِ مکہ میں اہلِ اسلام کی تعداد دس ہزار تھی اور مقابلے پر تمام اہلِ مکہ تھے۔

اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اُسے شرک پر غالب کرتا ہے۔ دیکھو، تمام اقوامِ عرب میں ہمارے پاس سازو سامان زیادہ ہے۔ اگر ہم پیچھے رہ گئے تو اہلِ عرب کو کیا منہ دکھائیں گے؟ چلو، ہم اپنے بھائیوں کی امداد کریں اور اپنے آپ کو جنت اور اُس کی نعمتوں کا حقدار بنائیں"۔ یہ گفتگو سُن کر بنی کلاب جوش میں آگئے اور سب کے سب پورے طور پر مسلح ہو کر خلیفہ اوّل کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اسی طرح اہلِ مکہ کو جب خلیفہ اوّل کا خط پہنچا، تو سُہیل بن عمروؓ حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جہل جوش سے بھر گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے خلیفہ رسُول کی دعوت قبول کی اور اللہ کی راہ میں جان، و مال فدا کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اُسی وقت اُنھوں نے سامانِ جنگ درُست کیا اور اپنے ہمراہیوں سمیت مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا راستے میں بنی ہوازن اور بنی ثقیف دونوں قبیلے اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اور اچھی خاصی جمعیت کے ساتھ جس میں بڑے نامی اور مشہور شجاع شامل تھے، مدینہ منورہ میں جا پہنچے اور مدینے کے باہر ڈیرا لگا کر خلیفہ اوّل کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

۸۔ اِسلام کا دُوسرا لشکر

جب اسلام کا دوسرا لشکر کافی تعداد میں جمع ہو چکا، تو خلیفۂ اوّل نے چند سرداروں کے ماتحت ان کو شام، فلسطین اور عراق بھیجنے کی تجویز کی۔ اہلِ مکہ کے سردار یعنی سُہیل بن عمرؓو، عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام اس بات کے خواہشمند تھے کہ خلیفۂ اوّل اُن میں سے ہر ایک کے لیئے ایک ایک علم بنا کر اُن کو ایک ایک دستہ فوج کا سردار نامزد کریں۔ کیونکہ اِن میں سے ہر ایک بجائے خود بڑا شجاع اور طاقتور جنگجو تھا۔ چنانچہ حارث بن ہشام نے حضرت عمرؓ سے کہا "جب ہم زمانۂ جاہلیت میں اسلام کا مقابلہ کرتے تھے، تو اُس وقت آپ ہمارے دشمن تھے، مگر اب تو ہم اسلام لا چکے ہیں، ہم آپ کے قریبی ہیں، آپ کو چاہیئے کہ قرابت کا پاس کریں، ہمارے رُتبے اور شان کے لائق ہم سے سلوک کریں اور خلیفۂ رسُول سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک دستہ فوج کا سردار مقرر فرمائیں" حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس بارے میں قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تو لحاظ اس بات کا کیا جائیگا کہ کون اسلام پہلے لایا۔ پس جو لوگ تم سے پہلے اسلام لائے ہیں، اُن کو تم

پر ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ سابقین کو آخرین پر فضیلت ہے۔" اس پر حارث بن ہشام نے کہا "اچھا اگر پہلے ایمان لانے والوں کو ترجیح دی جائے گی، تو ہم اس میں کوئی عذر نہیں کرتے۔ ہم اللہ کی راہ میں جان فدا کرنے آئے ہیں۔ ہم پر خواہ کوئی سردار مقرر کیا جائے، ہم اُس کے ماتحت دشمنانِ اسلام سے جنگ کریں گے اور جان و مال اللہ کی راہ میں نثار کریں گے۔"
عکرمہ بن ابی جہل نے کہا "لوگو! میں خدا کو اس بات کا گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا نفس اپنے ساتھیوں کے نفوس اور اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ ہم ہرگز جنگ سے منہ نہ موڑیں گے جس قدر عرصہ ہم اسلام سے مقابلہ کرتے رہے ہیں اُس سے دگنا عرصہ ہم دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کریں گے، اور جس قدر مال ہم اسلام کی مخالفت میں خرچ کرتے رہے ہیں اُس سے دوگنا مال اسلام کی امداد میں صرف کریں گے۔ اب ہم کو امیر اور سردار بننے کی کوئی خواہش نہیں رہی۔ ہم سپاہیوں کی طرح اسلامی علم کے نیچے لڑیں گے بلا لحاظ اس کے کہ علم کس کے ہاتھ میں ہے۔"
یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور اُن کے حق میں دعائے خیر کی۔ خلیفۂ اول نے حضرت عمرؓ کے مشورے سے اس لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر تو عمرو بن عاص کو سردار مقرر کیا۔ دوسرے پر خالد بن ولید سیف اللہ کو اور خاص مہم محمدی

جس کا رنگ سیاہ تھا اور نام رایۃ العقاب تھا، ان کے سپرد کیا اور مثنّٰی بن حارث کو، جو ایک نامی شہسوار تھے، نائب کے طور پر انکے ہمراہ کیا۔ تیسرے حصے پر ابوعبیدہ بن جرّاح امین الامت کو نامزد کیا اور شام و فلسطین کے تمام لشکر پر سپہ سالار مقرر کر کے حکم دیا کہ سب الگ الگ سمتوں کو جائیں، یعنی خالد بن ولید تو عراق عرب کی طرف، عمرو بن عاص فلسطین کی طرف اور ابوعبیدہ بن جرّاح سیدھا شام کا رخ کریں۔ جب اس بات کا تصفیہ ہو چکا، تو عمرو بن عاص حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا، "آپ کو میری شجاعت، تدبیر اور استقلال کا بخوبی علم ہے۔ اگر آپ خلیفۂ رسول کی خدمت میں میری سفارش کریں کہ اس تمام لشکرِ اسلام

؎ جنگ موتہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن ولید کو سیف اللہ کا لقب عطا کیا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زبردست پیشینگوئی تھی۔ خالد بن ولید آخر عمر تک الہٰی تلوار ثابت ہوئے اور باوجود اتنے معرکوں میں جان بازی کے ساتھ لڑنے اور مختلف موقعوں پر اپنی جان معرضِ ہلاکت میں ڈالنے کے خالد بن ولید کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور تمام علاقۂ شام و روم اہلِ اسلام کے قبضے میں کر دینے کے بعد حمص میں آرام کے ساتھ سنہ ۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ خالد کو میدانِ جنگ میں شہادت پانے کی ہمیشہ آرزو رہی، مگر ان کو شہادت نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تلوار سے کام لینا تھا اور اپنے حبیب کی پیشینگوئی کو پورا کرنا تھا۔ فی الحقیقت خالد کی تلوار اسلام کا ایک بڑا معجزہ تھی۔

کا سپہ سالار بجائے ابو عبیدہ کے مجھے مقرر فرمائیں، تو میں یقین کرتا ہوں کہ لشکرِ اسلام کو بڑی فتوحات حاصل ہوں گی اور خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ بلادِ شام و روم میرے ہاتھ سے فتح ہو جائیں گے" حضرت عمرؓ نے فرمایا "بے شک تمہاری شجاعت، تدبیر اور استقلال کا میں قائل ہوں، مگر میں اس بات سے خوش نہ ہوں گا کہ تم کو ابُو عبیدہ پر امیر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ ابو عبیدہ کا مرتبہ تم سے زیادہ ہے۔ وہ سابق الایمان ہیں اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو امین الامت کا خطاب دیا ہے" اس پر عمرو بن عاص نے کہا، اگر میں ابو عبیدہ پر امیر مقرر کیا جاؤں، تو یہ امر اُن کے مرتبے کی کمی کا باعث نہ ہوگا، کیونکہ میں تو صرف اسلام کا فائدہ مدِ نظر رکھ کر یہ عرض کر رہا ہوں" اس پر حضرت عمرؓ ناراض ہو کر فرمانے لگے "اے ابنِ عاص! اس درخواست سے تمہاری مراد صرف حصولِ مرتبہ ہے۔ سو خُدا سے ڈرو اور صرف عاقبت کا خیال رکھو" اس پر عمرو بن عاص خاموش ہو گئے اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ جب تیاری مکمل ہو چکی، تو خلیفۂ اوّل انھیں رخصت کرنے کے لیے لشکر گاہ میں تشریف لائے۔ عمرو بن عاص کو ابو عبیدہؓ بن جراح اور دیگر سرداروں کے

ے ابو عبیدہؓ بن جراح پہلے ایمان والوں میں سے ہیں۔ جن دنوں اسلامی جماعت دس بارہ آدمیوں سے زیادہ نہ تھی، وہ صدقِ دل سے مصائب و تکلیف میں اسلام کی حمایت کرتے رہے۔ وہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

روبرو نصیحت فرمائی :-

"ظاہر و باطن اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اور عالم تنہائی میں اللہ تعالےٰ کو یاد کرو، دل کو صاف رکھو اور یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ تمہارے ظاہر اور پوشیدہ حالات کو خوب جانتا ہے تمہاری نیت سے باخبر ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو برابر دیکھتا ہے۔ دیکھو اس لشکر میں تم سے بہتر اور معزز لوگ موجود ہیں۔ میں نے ان پر تم کو سردار مقرر کیا ہے اس لیئے ان پر باپ کی طرح شفقت کرنا اور ان کو ہر طرح خوش رکھنا۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اپنی عاقبت کی بھلائی مدِ نظر رکھنا جو کچھ کرنا، اللہ کے لیے کرنا۔ اپنے نفس کو ٹٹولتے رہنا اور جانچتے رہنا کہ کسی کام میں تمہارے نفس کی ملاوٹ تو نہیں۔ اپنے ہمراہیوں کی خبر گیری کرتے رہنا ان میں بعض ضعیف ہیں۔ اس لیئے چلنے میں شتابی نہ کرنا اور ضرورت سے زیادہ سفر کی صعوبت نہ اُٹھانا۔ اپنی حرکات سکنات کی اطلاع امین الامت سپہ سالارِ لشکرِ اسلام ابوعبیدہ کو برابر دیتے رہنا، ان کو کمک کی ضرورت پڑے تو ان کی امداد کو فی الفور پہنچنا اور اپنے دستۂ فوج کا مقدمۃ الجیش سُہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام اور سعید بن خالد بن سعید کو مقرر کرنا، کیونکہ یہ تجربہ کار، شجاع اور سرکردہ

نبرد آزما ہیں ان کا لشکر کے آگے رہنا نہایت فائدہ مند ہوگا
جس کام کے لئے تم جاتے ہو اس میں ہرگز سستی نہ کرنا
دشمنوں کی کثرت سے گھبرا نہ جانا اور یہ نہ کہنا کہ خلیفہ رسول
نے ہم کو ایسی جگہ بھیجا ہے کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم اللہ
اور اس کے رسول کا نام لے کر جان توڑ کر لڑنا حق اسلام ادا
کرنا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دینا۔ تم کو تجربہ ہے کہ کئی بار اللہ تعالیٰ
نے کثیر دشمنوں پر ہماری قلیل جماعت کو غلبہ دیا ہے۔ میں
پھر تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تمہارے ہمراہ صحابہؓ (مہاجرین و
انصار بلکہ اہل بدر میں سے بھی ہیں۔ ان کی دلجوئی اور حفظ
مراتب کا خیال رکھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ تم کو ان پر سردار اس
لئے مقرر کیا ہے کہ تم ان سے برتر ہو، بلکہ اپنے نفس کے
فریب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔ ہر امر میں ان سے مشورہ
لے لیا کرنا۔ نماز کا التزام رکھنا اور کوئی نماز بے اذان نہ
پڑھنا۔ دشمنوں سے بات چیت کرنے میں ہوشیار اور بالکل
نڈر رہنا۔ اپنے ہمراہیوں کو قرآن مجید پڑھنے کی تاکید کرنا۔
جب لشکر مقام کرے، تو کچھ آدمی نگہبانی کے لئے باری
باری مقرر کرتے رہنا اور آپ ان پاسبانوں کی نگرانی کرنا۔
اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک ہی جگہ نشست و برخاست
رکھنا۔ اگر کوئی ہمراہی شرع کے احکام کی خلاف ورزی کرے

تو اُس کو سزا دینا، مگر سزا دینے میں سختی نہ کرنا اور بغیر سزا کے بھی نہ چھوڑنا تاکہ دوسروں کو دلیری نہ ہو۔ جب دشمن کا مقابلہ کرو، تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا اور اُس سے نصرت مانگتے رہنا۔ اپنے ہمراہیوں کو خیانت سے بچنے کی تاکید کرنا۔ اگر کوئی خیانت کرے، تو ثابت ہو جانے پر اُس کو سزا دینا۔ جب کسی کو نصیحت کرو، تو کلام مختصر کرنا اور اپنے نفس کی ہر وقت اصلاح کرتے رہنا۔ دشمنوں کا مقابلہ حوصلے اور صبر کے ساتھ کرنا۔ میدانِ جنگ سے مُنہ نہ موڑنا اور شہادت پانے کو سعادتِ دارین سمجھنا۔ اس بات کا ضرور خیال رکھنا کہ لشکریوں میں زمانۂ جاہلیت کے ذکر اذکار نہ ہوں، کیونکہ ایسی باتوں سے باہم رنجش پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

جب خلیفۂ اوّل نصیحت ختم کر چکے، تو آپ نے ابوعبیدہ بن جراح اور خالدؓ بن ولید سے فرمایا: تم نے بھی میری نصیحت سُن لی۔ اب تم الگ الگ راستے شام، فلسطین اور عراق کو جاؤ اور اپنی جانوں کو اللہ کے راستے میں قربان کرو، میں تمھیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خُدا حافظ و ناصر!، جب خلیفۂ اوّل لشکرِ اسلام کو رُخصت کر کے مدینۂ منوّرہ میں واپس تشریف لائے، تو بہت ہی خوش تھے۔ بار بار اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے لشکریوں کے حق میں دُعائے خیر

کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حفظ و امان کی دُعا مانگتے۔ اُن کو کامل یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کریگا اور اہلِ اسلام کو روم و شام کا وارث بنائیگا، اور اپنے دین کو ان بلاد میں پھیلائیگا، وہاں کے لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت یاب کریگا۔ اور ان کو اپنی رحمت کے سائے میں لے لیگا۔

جب اسلام کا دوسرا لشکر مدینۂ منورہ کے باہر جمع ہو رہا تھا، تو اُن دونوں رومی سوداگر عادۃً مدینے میں کچھ سوداگری کا مال بیچنے کے لیئے آئے ہوئے تھے۔ وہ مال بیچ کر جب روم میں پہنچے، تو اُنھوں نے اہلِ روم کو یہ خبر سنائی کہ عرب میں بڑا بھاری لشکر فلسطین پر دھاوا کرنے کے لیئے تیار ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک سوداگر نے جو شاہی دربار میں رسوخ یافتہ تھا، خود ہرقل شاہ روم کے پاس حاضر ہو کر یہ اطلاع دی۔ اس پر ہرقل نے پوچھا" وہ کیسے لوگ ہیں؟ سوداگر نے کہا" وہ بڑے جانباز اور دلیر ہیں۔ اپنے مذہب کے سخت پابند ہیں اور اپنے خلیفہ کے نہایت مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ بڑے پرہیزگار اور خداترس ہیں۔ اُن میں باہم بڑا اتفاق ہے۔ وہ ایک دُوسرے کے ساتھ رحم، حلم اور دلی ہمدردی سے پیش آتے ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف اور تفرقہ نہیں۔ سب کے سب یک دل اور ایک زبان ہیں۔ چھوٹے بڑے، ادنےٰ اعلےٰ، سب مساوی ہیں۔ اس بات کی اُن میں کوئی تمیز نہیں۔ اُن میں

جو سردار ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو سپاہی کے برابر سمجھتا ہے۔ سب کے حقوق یکساں ہیں۔"

پھر ہرقل نے پوچھا "ان کا خلیفہ کیسا ہے؟" سوداگر نے کہا، "میں نے خلیفہ کو دیکھا ہے۔ انھوں نے ایک چادر مجھ سے چار درہم کو مول لے کر اپنے شانوں پر ڈال لی تھی۔ خلیفہ بالکل دیگر مسلمانوں کی طرح رہتے ہیں۔ کوئی غیر آدمی ہرگز ان میں اور دیگر مسلمانوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ان کا لباس بالکل عام مسلمانوں کا سا ہے۔ وہ بغیر کسی باڈی گارڈ کے کھلے بندوں مدینے کی گلیوں میں پھرتے ہیں اور خلائق کی نگرانی کرتے ہیں۔ مسلمان ان سے بے تکلف گفتگو کرتے ہیں۔ وہ سب باتیں سنتے ہیں۔ امیر غریب سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور عدالت کے وقت کسی کی رعایت نہیں کرتے خواہ ان کا قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ سن کر ہرقل سوچ میں پڑ گیا۔ جرجیس اور اس کے بھائی بطریق اور اس کے ہمراہیوں کی اطلاع اس کو پہلے پہنچ چکی تھی، جو مقام تبوک میں یزید بن ابی سفیان، ربیعہ بن عامر اور شرجیل بن حسنہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے، باوجودیکہ انکی تعداد آٹھ ہزار تھی اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اس خبر کو سن کر وہ سخت حیران ہوا تھا مگر اب جو سوداگر کی زبانی اس کو معلوم ہوا کہ وہ کیسی قوم ہے جس سے اس کو مقابلہ پیش آیا ہے، تو اس کی وہ حیرانی دور ہو گئی اور اس نے سمجھا کہ ایسی

قوم کے مقابل اس سے دس گنی فوج بھیجی جائے، جب کہیں کچھ کامیابی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ اس پر اُس نے اپنے اراکین کو طلب کیا اور اُن کو کل حال سُنا کر اُن سے مشورہ لیا۔ انھوں نے بھی یہی رائے دی کہ کسی طرح اس بلا کو سرحد کے پار ہی روکنا چاہیے۔ فلسطین بڑا سرسبز اور شاداب علاقہ ہے۔ اگر اُس پر عرب کا قبضہ ہو گیا، تو پھر روم کا تختہ اُلٹ دینے میں کچھ دیر نہ لگے گی۔

اس پر ہرقل شاہِ روم نے حکم دیا کہ ایک لاکھ فوج آراستہ کی جائے۔ اُس لاکھ فوج کے اُس نے دس دستے بنائے اور ہر ایک دستے پر ایک سردار مقرر کیا۔ اس پر روبیس کو سپہ سالار نامزد کیا اور اس کو تاکید کی کہ جس طرح ہو سکے، اہلِ عرب کو سرحد کے پار ہی روک دے اور اُن کو فلسطین میں قدم نہ رکھنے دے۔ روبیس بڑا بہادر جرنیل تھا اور اُس کو زعم تھا کہ میں اہلِ عرب کو ایک ہی حملے میں ایسا بھگا دوں گا کہ پھر وہ اس طرف مُنہ نہ کرینگے۔

Amna Rahelm

چنانچہ وہ بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہُوا اور دس ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ اپنے آگے روانہ کیا تاکہ اہلِ عرب سرحد پر جلد پہنچ جائیں، تو اُن کو اُس وقت تک وہیں روکے رکھے جب تک کہ باقی فوج وہاں نہ پہنچ جائے۔ اُس وقت ہرقل شاہِ روم اپنے ایشائی علاقے کے دارالخلافہ انطاکیہ میں موجود تھا۔ عمروؓ بن عاص خلیفۂ اوّل کی ہدایت کے بموجب الگ راستے سے نو ہزار جوانوں کی جمعیت کے

ساتھ فلسطین کو روانہ ہوئے۔ اپنا علم بردار سعید بن خالد بن سعید کو، جو رشتے میں اُن کے بھتیجے تھے، مقرر فرمایا اور مُقدمۃ الجیش یعنی پیش رو دستہ فوج میں خلیفۂ اوّل کی ہدایت کے بموجب سُہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل کو مقرر فرمایا اور آہستہ آہستہ منزلیں طے کرنے لگے راستے میں، بوجہ بنجر اور سنگلاخ زمین کے اُن کو چارے وغیرہ کی بہت تکلیف ہوئی اور سواری کے جانور بہت لاغر اور کمزور ہو گئے۔ جب وہ فلسطین کے علاقے میں پہنچے، تو انھیں زمین نہایت سرسبز اور شاداب نظر آئی، جہاں چارہ اور پانی بہ افراط تھا۔ اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ اس جگہ چند روز قیام کر کے دم لیں تاکہ جانور توانا اور مضبوط ہو جائیں۔ چنانچہ اسی جگہ لشکر اُتارا گیا اور گھوڑے اور اونٹ چراگاہ میں چھوڑ دیے گئے۔

اتنے میں عامر بن عدی، جو ایک دین دار مسلمان تھے اور اپنے عزیز اقارب سے مل کر علاقہ شام سے واپس عرب کو جا رہے تھے، لشکرِ اسلام میں پہنچے اور عمرو بن عاص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمرو بن عاص نے پوچھا: "اے عامر! کیا باعث ہے کہ تیرے چہرے پر پژمردگی چھائی ہوئی ہے اور تم ہم کو دیکھ کر خوش نہیں ہوئے؟" عامرؓ نے کہا: "میری دلگیری کی وجہ یہ ہے کہ انطاکیہ سے بڑا بھاری لشکر یعنی ایک لاکھ سپاہی اہلِ اسلام کے مقابلے پر روانہ ہوا ہے۔ ان میں نامی جنگجو تو بہت ہیں، مگر ان کا سپہ سالار بڑا دلیر اور بہادر شخص ہے،

جس نے کئی معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں اور اہلِ روم میں بڑا سرکردہ سمجھا جاتا ہے۔ مجھ کو اہلِ اسلام کی قلت دیکھ کر تشویش پیدا ہوئی ہے کہ خدا خیر کرے، مقابلہ بڑا سخت آپڑا ہے"۔ عمرو بن عاصؓ نے کہا: "اے عامر! مت گھبراؤ۔ دشمن کی کثرت ہم پر کچھ اثر نہ کریگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا"۔

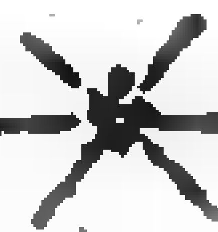
پھر عمرو بن عاصؓ نے اپنے ہمراہی سرداروں سے مشورہ طلب کیا۔ ایک گروہ نے یہ مشورہ دیا کہ واقعی دشمن کی تعداد ہم سے دس گنی سے بھی زیادہ ہے۔ ممکن ہے کہ ہم اُن سے دو بدو عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ بہتر ہے کہ ہم پیچھے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ ڈیرا لگائیں۔ دشمن کی فوج کثیر ہے۔ وہ جنگل میں چارے ذخیرہ کی قلت کے باعث ہمارے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ اور ہم موقع پا کر اُن پر شبخون مارا کریں گے۔

اس پر سہیلؓ بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل نے کہا: "یہ مشورہ تو

ء دنیا کی کسی تاریخ میں اس قسم کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اہلِ عرب دینی نشے اور ایمانی وجد سے سرشار تھے۔ وہ دشمن کی بے حد کثرت کو بھی مطلق خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ یہ مقولہ ہر وقت اُن کی زبان پر جاری تھا کہ بہشت تلوار کے سائے میں ہے۔ وہ میدانِ رزم کو بزم خیال کرتے تھے۔ اور خطرے کو ایک کھیل سمجھتے تھے۔

(مؤرخین کی تاریخ عالم، جلد ۸ (صفحہ ۱۸۱)

کمزور اور دہشت زدہ آدمی کا سا ہے۔ ہم تو ایک قدم پیچھے نہ ہٹینگے اور آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔" اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: "ہم تو خدا اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلیفۂ رسُول کے حکم کے بموجب جان توڑ کر مقابلہ کریں گے۔ اگر کسی کو جان کا خوف ہے تو وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور واپس چلا جائے ہم تو کفن سر پر باندھ کر آئے ہیں۔ یا دشمنوں پر فتح پائیں گے یا اللہ کی راہ میں شہادت کا رُتبہ حاصل کرینگے۔"



۹۔ فلسطین کا پہلا معرکہ

عمرو بن عاص نے کہا "اے فاروقؓ کے بیٹے! تم نے وہ بات کہی ہے، جو میرے دل میں تھی۔ بے شک جب ہم اللہ کی راہ میں جان دینے آئے ہیں، تو ہمیں پناہیں ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے؟ خلیفۂ رسولؐ کی نصیحت ہے کہ دشمنوں کی کثرت سے مت گھبرانا اور اللہ کا نام لے کر بڑے صبر و استقلال سے جان توڑ کر مقابلہ کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا پس میری یہ تجویز ہے کہ تم ایک ہزار چیدہ جوان ہمراہ لے لو اور دشمن کے لشکر کی خبر لاؤ۔ اگر دشمن کی پیش رو فوج کا تم سے مقابلہ ہو جائے۔ تو میرے حکم کا انتظار کیے بغیر لڑائی شروع کر دینا اور بڑی سختی سے مقابلہ کرنا اور ہم کو اطلاع دے دینا۔"

عبداللہ بن عمرؓ یہ سن کر بڑے خوش ہوئے اور کہا "آپ دیکھینگے کہ میں اللہ کی راہ میں کیسے جان فدا کرتا ہوں۔" اس پر ایک ہزار جوان منتخب ہوئے، جن میں حارث بن ہشام، سعید بن سعید، سہیلؓ بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل جیسے نامی دلاور اور شجاع شامل تھے۔ جب سب تیار ہو گئے، تو عمرو بن عاص نے عبداللہ بن عمرؓ کے ہاتھ میں علم دیا اور عبداللہ بن عمرؓ ایک ہزار چیدہ جوان لے کر دشمن کی خبر کے لیے روانہ

ہو گئے۔ ایک دن رات برابر چلتے رہے۔ جب دوسری صبح ہوئی تو ایک مقام پر ستانے کے لیے ٹھیر گئے۔ اتنے میں سامنے سے ایک غبار دکھائی دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ یہ غبار دشمن کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چند آدمیوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم جا کر خبر لائیں عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ یہ وقت متفرق ہونے کا نہیں، سب اسی جگہ جمع ہو کر ٹھیرے رہو اور حملے کے تیار رہو۔ اتنے میں غبار نزدیک پہنچا اور دشمن کا لشکر دکھائی دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا "غالباً دشمن کی فوج کا یہ پیش رو دستہ ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم دفعۃً ان پر حملہ کر دیں تا کہ ان کے دل میں دہشت بیٹھ جائے اور وہ سنبھلنے نہ پائیں۔ گو ان کی تعداد زیادہ ہے، مگر اللہ پر توکل کر کے حملہ کر دو۔ اور یاد رکھو کہ بہشت تلوار کے سائے میں ہے۔ جسے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو راضی کرنا ہو، وہ میرے ساتھ دشمن پر حملہ کرے۔" سب کے سب عبداللہ بن عمرؓ ہی کی طرح پُرجوش اور شہادت کے مشتاق تھے پیچھے رہنے والا کون تھا؟ سُہیل بن عمروؓ، حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل اور ضحاک بن سفیان نے گھوڑوں کی باگیں اُٹھا دیں۔ اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ دشمن کی اگلی صف پر ٹوٹ پڑے۔ باقی جوان بھی آناً فاناً دشمن کے لشکر سے جا ملے اور لگی تلوار چلنے۔ رومی پہلے تو حملے کی شدت دیکھ کر گھبرا گئے، پھر اہلِ اسلام کی تعداد تھوڑی دیکھ کر جم کر لڑنے لگے۔ مگر

اسلام کا ایک ایک جوان اُن کے کئی کئی سو پر بھاری تھا۔ رُومی دائیں بائیں کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ اور میدان کا ذرا ذرا اُن کے خون سے لال ہو گیا۔ عبداللہ بن عمرؓ دائیں بائیں تلوار چلاتے ہوئے دشمن کے عقب میں گھس گئے۔ راستہ صاف کر کے رومی سردار کے مقابل ہوئے۔ رومی سردار بڑا قدآور اور بڑے ڈیل ڈول کا پہلوان تھا۔ مست ہاتھی کی طرح للکار کر لشکریوں کو مقابلے کے لیے اُکسا رہا تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے بڑھ کر اُس پر نیزے کا وار کیا جس کے صدمے سے اُس کا گھوڑا چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے بھی سنبھل کر عبداللہ بن عمرؓ پر نیزے کا وار کیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا نیزہ ہاتھ سے پھینک دیا اور تلوار سے رومی سردار کا نیزہ دو ٹکڑے کر دیا۔ وہ اسی حیرانی میں تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی تلوار پیغامِ اجل لیے ہوئے بجلی کی طرح اُس پر پڑی اور اس کو گھائل کر کے زمین پر گرا دیا۔ سردار کے مارے جانے پر رومی لشکر میں تہلکہ پڑ گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ اُن کو قتل کرتے ہوئے بہت دُور نکل گئے۔ جب رومی لشکر بھاگ نکلا، تو اسلامی پہلوان میدان میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو فتح کی مبارکباد دینے لگے۔ مگر اپنے سردار عبداللہ بن عمرؓ کو نہ پا کر کچھ غمگین سے ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدانخواستہ عبداللہ بن عمرؓ کا ایک بال بھی بانکا ہوا ہے، تو یہ فتح

اُس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ اسی تشویش میں تھے کہ عبداللہ بن عمرؓ مظفر و منصور اُن میں آملے۔ اُن کو دیکھ کر سب خوش ہوئے اور پوچھا کہ آپ کدھر گم ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں رومی سردار کو قتل کر کے اس کے سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا دُور نکل گیا تھا۔ اس پر سب نے اُن کو فتح کی مبارکباد دی۔ انھوں نے کہا کہ یہ مبارکبادی ہم سب کے لیئے یکساں ہے، کیونکہ سب نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان فدا کرنے میں مستعدی دکھائی اور کسی نے بھی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے میں اپنی جان دینے سے دریغ نہیں کیا۔

اس لڑائی میں کئی ہزار رومی قتل ہوئے، مگر اسلامی لشکر میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے۔ باقی سب اللہ کی تائید سے محفوظ رہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے حکم سے شہیدوں کی لاشیں میدان سے لائی گئیں اور اُن پر نمازِ جنازہ پڑھ کر اُن کو دفن کیا گیا۔ پھر مالِ غنیمت جمع کیا گیا اور اسیروں کو ہمراہ لے کر سب اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف واپس ہو گئے۔

جب عبداللہ بن عمرؓ نے عمرو بن عاص کو لڑائی کی کیفیت اور رومیوں کی شکست کی اطلاع دی، تو وہ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجالائے۔ پھر قیدیوں کو بُلا کر اُن سے رومی لشکر کے حالات دریافت کرنے لگے۔ ایک قیدی نے کہا: "شاہِ روم کا سردار روبیس

جو بڑا نامی بہادر ہے ایک لاکھ فوج جرار لے کر تمھارے مقابلے کو آرہا ہے۔ یہ دستہ دس ہزار فوج کا اس نے اپنے آگے بھیجا تھا کہ تمھاری پیش قدمی کو روکے رکھے۔ مگر اس دستے کو شکست ہوئی۔ اور سردار مارا گیا، کیونکہ مسلمانوں نے اچانک اُن پر حملہ کر دیا تھا۔ روبیس بڑا تند خو ہے۔ وہ ضرور اس کا بدلہ تم سے لیگا اور یقین ہے کہ تم سب کو قتل کر دے گا، کیونکہ اس کے ساتھ فوج بے شمار ہے۔ اور قواعدِ جنگ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ اب تمھاری جان کی خیر نہیں" عمرو بن عاص نے کہا "کوئی پروا نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو روبیس پر غالب کریگا اور اس کو ذلیل و رسوا کرے گا"

لشکرِ اسلام نے رات اسی جگہ بسر کی اور صبح ہوتے ہی کوچ کا نقارہ بجادیا تاکہ رومی فوج کا آگے بڑھ کر مقابلہ کریں۔ تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ انھیں رومی فوج کے علم دکھائی دیئے۔ اس پر عمرو بن عاص نے لشکر کو ٹھیرنے کا حکم دیا اور لڑائی کے لیے صفیں درست کیں۔ دشمن کی فوج چونکہ کثیر تھی اور اندیشہ تھا کہ لشکرِ اسلام گھر نہ جائے اس لیے عمرو بن عاص نے ایسی تدبیر سے صفیں کھڑی کیں کہ کسی طرف سے دشمن ان پر ناگہاں نہ ٹوٹ پڑے۔ گویا آدمیوں کی ایک دیوار کھینچ دی اور انسانوں کا ایک قلعہ بنا دیا۔ دائیں بازو پر ضحاک بن سفیان کو مقرر کیا اور بائیں پر سعید بن خالد بن سعید کو اور خود باقی شجاعانِ اسلام کو لیکر قلب میں کھڑے ہوئے اور دشمن کے حملے کا انتظار کرنے لگے۔

رومیوں نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کیا اور ایک صف کے پیچھے دوسری صف کھڑی کی تاکہ کوئی اسلامی پہلوان صفوں کو چیر کر نہ نکل سکے چونکہ اربطیون تجربہ کار جرنیل تھا اور اس کی فوج ایسی دکھائی دیتی تھی کہ گویا لوہے کی دیوار کھڑی کر دی گئی ہے۔ اُس نے فوج کو حکم دیا کہ سب جمے کھڑے رہیں اور کوئی آدمی جنبش نہ کرے جب تک لشکرِ اسلام اپنی جگہ سے نہ ہلے کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اہلِ عرب کیا کرتے ہیں اور کس طرح حملہ آور ہوتے ہیں۔ لشکرِ اسلام نے بہت دیر تک انتظار کیا مگر رومی لشکر نے حرکت نہ کی۔ اس پر سعید بن خالد بن سعید نے عمرو بن عاص سے اجازت طلب کی کہ حکم ہو تو رومی لشکر کو جا کر حرکت میں لاؤں۔ عمرو بن عاص نے کہا "ہاں، ہمارا اہلِ عرب کی شجاعت اُن کو دکھاؤ" اس پر سعید میدان میں نکلے۔ اور رومیوں کو للکارا۔ مگر کوئی رومی اُن کے مقابلے کو نہ نکلا۔ لوہے کی دیوار کی طرح جوں کے توں کھڑے رہے۔ سعیدؓ نے جھنجھلا کر رومی لشکر کے دائیں بازو پر حملہ کر دیا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلانے لگے ایک صف کو توڑ کر دوسری صف تک پہنچ گئے۔ اُس کو بھی توڑ کر تیسری تک جا پہنچے اور کئی رومی قتل کر ڈالے۔ آخر رومیوں نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور زخمی کر کے شہید کر دیا سعیدؓ کی شہادت سے لشکرِ اسلام کو سخت صدمہ پہنچا اور خصوصیت کے ساتھ عمرو بن عاص کو بڑا قلق ہوا۔ انہوں نے کہا "آہ! سعید شہید ہو گئے! مگر

خیر کچھ مضائقہ نہیں، کئی سو کو مار کر شہید ہوئے ہیں۔ اپنی جان کو اللہ کی راہ میں اچھے داموں بیچ گئے اور اسلام کی شجاعت کا دشمنوں کے دلوں پر خوب سکہ بٹھا گئے۔ اے اسلام کے بہادرو! اب میں خود رومی لشکر پر حملہ کرتا ہوں۔ چلو! میرے ساتھ کون چلتا ہے؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم سب چلتے ہیں۔ صرف حکم کا انتظار تھا۔ تمام لشکرِ اسلام رومی لشکر پر حملہ آور ہوا اور ہر ایک جوان رومی فوج میں گھس گیا۔ رومی لشکر میں اہلِ اسلام ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے دریا میں مچھلیاں تیر رہی ہیں اور شجاعت کے وہ جوہر دکھلائے کہ رومیوں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ ضحاک بن سفیان، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن عمرؓ، معاذ بن جبلؓ، سیف بن عبادہ، سالم بن عباد اور دیگر شجاعانِ اسلام نے اس طرح تلوار چلائی کہ گویا فصل کاٹ رہے تھے۔ دائیں بائیں کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے انبار لگا دیئے۔ اللہ اکبر کے نعروں اور تلوار کی چوٹوں سے میدانِ کارزار گونج اٹھا۔ کب تک رومی سپاہی عرب کے شیروں کے مقابلے میں ٹھہر سکتے؟ دس ہزار تو وہیں کھیت رہے اور باقی سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے۔ روبیس نے ہر چند فوج کو للکارا اور سنبھالا، مگر عرب بہادروں نے اس کی صفیں توڑ دیں، اس کا نقشۂ جنگ الٹ پلٹ کر دیا اور اس کی تمام تدابیرِ جنگ کا تانا بانا ادھیڑ کر رکھ دیا۔ روبیس کو اب کوئی چارہ نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ بھی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ ایک

اسلامی گروہ نے اُن کا تعاقب کیا اور اُن کو مارتے مارتے دُور نکل گئے۔ شام ہو گئی تھی کہ میدانِ جنگ رومی سپاہیوں سے بالکل خالی ہو گیا۔ اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ عمرو بن عاص کو اس گروہ کی بڑی فکر تھی، جو رومیوں کے تعاقب میں دُور نکل گیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی جا کر اُن کو پھیر لائے کہ اتنے میں وہ گروہ خود ہی واپس آ گیا۔ عمرو بن عاص نے سجدۂ باری تعالیٰ ادا کیا اور مظفر و منصور اپنے خیمہ میں تشریف لائے چونکہ اہلِ اسلام اُس دن رومیوں کو قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ جلد جلد نمازیں پڑھ کر سو رہے۔ جب صبح ہوئی تو نمازِ صبح سے فراغت پا کر شہیدوں کو میدانِ جنگ سے اُٹھا لائے۔ اُن کی تعداد ایک سو تیس تھی۔ مگر اُن میں سعید بن خالد بن سعید کی لاش نہ تھی۔ اس پر عمرو بن عاص مع چند ہمراہیوں کے میدانِ جنگ میں گئے اور سعید کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے کچلا ہوا پایا۔ عمرو بن عاص سعید کی لاش دیکھ کر آب دیدہ ہوئے اور اُٹھا کر کمپ میں لائے۔ سب شہیدوں پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور دفن کیا گیا۔ اسکے بعد مالِ غنیمت جمع کیا گیا اور ایک خط لکھ کر ابوعامر کے ہاتھ ابوعبیدہ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام کی طرف، جو سرحدِ شام پر کمپ لگائے ہوئے تھے، ارسال کیا۔ جس کا مضمون حسبِ ذیل ہے:

عمرو بن عاص کی طرف سے امین الامت ابوعبیدہ سپہ سالارِ اسلام کی خدمت میں۔ خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع

کرتا ہوں۔ پہلے اللہ کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اپنے نبی پر درود اور سلام بھیجتا ہوں اس کے بعد عرض کرتا ہوں کہ میں بہادران و شجاعانِ اسلام کی معیت میں فلسطین پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اطلاع ملی کہ ہرقل شاہِ روم نے ایک لاکھ فوج بسر کردگی روبیس ہمارے مقابلے کیلئے روانہ کی ہے۔ میں نے عبداللہ بن عمر کو ایکہزار جوان کے ہمراہ روانہ کیا کہ دشمن کی خبر لائیں۔ ان کا مقابلہ دشمن کی پیش رو فوج سے، جس کی تعداد دس ہزار تھی، ہو گیا عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے ہمراہیوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ فوج کے سردار اور ہزاروں آدمی قتل کر کے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ ہمارے صرف سات آدمی اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ پھر میں اسلامی لشکر لیکر آگے بڑھا اور تھوڑی دور جاکر روبیس کا مقابلہ کیا۔ گو دشمن کی فوج کثیر تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا، ہماری تائید کی اور ہم کو دشمنوں پر فتح دی۔ رومی لشکر مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلا اور ان کا مال اسباب ہمارے ہاتھ آیا۔ دس ہزار سے زیادہ رومی اس معرکے میں قتل ہوئے اور ہماری جانب سے ایک سو اکتیس آدمی شہید ہوئے، جن میں اسلام کا جانباز اور شجاع پہلوان سعید بن خالد بن سعید بھی دادِ شجاعت دیتا ہوا کئی سو رومی قتل

کرکے شہید ہوا اور اللہ اور اس کے رسُول کی رضامندی حاصل کر گیا میرے ہمراہی اس لڑائی میں ایسی ثابت قدمی اور صبر سے لڑے کہ ان کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم ہم سب کے شامل حال رکھے۔ میں اس فتح کے بعد یہیں مقیم اور آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ حکم ہو، تو آگے بڑھوں۔ اگر ضرورت ہو، تو آپ سے آملوں۔ آپ پر اور سب مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

جب ابو عبیدہؓ نے یہ خط پڑھا، تو سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ سعید کے والد خالدؓ بن سعید بھی ابو عبیدہؓ کے لشکر کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔ جب انھوں نے اپنے بیٹے سعید کی شہادت کی خبر سُنی، تو بیتاب ہو گئے اور ابو عبیدہؓ سے عرض کی "اجازت ہو، تو میں اپنے پیارے بیٹے کی قبر کی زیارت کو جاؤں۔ خدا کرے، میں بھی جلد اُس کے پاس پہنچوں۔" ابو عبیدہؓ نے عمرو بن عاص کو یہ جواب دیا کہ تا حکم ثانی وہیں ٹھیرے رہو۔ خط خالدؓ بن سعید کے حوالے کر کے کہا "تم کو اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت ہے۔ اگر چاہو، تو عمرو بن عاص ہی کے ہمراہ رہو۔"

۱۰- جنگِ بصریٰ

جب خالد بن سعید ابوعامر کے ہمراہ ابوعبیدہؓ سپہ سالار لشکرِ اسلام کا خط لے کر عمرو بن عاص کی خدمت میں پہنچے، تو عمرو بن عاص نے اُٹھ کر اُن سے مصافحہ کیا اور اُن کے بہادر بیٹے کی شہادت کی ماتم پرسی کی۔ اُن کے بعد خالد بن سعید اپنے بیٹے کی قبر پر گئے اور اُن کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ پھر واپس آکر عمرو بن عاص سے عرض کی "چند سوار میرے ہمراہ کر دیجیے تاکہ میں دشمنوں کے تعاقب میں جاؤں اور جلد شہادت پاکر اپنے بیٹے سے جا ملوں"۔ عمرو بن عاص نے کہا "جلدی کیوں کرتے ہو، آخر تو رومی لشکر سے ہمارا مقابلہ ہونا ہے۔ تم دل کھول کر اپنے ارمان نکال لینا"۔ خالد بن سعید نے کہا "میں انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے ہمراہ کوئی اور نہیں جا سکتا، تو میں تنہا ہی جاؤں گا" یہ کہہ کر خالد نے ہتھیار سج لیے۔ اس پر عمرو بن عاص نے قومِ حمیر کے سو سوار اُن کے ہمراہ کر دیے۔

جب خالد بن سعید ہمراہیوں سمیت ایک سرسبز میدان میں پہنچے، تو اُنھوں نے ہمراہیوں سے کہا کہ یہاں ذرا دم لے لیں اور گھوڑوں کو چرنے کیلئے چھوڑ دیں۔ پھر تازہ دم ہو کر آگے بڑھیں۔

اتنے میں ایک ٹیلے پر کچھ آدمی نظر آئے۔ خالد بن سعید نے کہا، "معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ دشمن کے جاسوس ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کی فوج اسلامی لشکر پر ناگہاں حملہ کر دے۔ چلو ہم ان کو گرفتار کر لیں۔" اس پر سب کے سب پیادہ پا ٹیلے پر چڑھ گئے۔ اور اُن اشخاص کو، جو تعداد میں صرف چار تھے، گرفتار کر لیا جب اُن سے یہ حالات دریافت کیے، تو ایک نے جواب دیا، "جب سے اہلِ عرب نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے، ہم بڑی تشویش میں ہیں، کیونکہ لشکرِ روم کے لیے چار طرف سے رسد وغیرہ جمع ہو رہی ہے۔ جو کچھ لوگوں کے پاس ہوتا ہے زبردستی چھین لیا جاتا ہے۔ ہم گاؤں چھوڑ کر بھاگ نکلے ہیں تاکہ کسی امن کی جگہ جا بسیں۔" اس پر خالد بن سعید نے پوچھا، "یہ رسد کہاں جا رہی ہے؟" شامی نے جواب دیا، "مقامِ اجنادین میں رومی لشکر کثرت سے جمع ہو رہا ہے۔ جو لوگ اہلِ عرب سے شکست کھا کر بھاگے تھے، وہ بھی اسی جگہ جا ٹھیرے ہیں۔ اجنادین کو ہرقل شاہِ روم نے لشکر کا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا ہے تاکہ وہاں سے سرحد پر فوج بھیج کر اہلِ عرب کی پیش قدمی روکے اور اُن کو آگے نہ بڑھنے دے۔"

پھر خالد بن سعید نے پوچھا، "جو رسد تمھارے ہاں سے گئی ہے، وہ اجنادین کو لے گئے، یا ابھی جمع ہی کر رہے ہیں؟" شامی نے کہا، "رسد ایک ورنے میں جمع ہو رہی ہے، اور وہاں سے اُٹھا کر اجنادین لے جائیں گے۔" خالد بن سعید نے کہا، "اگر تم اُس ورنے

تک لے چلو، تو ہم تم کو چھوڑ دینگے۔ جہاں تمہارا جی چاہتا ہے، چلے جانا۔"
شامیوں نے اس بات کو منظور کیا اور خالدؓ بن سعید کے ہمراہ نیچے اُترے
خالد کے ہمراہی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شامیوں کو آگے رکھ لیا جب
اُس درے کے قریب پہنچے، تو خالدؓ نے ایک شامی کو خبر لانے کیلئے
روانہ کیا اور کہا "اگر تم نے دغا کی تو تمہارے تینوں ہمراہی قتل کر دیئے
جائینگے۔" جب وہ واپس آیا، تو اُس نے کہا رومی سوار رسد لا رہے ہیں
کوچ کیا ہی چاہتے ہیں۔ خالد نے پوچھا "رسد کے ہمراہ سوار کتنے ہیں؟"
اُس نے کہا "چھ سو مسلح جوان رسد کی حفاظت کے لئے وہاں موجود
ہیں۔" اس پر خالد نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "آؤ ہم یکبارگی حملہ کریں
اور نتیجہ اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دیں۔" سب نے دفعۃً حملہ کیا اور رومی
سواروں پر جا پڑے۔ رومی جم کر لڑے۔ مگر اسلامی بہادروں نے اُن
کو بے دریغ قتل کیا۔ اچانک خالد کی نظر رومی افسر پر پڑی، جو سواروں
کو لڑائی کی تاکید کر رہا تھا۔ خالدؓ فی الفور اسکے مقابل ہوئے لحظہ بھر میں
نیزے سے اس کا کام تمام کر دیا اور کہا "اللہ کا شکر ہے، میں نے اپنے
بیٹے کا بدلہ لے لیا" افسر کے مارے جانے سے رومیوں کے پاؤں اُکھڑ
گئے۔ ۲۰۰ تو قتل ہوئے، باقی بھاگ گئے۔ خالدؓ نے خدا کا شکر ادا کیا اور
تمام سامانِ رسد وغیرہ ہمراہ لے کر لشکرِ اسلام کی طرف واپس ہوئے۔
شامیوں کو وعدے کے مطابق درے میں چھوڑ دیا گیا اور اُن سے کہا گیا
کہ جہاں اُن کا جی چاہے، چلے جائیں۔ جب خالدؓ بن سعید سامانِ رسد

وغیرہ لے کر عمرو بن عاص کی خدمت میں پہنچے، تو عمرو بن عاص بہت خوش ہوئے اور کہا "بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کی نیک نیتی اور صاف باطنی کا اجر دے رہا ہے۔" اس کے بعد ایک خط خلیفہ اول کی خدمت میں لکھا، جس میں رومیوں کی لڑائیوں کا کل حال درج کیا اور یہ بھی اطلاع دی کہ رومی مقامِ اجنادین میں بڑی کثرت سے جمع ہو رہے ہیں اور اہلِ اسلام کی مزاحمت کی سخت کوشش کی جا رہی ہے۔

خط عامر دوسی کے ہاتھ مدینہ منورہ ارسال کیا گیا۔ جب خلیفہ اول نے وہ خط پڑھا، تو سجدہ باری تعالیٰ بجا لائے اور مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری سنائی۔ مسلمان سن کر بہت خوش ہوئے اور تکبیریں کہنے لگے پھر خلیفہ اول نے عامر دوسی سے ابو عبیدہؓ کا حال پوچھا۔ عامر نے جواب دیا "ابو عبیدہؓ ابھی تک شام کی سرحد پر ڈیرا لگائے ہوئے ہیں۔ اور آگے بڑھنے میں تامل کر رہے ہیں۔ کیونکہ رومی سپاہ کی کثرت سے ان کو اندیشہ ہے کہ اہلِ اسلام کو نقصان نہ پہنچے۔" اس پر خلیفہ اول نے فرمایا: "ابو عبیدہؓ بڑے رحم دل اور نرم طبیعت ہیں۔ بہتر ہو کہ ان کی جگہ کسی اور کو سپہ سالار مقرر کیا جائے۔" چنانچہ آپ نے صحابہ کبار سے مشورہ کیا کہ کیا خالدؓ بن ولید سیف اللہ کو تمام لشکرِ اسلام کا امیر مقرر کیا جائے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ جو تجویز آپ نے کی بہت ہی بہتر ہے۔ اس پر خلیفہ اول نے خالدؓ بن ولید سیف اللہ کو، جو عراق عرب کی طرف گئے تھے، خط لکھا "تم کو ابو عبیدہؓ کے بجائے

لشکرِ اسلام کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لیے تم مُثنّٰیؓ بن حارث کو کچھ لشکر دے کر عراق کی سرحد پر چھوڑ دو اور آپ کچھ لشکر لے کر شام میں پہنچو اور روم کے لشکر کا مقابلہ کرو۔"

یہ خط قاصد کے ہاتھ روانہ کیا گیا اور اُس کو تاکید کی گئی کہ حتی المقدور جلد پہنچ جائے۔ خالد بن ولید عرب کی شمال مشرقی سرحد پر امن قائم کر کے اور ایرانی لشکر کو شکست دے کر حیرہ، انبار اور فراوہ فتح کر چکے تھے۔ اب اُن کا ارادہ مدائن پر حملہ کرنے کا تھا کہ خلیفہ اوّل کا حکم نامہ پہنچا۔ انھوں نے اُسی وقت پندرہ سو سوار اپنے ہمراہ لے کر شام کی طرف کوچ کیا اور باقی لشکر مُثنّٰیؓ بن حارث کے ماتحت عراق میں چھوڑ دیا۔ خالدؓ نے روانگی سے پیشتر ابو عُبیدہؓ کو یہ پیغام بھیج دیا کہ مجھے خلیفۂ رسول نے لشکرِ اسلام کا امیر مقرر فرمایا ہے اس لئے آپ جس جگہ ہیں، وہیں قیام رکھیں جب تک کہ میں آپ کو دوسری اطلاع نہ دوں۔ یہ خط عامر بن طفیل کے ہاتھ روانہ کیا، جو بڑے بہادر اور جانباز مسلمان تھے۔

خالدؓ بن ولید اپنے ہمراہیوں سمیت براستہ عین التمر منزلیں طے کرتے ہوئے ارضِ سماتک پہنچ گئے۔ وہاں اُنھوں نے چند روز قیام کیا تاکہ آدمی اور جانور آرام کر لیں، کیونکہ اس کے آگے ریگستان تھا اور پانی کی بڑی تنگ تھی۔ تین منزلیں بڑی مشکل سے طے کی گئیں جب ارک میں پہنچے، تو وہاں کے لوگوں نے بے تامّل اہلِ عرب کی اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اسی طرح اہلِ سخنہ اور اہلِ تدمر و حوران

نے بھی خالدؓ بن ولید سے مصالحت کر لی اور اہلِ عرب نے اُن کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

جب خالد بن ولید کا خط ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا، تو اُن کے چہرے پر ذرا ملال نہ آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ابو عبیدہؓ خود تو سرحد ہی پر ڈیرا لگائے ہوئے تھے۔ مگر شرحبیل بن حسنہ کو چار ہزار جوان کے ہمراہ بُصریٰ کی طرف روانہ کر چکے تھے۔ جب شرحبیل بن حسنہ بُصریٰ کے قریب پہنچے، تو وہاں کا حاکم روباس اُن سے ملنے آیا اور کہنے لگا، "ہم نے اہلِ عرب کے حالات سُنے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے صُلح کر لوں۔" اس پر شرحبیل بن حسنہ نے کہا، "ہم سے صلح کرنے کے صرف دو طریق ہیں، ایک تو یہ کہ تم اسلام لاؤ اور ہمارے بھائی بن جاؤ، دوسرا یہ کہ ہماری حفاظت میں آ جاؤ اور جزیہ دو۔ اگر دونوں باتوں میں سے ایک بھی منظور نہ کرو، تو پھر ہم سے لڑو اور تلوار کا فیصلہ قبول کرو۔" روباس نے کہا، "میں اسلام کی عظمت کا قائل ہوں اور اہلِ اسلام نے تدمر اور حوران کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے، مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن میری قوم نہ اسلام لانا قبول کرے گی، نہ جزیہ دینا۔ مگر میں جا کر تحریک کرتا ہوں۔ آپ اُس وقت تک لڑائی موقوف رکھیں۔ اگر وہ مان گئے تو بہتر ورنہ میں آپ کو اطلاع دے دوں گا کہ آپ لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں۔" جب روباس قلعے میں واپس گیا، تو اُس نے بڑے بڑے آدمیوں کو جمع کر کے کہا، "اہلِ عرب نے

بصرٰی کے مقابل ڈیرا آ لگایا ہے۔ تم کو بخوبی علم ہے کہ تبوک اور فلسطین میں رومیوں نے اہلِ عرب سے شکستِ فاش کھائی اور باوجود کثرت کے ان سے مغلوب ہو گئے۔ یہ بڑی زبردست قوم ہے۔ اسکا مقابلہ ہم سے نہیں ہو سکیگا۔ بہتر ہے کہ جیسے تدمر وغیرہ کے لوگوں نے اُن سے مصالحت کر لی ہے۔ ہم بھی اُن سے مصالحت کر لیں اور اُن کی حفاظت میں آ جائیں "۔

یہ سُن کر اہلِ بصرٰی آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے ا ارو باس معلوم ہوتا ہے تم اہلِ عرب سے مل گئے ہو اور اُن کے رعب میں آگئے ہو۔ بادشاہ نے تمھیں بہادر سمجھ کر اس شہر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ تم اب نامردی دکھانا اور ہم کو اہلِ عرب کا غلام بنانا چاہتے ہو۔ اسلئے ہم اہلِ عرب کا مقابلہ تو پیچھے کریں گے، تمھارا کام پہلے تمام کر دینگے "۔

جب ارو باس نے اہلِ بصرٰی کے تیور بدلے ہوئے دیکھے تو کہنے لگا "میں نامرد نہیں ہوں اور نہ میں اہلِ عرب کے رعب میں آیا ہوں بلکہ میں نے صرف تمھاری جرأت اور غیرت آزمانے کیلئے یہ بات تم سے کہی تھی، ورنہ میں لڑائی پر آمادہ ہوں اور تم دیکھو گے کہ میدانِ جنگ میں کیسی شجاعت دکھاتا ہوں"۔ اس پر اہلِ بصرٰی خوش ہو گئے اور اسی وقت

سے شہر بصرہ، جو خلیج فارس کے کنارے عراق کا ایک مشہور بندرگاہ ہے اور جو اہلِ اسلام کا آباد کیا ہوا ہے۔ یہ بصرٰی جس پر شرحبیل بن حسنہ نے چڑھائی کی، اس وقت دمشق کے جنوب میں حوران کے قریب سرحدِ شام پر ایک محفوظ شہر تھا۔

روپاس نے ایک سوار شرحبیل بن حسنہ کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ ہم تمہارا مقابلہ کریں گے۔ دوسرے دن اہلِ بصریٰ آراستہ ہو کر میدان میں نکلے۔ شرحبیل بن حسنہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور اپنے ہمراہیوں کو تاکید کی کہ استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں۔ اسی وقت بصریٰ کی فوج نے جو تعداد میں بارہ ہزار تھی، چار ہزار مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے اور قتل کا بازار گرم ہوا۔ دوپہر تک بڑے زور سے لڑائی ہوتی رہی۔ اتنے میں ایک غبار دکھائی دیا۔ جب غبار صاف ہو گیا، تو اہلِ اسلام کیا دیکھتے ہیں کہ علمِ محمدی لہراتا ہوا آرہا ہے اور اُس کے آگے دو سوار زرہ پوش گھوڑے سرپٹ چھوڑے ہوئے اسلامی کیمپ کی طرف آرہے ہیں۔ جب شرحبیل بن حسنہ کے قریب پہنچے، تو اُس نے کہا: "اے شرحبیل! تمھیں بشارت ہو کہ میں خالد بن ولید مع دس ہزار بہادروں کے تمھاری کمک کو پہنچ گیا ہوں اور میرے ہمراہی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہیں۔" شرحبیل یہ سن کر خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمٰن سے بغلگیر ہوئے اور اللہ تعالےٰ کا شکر بجالا کر کہنے لگے "آپ عین وقت پر پہنچ گئے۔ گو اہلِ اسلام جان توڑ کر مقابلہ کر رہے ہیں، مگر اہلِ بصریٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہمارے لشکر کو گھیرے ہوئے ہیں۔" جونہیں اہلِ بصریٰ کو دکھائی دیا کہ لشکرِ اسلام کی کمک آگئی، انھوں نے لڑائی موقوف کر دی اور اپنی قیامگاہ کو پھر واپس چلے گئے۔ اہلِ عرب نے باقی دن اور رات آرام

سے بسر کی۔ جب صبح ہوئی، تو خالدؓ بن ولید نے کل لشکر آراستہ کیا۔ دائیں بازو پر ضرار بن ازور کو، جو ایک منچلے اور بہادر نوجوان تھے، مقرر کیا۔ آپ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور دیگر شجاعانِ عرب کو لے کر قلب میں کھڑے ہوئے اور سب کو تاکید کی کہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہیں جب تک دشمن ان پر حملہ نہ کریں۔ مگر اہلِ بصریٰ بھی چپ چاپ کھڑے رہے اچانک ایک مسلح سوار دشمن کی فوج سے نکلا اور لشکرِ اسلام کے قریب آکر کہنے لگا: "اپنے سردار کو میرے پاس بھیجو تاکہ میں اس سے گفتگو کروں۔" خالد بن ولید آگے بڑھے اور پوچھا: "تم کون ہو اور تمہارا مطلب کیا ہے؟" اُس نے جواب دیا: "میں روباس حاکمِ بصریٰ ہوں۔ کیا اسلامی لشکر کے سردار آپ ہیں؟" خالد بن ولید نے کہا: "اہلِ اسلام مجھے اسی وقت تک اپنا سردار سمجھتے ہیں جب تک میں اللہ اور رسول کے احکام کا پابند رہوں۔ لیکن جب مجھ سے کسی حکم کی خلاف ورزی ہو جائے، تو میری اُن پر کچھ حکومت نہیں رہیگی۔" روباس نے کہا: "مجھے اسلام کی طرف رغبت ہے اور میں آپ کے دین میں آنا چاہتا ہوں، لیکن اہلِ بصریٰ سے ڈرتا ہوں۔ اگر انھیں شک ہو گیا، تو مجھے مار ڈالینگے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھ سے لڑیں۔ میں تھوڑی دیر مقابلہ کر کے بھاگ جاؤنگا اور واپس جا کر اُن کو پھر سمجھاؤں گا۔ اگر وہ نہ مانیں گے، تو موقع پا کر اپنا نقد و جنس لے کر آپ کے پاس آ جاؤنگا۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "بہتر۔" اس پر دونوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد روباس بھاگ نکلا۔

اور اہلِ بُصریٰ سے کہا: "مجھ میں عرب کے دلیروں سے مقابلے کی طاقت نہیں۔ تم کبھی اُن پر غالب نہ آسکو گے بہتر ہے کہ ان سے مصالحت کر لو کیونکہ تم نے اُنکی تیغ زنی کا تجربہ کر لیا۔" اہلِ بُصریٰ بہت آشفتہ ہوئے اور اُنھوں نے رومانس سے کہا: "جاؤ تم گھر میں بیٹھ رہو ہم وریحان کو اپنا سردار بنا کر اہلِ عرب کا مقابلہ کرینگے۔" رومانس اسیوقت قلعے میں چلا گیا اور اہلِ بُصریٰ نے وریحان سے کہا: "آپ میدان میں نکلیے اور اہلِ عرب کے سردار کو قتل کیجیے۔ جب وہ مارا جائے گا۔ تو اہلِ عرب بے حوصلہ ہو جائینگے اور ہم اُن کو مار مار کر بھگا دینگے۔" وریحان یہ سُن کر میدان میں نکلا اور اسلامی سردار کو مقابلے کے لیے طلب کیا۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے کہا: "اس سے مقابلے کی اجازت دیجیے۔" چنانچہ عبدالرحمٰنؓ وریحان کے مقابل ہوئے۔ کچھ عرصے تک لڑائی ہوتی رہی اور دونوں لشکر بڑے غور سے اُن کی طرف دیکھتے رہے۔ اچانک وریحان بھاگ نکلا۔ جب لشکرِ بُصریٰ نے اس سے بھاگنے کی وجہ پوچھی، تو اُس نے کہا: "میرا حریف بڑا زبردست ہے۔ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دے اس لیے میں بھاگ آیا۔ لیکن میری صلاح مانو، تو سب کے سب یلبارگی حملہ کر دو۔" اس پر اہلِ بصریٰ حملہ آور ہوئے۔ اسلامی جوان بھی آگے بڑھے۔ خالدؓ بن ولید، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، رافع بن عُمیرہ اور ضرار بن ازور نے وہ تلوار چلائی کہ دشمنوں کی لاشوں سے میدانِ جنگ بھر دیا۔ اہلِ بُصریٰ تاب نہ لاکر پسپا ہوئے اور قلعے میں

پہنچ کر قلعہ بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر مظفر و منصور اپنی قیام گاہ میں واپس آیا۔ جب آدھی رات گزر گئی، تو روباس اپنے مکان کے چور دروازے سے نکل کر چپ چاپ خالد بن ولید کے پاس آیا اور کہنے لگا "میں صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں اور اسلام کی پہلی خدمت یہ ادا کرتا ہوں کہ سو چیدہ بہادر میرے ہمراہ بھیجیے۔ میں چور دروازے سے اُن کو قلعے میں پہنچا دونگا اور آپ باقی لشکر تیار رکھیں جب قلعے سے تکبیر کا نعرہ سنیے، تو فی الفور قلعے کے اندر آجائیے گا"۔ خالد بن ولید نے عبدالرحمٰن کو مع سو چیدہ بہادروں کے روباس کے ہمراہ کیا۔ روباس انھیں قلعے میں لے گیا اور اُن کے چار گروہ بنا کر قلعے کے چاروں دروازوں کی طرف بھیج دیے اور خود عبدالرحمٰن کے ہمراہ وریحان کے مکان پر گیا۔ جب وریحان کو معلوم ہوا کہ روباس کا ہمراہی عرب سوار ہے، تو اُس نے عبدالرحمٰن پر تلوار کا وار کیا۔ مگر عبدالرحمٰن نے وار خالی دے کر ایک ہی ہاتھ میں وریحان کا سر تن سے جدا کر دیا اور روباس کے ہمراہ اُس دروازے کی طرف گئے جس کا رُخ لشکرِ اسلام کی طرف تھا۔ وہاں پہنچتے ہی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اور محافظوں پر تلوار چلانی شروع کی۔ اُن کے ہمراہی چاروں طرف محافظوں کو قتل کرنے لگے۔ تکبیروں کے نعروں سے قلعہ گونج اٹھا فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا اور خالدؓ بن ولید مع اسلامی لشکر کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ اہلِ بُصریٰ فی الفور امان کے خواہاں ہوئے۔ ان کو امان دی گئی۔ بُصریٰ پر اہلِ اسلام کا قبضہ ہو گیا اور قلعے پر علمِ محمدی لہرانے لگا۔

دوسرے دن جب اہلِ بصریٰ خالد بن ولید کے پاس شرائطِ صلح طے کرنے آئے، تو انھوں نے پوچھا "آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ ہم میں سے کس شخص نے آپ کے سپاہیوں کو قلعے میں داخل کیا؟" خالد بن ولید تو خاموش رہے، مگر روباس نے اٹھ کر کہا "یہ کام میں نے کیا ہے۔" اس پر وہ بولے "کیا تو ہمارے مذہب سے نکل گیا ہے؟" روباس نے کہا "ہاں، میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میرا معبود صرف ایک اللہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیشوا ہیں۔ مذہب میرا اسلام ہے، اہلِ اسلام میرے بھائی ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا "میں نے اسلام لانے میں تمھاری خدمت بھی کی ہے۔ کیونکہ تم کو امان دی گئی ہے۔ تمھارے ساتھ آئینِ جنگ کے مطابق سلوک نہیں کیا گیا، ورنہ قاعدۂ جنگ کی رو سے اہلِ عرب تمھارے تمام مال واسباب کے مستحق ہو چکے تھے اور تمھارے اہل و عیال بندی میں لئے جاتے۔ بلاشبہ اہلِ عرب بڑے رحم دل اور احسان کرنے والے ہیں اور اُن کے مذہب کی تعلیم بھی ایسی ہی ہے۔ اگر اہلِ عرب کی جگہ کوئی اور ہوتا، تو تم جانتے ہی ہو تمھارا کیا حال ہوتا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو گمراہی سے نکال کر ہدایت بخشی۔ خدا تم کو بھی ہدایت دے۔"

۱۱۔ جنگِ دمشق

جب خالد بن ولید نے بُصریٰ، جو شاہ ہرقل کے علاقۂ شام کی سرحد پر پہلا مضبوط اور محفوظ شہر تھا، فتح کر کے اہلِ بُصریٰ کو اپنی حفاظت میں لے لیا، تو رُوباس حاکمِ بُصریٰ کو وہاں کا حاکم مقرر کرنے کی تجویز کی۔ مگر رُوباس نے کہا: "میں اسلام لا چکا ہوں اور میری یہ آرزو ہے کہ آپ کے ہمراہ رہ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں نثار کر دوں اور شہادت کا رتبہ پاؤں۔ اس لیے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسلامی لشکر میں شامل ہو جاؤں۔ میدانِ جنگ میں مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی اور میں زندہ رہا، تو شام پر اسلامی حکومت قائم ہو جانے پر بُصریٰ کی حکومت بخوشی قبول کر لوں گا!"

خالدؓ بن ولید یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور رُوباس کو گلے لگا لیا۔ پھر ایک خط خلیفۂ اول کی خدمت میں فتحِ بُصریٰ کے متعلق لکھا اور دوسرا خط ابو عبیدہ کو جس میں مضمون لکھا کہ فتحِ بُصریٰ کے بعد دمشق کی طرف کوچ کرتا ہوں، آپ بھی لشکر سمیت مجھ سے دمشق میں آ ملیں۔

اس کے بعد خالدؓ بن ولید نے اس خیال سے چند روز بُصریٰ میں

قیام کیا کہ ابوعبیدہؓ کے لشکر کو دمشق میں وقت پر پہنچنے کا موقع ملجائے۔
جب ہرقل شاہِ روم کو اطلاع ملی کہ اہلِ عرب نے تدمر، حوران اور بصریٰ فتح کر لیے اور دمشق پر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں، تو وہ گھبرایا اور کہنے لگا "اگر دمشق پر بھی اہلِ عرب کا قبضہ ہو گیا، تو شام کا ملک میرے ہاتھ سے نکل جائیگا۔ دمشق شام کا بہشت ہے جس طرح ہو سکے، دمشق کو بچانا چاہیے دمشق میں بارہ ہزار سپاہ موجود ہے اور وہاں کا حاکم عزرائیل بڑا بہادر اور شجاع ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سردار کو دمشق میں امداد کیلیے روانہ کروں۔ بتاؤ تم میں سے کون سردار عربوں کی پیش قدمی روکنے کیلیے جانا چاہتا ہے؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو سردار عربی لشکر کو شکست دیگا، جو چاہے گا، مجھ سے لیگا۔" اس پر ایک زبردست سردار کلوص نامی نے عرض کی "مجھ کو اجازت ہو، تو میں عربوں کو ملکِ شام سے نکال باہر کروں اور اُن کو ایسا سبق دوں کہ پھر شام کی طرف رُخ نہ کریں۔" ہرقل نے کہا "اگر تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، تو میں تمھیں سب سے اعلیٰ منصب عطا کرونگا اور زر و جواہر سے مالا مال کر دونگا" کلوص یہ سُنکر بڑا خوش ہوا۔ اور پانچ ہزار جرار سوار ہمراہ لے کر دمشق کو روانہ ہوا۔ خالد بن ولید بھی دمشق کو چلے اور منزلیں طے کرتے ہوئے بلے روک ٹوک دمشق تک پہنچ گئے۔ جب کلوص دمشق میں پہنچا اور اُس نے بادشاہ کا حکم عزرائیل اور اُسکے ماتحت سرداروں کو سُنایا، تو عزرائیل یہ حکم سُن کر ناراض ہوا کہ بادشاہ نے کلوص کو مجھ پر امیر مقرر کیا ہے۔ کلوص عزرائیل کی

ناراضگی دیکھ کر آشفتہ ہوا اور دونوں میں تکرار ہو گئی۔ کلوص نے کہا "میں عربوں کا مقابلہ نہیں کروں گا جب تک عزرائیل فوج کی کمان سے الگ نہ ہو جائے۔" مگر ماتحت سرداروں نے درمیان میں پڑ کر کہا "دشمن ہمارے سر پر آ پہنچا ہے اور آپ باہم تکرار کر رہے ہیں۔ یہ موقع تکرار کا نہیں۔ آپ جیسے دس سردار بھی اور موجود ہوں، تو اچھا ہے تاکہ دشمن کو شکست دے سکیں۔ آپ ناراضگی کا خیال چھوڑ دیں اور دشمن پر فتح پانے کا دھیان رکھیں۔" اس پر تکرار موقوف ہوئی، مگر عزرائیل نے کہا: "ایک دن کلوص میدان میں نکل کر سرداران اسلام کا مقابلہ کرے اور ایک دن میں۔ پھر دیکھیں، ہم دونوں میں سے کون زیادہ شجاع اور بہادر ہے۔" کلوص نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ دونوں اپنے لشکر کو قلعے سے نکال کر میدان میں لے آئے اور لشکرِ اسلام کے مقابل کیمپ لگایا۔

دوسری صبح کو خالدؓ بن ولید نے اپنا لشکر میدان میں کھڑا کر دیا۔ دائیں بازو پر رافع بن عمیرہ کو اور بائیں پر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو مقرر کیا۔ اُدھر کلوص اور عزرائیل نے بھی لشکر کی صفیں درست کیں اور آپ قلبِ لشکر میں کھڑے ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید نے ضرار بن ازور سے کہا "تمہاری قوم بہادری [illegible] ہے اور تم خود بھی بڑے بہادر جوان ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ پیشتر اس [illegible] لشکرِ روم حرکت کرے، تم تنہا لشکرِ روم پر حملہ کرو اور اپنی شجاعت [illegible] ان کو دہشت زدہ کر دو۔ تاکہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ سمجھ جائیں کہ ان کے مقابل کیسے لوگ ہیں۔"

ضرار بن ازور کو صرف اشارہ ہی کافی تھا۔ سرپٹ گھوڑا دوڑا کر لشکر روم کے بائیں بازو پر حملہ کر دیا اور اگلی صف چیر کر دائیں بائیں نیزہ چلانا شروع کیا۔ رومی قتل ہو ہو کر گرنے لگے اور ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ چار سو رومی قتل کر کے ضرار واپس آ گئے۔ رومیوں پر شکست کا عالم طاری ہو گیا۔ پھر خالد بن ولید نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ اب تم دائیں بازو پر حملہ کر کے دشمن کو حیرت میں ڈال دو۔ عبد الرحمٰن اشارہ پاتے ہی رومیوں کے دائیں بازو پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے اور ان میں ہل چل مچا دی۔ وہ بھی کئی سو رومی قتل کر کے واپس آ گئے۔ پھر خالد بن ولید میدان میں نکلے۔ پہلے میدان میں نیزے اور گھوڑے کے کرتب دکھائے جن کو دیکھ کر دوست دشمن کے منہ سے تحسین و آفرین کا نعرہ بلند ہوا پھر معاً گھوڑے کو ایڑ لگا کر رومیوں کے قلب پر حملہ کیا۔ عزرائیل اور کلوص حملے کی شدت دیکھ کر صفوں کے پیچھے ہو گئے۔ خالد بن ولید بہت سے رومیوں کو قتل کر کے پھر میدان میں جا کھڑے ہوئے اور دشمن کو للکارا کہ تم میں کوئی مرد میدان ہو تو میرے مقابلے پر آئے۔ مگر رومی سردار تو ان تینوں اسلامی بہادروں کی شجاعت دیکھ کر مبہوت ہو گئے تھے۔ ان میں سے خالد بن ولید کے مقابلے کو کون نکلتا؟ آخر رومی سپاہیوں نے اتفاق کر کے عزرائیل اور کلوص سے کہا "تم نامی بہادر ہو۔ تم میں سے ایک جا کر عرب سوار کا مقابلہ کرے۔" عزرائیل نے کہا: "پہلے کلوص جائیں، کیونکہ یہ بادشاہ کی طرف سے ہم پر سردار بن کر آئے ہیں۔" کلوص

نے کہا "تم دمشق کے حاکم ہو، تم کو چاہیئے کہ پہلے تم مقابلے کو جاؤ میں تمہارے بعد جاؤنگا۔ جب نوبت تکرار تک پہنچی، تو سپاہیوں نے کہا "قرعہ اندازی کر لو۔ جس کے نام قرعہ نکلے، وہ پہلے مقابلے کو جائے۔" چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ کلوص کے نام نکلا۔ ناچار کلوص کو خالد بن ولید کے مقابلے کو جانا پڑا۔ مگر وہ اپنے ساتھ ایک رومی کو جس کا نام جرجیس تھا لے گیا اور اُس سے راستے میں کہا کہ جب ہم عرب سوار کے مقابل پہنچیں، تو تم اُس کو خوب ڈرانا دھمکانا تاکہ وہ دہشت زدہ ہو کر میدان سے چلا جائے۔ جب کلوص اور جرجیس خالد بن ولید کے نزدیک آئے، تو جرجیس آگے بڑھ کر خالد بن ولید سے کہنے لگا "اے برادر عرب! پیشتر اس کے کہ تم میرے ہمراہی سے لڑائی شروع کرو، میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے ہی فائدے اور بھلائی کی ہے سنو، میں تم کو ایک مثال دے کر سمجھاتا ہوں۔

ایک امیر کے پاس بہت سی بکریاں تھیں۔ اُس نے ایک چرواہے کے سپرد کر کے انھیں چرنے کے لیئے جنگل میں بھیج دیا۔ وہاں ایک درندہ رات کے وقت بکریوں کو اُٹھا لے جاتا۔ چرواہا بزدل تھا۔ وہ درندے کو دیکھ کر بھاگ جاتا۔ جب بکریاں گھٹ گئیں اور مالک کو خبر ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ چرواہے کی غفلت اور سستی کی وجہ سے بکریوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ مالک نے فی الفور اُسے موقوف کر کے ایک اور دلیر چرواہا مقرر کر کے وہاں بھیج دیا۔ جب رات کے وقت درندہ اپنی عادت کے

مطابق وہاں آیا، تو چرواہے نے گھات سے نکل کر اُس کے نیزہ مارا، اور اُس کو وہیں ہلاک کر دیا۔ پھر کوئی درندہ بکریوں کے نزدیک بھی نہ پھٹکا۔

اس مثال سے میری یہ مُراد ہے کہ اب تک ہمارے محافظوں نے تمھارے مقابلے میں غفلت اور سستی کی۔ اس لیئے تم کو دلیر ہو کر یہاں تک پہنچ گئے۔ اب بادشاہ نے اس سردار کو تمھارے مقابلے کیلئے روانہ کیا ہے، جو تم کو آناً فاناً میں قتل کر کے تمھارے ہمراہیوں کو بھگا دیگا۔ اب تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم میدان سے واپس چلے جاؤ۔ اور اپنے ہمراہیوں کو اس گرد و نواح سے لے جاؤ، ورنہ تمھاری خیر نہیں۔" خالدؓ بن ولید یہ سُن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے "مردود! تو مجھے ڈراتا ہے؟ تو جانتا نہیں کہ ہم اہلِ عرب ہیں اور اسلام نے ہم میں وہ طاقت پیدا کر دی ہے کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے؟ دُور ہو اور اپنے ہمراہی سے کہہ دے کہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ جو کچھ نتیجہ ہوگا، تم سب دیکھ لوگے۔" جرجیس گھبرا کر واپس چلا گیا۔ خالد بن ولید کلوص کے مقابل ہوئے ہی تھے کہ کلوص نے نیزے کا وار کیا۔ کچھ دیر تک نیزہ بازی ہوتی رہی اور دونوں سردار شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ اچانک خالدؓ بن ولید نے اس زور سے نیزہ مارا کہ کلوص کی زرہ میں دھنس گیا۔ خالدؓ بن ولید نے نیزے کو جھٹکا دیا اور کلوص اُس کے ساتھ ہی گھوڑے سے الگ ہو کر زمین پر آ پڑا۔ خالد بن ولید نے اُسے گرفتار کر کے اسلامی بہادروں

کے حوالے کر دیا اور آپ پھر میدان میں حریف کو طلب کیا۔ ضرار بن ازور نے خالدؓ بن ولید سے عرض کی، "آپ اس رومی سردار سے لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں، آپ لشکر میں آرام کریں اور مجھے لڑنے دیں۔" خالدؓ بن ولید نے کہا، "راحت و آرام صرف عالمِ آخرت میں ملتا ہے۔ جو شخص آج زیادہ محنت و مشقت کرے گا، وہ آخرت میں دائمی راحت حاصل کرے گا۔ مجھے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہی حاصل کرنے دو۔"

جب کلوص کے ہمراہیوں نے دیکھا کہ کلوص گرفتار ہو گیا، تو عزرائیل سے کہا، "اب تم میدان میں نکل کر عرب سردار سے مقابلہ کرو۔" عزرائیل نے کہا، "اگر میں مارا گیا یا گرفتار ہو گیا تو تم شکست کھا جاؤ گے۔ بہتر تو یہ ہے کہ تم یک بارگی حملہ کر دو اور عربوں کو چار طرف سے گھیر لو۔" اس پر سپاہی بولے، "اس طرح ہمارے آدمی کثرت سے مارے جائیں گے۔ اور بے شمار عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم میدان میں نکل کر عرب سردار کو مار ڈالو۔ پھر ہم عربوں کو آناً فاناً میں مغلوب کر لیں گے۔" عزرائیل نے کہا، "بے وقوفو! تم نہیں جانتے کہ اگر یہ عرب سردار مارا گیا تو اس کی جگہ فوراً دوسرا کھڑا ہو جائے گا۔ کیونکہ ان میں ہر ایک جوان مرد اور بہادر ہے۔ تم نے ان دو شہسواروں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بہ تنِ واحد حملہ کر کے ہمارے دائیں اور بائیں بازو کو درہم برہم کر دیا تھا؟ لیکن اگر میں مارا گیا، تو میرے برابر کا بہادر تم میں کوئی

نہیں۔ تم بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیئے جاؤ گے۔ میری صلاح مانو، تو سب یک بارگی حملہ کر دو۔ مگر کلوص کے ہمراہیوں نے اصرار کیا کہ شرائط کے بموجب عزرائیل میدان میں جائے اور عرب سردار کا مقابلہ کرے ناچار عزرائیل کو خالد بن ولید کے مقابل آنا پڑا۔ عزرائیل رومی سرداروں میں بڑا دلاور مشہور تھا۔ مگر اسلامی بہادروں کی ہیبت اس پر چھا گئی تھی پھر بھی وہ بڑی جوانمردی سے خالد بن ولید کا مقابلہ کرتا اور دادِ شجاعت دیتا رہا۔ خالد بن ولید نے یہ دیکھ کر نیزہ پھینک دیا اور تلوار کھینچ کر عزرائیل پر ایک زبردست وار کیا۔ عزرائیل کے جسم پر تلوار نے کچھ اثر نہ کیا۔ مگر اُس کا دل دہل گیا۔ خالد بن ولید کا گھوڑا بہت تھک گیا تھا اور حسبِ منشا کام نہ دیتا تھا۔ اس پر خالدؓ بن ولید گھوڑے سے اُتر پڑے اور پیادہ پا عزرائیل کے مقابل ہوئے۔ عزرائیل نے اُن کے گرد چکر باندھ دیا۔ مگر خالدؓ بن ولید نے موقع پا کر اُس کے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں تلوار سے صاف اُڑا دیں۔ عزرائیل گھوڑے سمیت زمین پر چت آ پڑا۔ خالدؓ بن ولید نے فوراً اُسے گرفتار کر لیا، و کشاں کشاں اپنے لشکر میں لے گئے۔

اتنے میں ابو عبیدہؓ مع کثیر لشکر کے پہنچ گئے۔ جب خالدؓ بن ولید کے پاس آئے، تو گھوڑے سے اُترنے کا ارادہ کیا۔ مگر خالد بن ولید نے کہا: "آپ گھوڑے سے نہ اُتریں۔ خلیفۂ رسول نے ضرورتِ جنگ کے خیال سے مجھے آپ پر امیر مقرر کیا ہے، لیکن میں آپ کی بزرگی

اور دانشمندی کا قائل ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ میں کوئی کام آپ کے مشورے کے بغیر نہیں کروں گا اور آپ کی عزت اور تعظیم کا بدستور لحاظ رکھونگا۔ آپ خیمے میں تشریف لے جائیے اور آرام کیجیے۔ اللہ تعالے نے اسلام کا رُعب رومی لشکر پر بٹھا دیا ہے۔ اُن کے دونوں سردار میں نے گرفتار کر لیے ہیں۔ اب کسی میں حوصلہ نہیں کہ ہمارے مقابل آئے اب ہم لڑائی ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالے نے چاہا، تو کل دشمنوں کو شکست دینگے اور اُن پر فتح پائیں گے۔"

رومی لشکر کا سردار توما مقرر ہوا، جو ہرقل شاہِ روم کا داماد اور فنِ جنگ میں بڑا ماہر تھا۔ دوسرے دن رومی جنگ کے لیئے میدان میں نکلے، تو خالدؓ بن ولید نے ابو عبیدہؓ کے مشورے سے اپنے لشکر کو یک بارگی حملے کا حکم دیا۔ لشکرِ اسلام رومیوں پر ٹوٹ پڑا اور وہ قتلِ عام کیا کہ خون کی ندیاں بہا دیں۔ رومی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور میدان چھوڑ کر قلعے میں محصور ہو گئے۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور خالدؓ بن ولید نے لشکرِ اسلام کے دو برابر حصے کر کے ایک ابو عبیدہؓ کے ہمراہ قلعۂ دمشق کے دروازہ جابیہ کے سامنے اُتار دیا اور دوسرا اپنی ماتحتی میں مشرقی دروازے کے مقابل متعین کر دیا۔ رومیوں نے فی الفور ایک قاصد شاہِ روم کے پاس بھیجا اور اُس سے کمک کی درخواست کی۔

جب قاصد ہرقل کے پاس پہنچا تو وہ یہ سن کر بڑا مغموم ہوا اور کہنے لگا: "اس بلا کو کس طرح دفع کیا جائے؛ یہ عرب تو کسی سے نہیں دبتے۔ میرے تمام چیدہ افسروں کو انھوں نے خاک میں ملا دیا۔" مصاحبوں نے بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ وردان کو، جو حمص کا حاکم ہے، بلا کر اہلِ دمشق کی امداد کے لیئے روانہ کیا جائے۔ اس پر وردان کو بلایا گیا اور اس کو ہرقل نے انعام کا لالچ دے کر ایک کثیر لشکر کے ہمراہ دمشق کو روانہ کیا۔ اور یہ بھی تاکید کی کہ جب تم بعلبک پہنچو، تو اس لشکر کے سرداروں کو، جو اجنادین میں جمع ہیں، یہ حکم بھیج دینا کہ وہ متفرق ہو کر راستے روک لیں تاکہ فلسطین کا اسلامی لشکر آکر دمشق کے اسلامی لشکر سے نہ ملنے پائے۔ وردان نے بادشاہ کو یہ تسلی دے کر کہ میں عربوں کو شام کی سرزمین سے جاتے ہی نکال دونگا، دمشق کی جانب کوچ کیا۔ جب وہ بعلبک پہنچا، تو اس نے بادشاہ کی ہدایت کے بموجب لشکرِ اجنادین سے کہلا بھیجا کہ وہ متفرق ہو کر راستے روک لیں اور اسلام کے دونوں لشکروں کو باہم نہ ملنے دیں۔



۱۲۔ محاصرۂ دمشق

جب خالد بن ولید نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ تو ہر روز قلعے پر حملہ کرتے، مگر قلعے والے ان پر تیر اور پتھر برساتے۔ اسی طرح برابر بیس دن لڑائی ہوتی رہی، مگر اہلِ قلعہ نے ہمت نہ ہاری اور کمک کی اُمید پر برابر اُٹے رہے۔ ایک دن خالد بن ولید ابو عبیدہؓ کے پاس آگئے۔ اور کہنے لگے "دمشق کے محاصرے میں ہم وقت ضائع کر رہے ہیں میری تجویز ہے کہ ہم دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین میں رومی لشکر کے مقابلے پر جائیں۔ وہاں شاہِ روم نے بڑی فوج جمع کر رکھی ہے۔ اگر ہم نے اجنادین میں رومیوں کو شکست دے دی تو ان کا زور ٹوٹ جائیگا۔ پھر ہم ان شہروں کو بآسانی فتح کر لینگے کیونکہ پھر انہیں کہیں سے کمک آنے کی امید نہ رہیگی اور جلد ہی ہماری حفاظت میں آنا منظور کر لیں گے۔" ابو عبیدہؓ نے کہا "میں اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ اہلِ دمشق کو ہم نے تنگ کر دیا ہے اور قریب ہے کہ وہ ہم سے صلح کی درخواست کریں۔ اگر ہم محاصرہ چھوڑ گئے۔ تو پھر وہ دلیر ہو جائینگے اور سامانِ حرب و رسد وغیرہ بکثرت جمع کر لیں گے۔ پھر ہم ان پر غلبہ نہ پا سکیں گے۔"

خالدؓ بن ولید نے کہا "اچھا، اگر آپ اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتے تو میں بھی آپ کے اتفاق رائے کے بغیر کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے کہ آپ اس طرف سے شدت کے ساتھ حملہ کریں اور میں دوسری طرف سے حملہ کرتا ہوں۔ کیا عجب ہے، قلعہ فتح ہو جائے۔"

دو تین دن دونوں طرف سے بڑی شدت کے ساتھ حملہ ہوتا رہا۔ اور اہلِ دمشق اب تنگ آ گئے، کیونکہ جس کمک کی اُمید پر وہ اڑے ہوئے تھے، اس کا کوئی نشان انھیں دکھائی نہ دیا۔ آخر انھوں نے ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم ایک مقرر رقم دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ رقم لے کر تم ہمارا محاصرہ چھوڑ کر چلے جاؤ اور پھر کبھی دمشق پر حملہ نہ کرو۔

خالد بن ولید نے جواب میں کہلا بھیجا "جب تک تم مستقل طور پر ہماری حفاظت میں آنا قبول نہ کرو اور ہر سال جزیہ دینا منظور نہ کرو ہم محاصرہ نہیں اُٹھائیں گے۔" یہ جواب سُن کر اہلِ دمشق بڑے مایوس ہوئے۔ پھر بھی اسلام کی حفاظت میں آنا منظور نہ کیا اور بدستور قلعہ بند رہے۔

ایک دن قلعے کے اندر خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ مسلمان سُن کر کچھ متعجب ہوئے اسی وقت چند سوار خالد بن ولید کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر اہلِ دمشق کی کمک کو آ رہا ہے۔

اس پر خالدؓ بن ولید پھر ابو عبیدہؓ کے پاس گئے اور کہا "میرا ارادہ یہ ہے کہ اپنا لشکر لے کر دشمن کے مقابلے پر جاؤں اور آپ اس جگہ محاصرہ کیے رہیں۔" ابو عُبیدہؓ نے کہا "قلعے کا محاصرہ ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

بہتر ہے کہ آپ کسی بہادر سوار کو چند ہمراہیوں کی معیت میں دشمن کے مقابلے پر روانہ کردیں اور اُسے تاکید کردیں کہ وہ رومیوں کی پیش قدمی روکے۔ اگر نہ روک سکے، تو ہمیں اطلاع دے۔ پھر آپ اُن کے مقابلے پر چلے جایئے گا اور کچھ لشکر محاصرے کے لیے چھوڑ جایئے گا۔"

خالدؓ بن ولید یہ سُن کر اپنی قیام گاہ میں آئے اور ضرار بن ازور کو پانچسو سواروں پر امیر مقرر کرکے رومی فوج کے مقابلے پر روانہ کردیا اور تاکید کردی کہ اُن کی پیش قدمی کو روکیں اور اگر دیکھیں کہ دشمن کا مقابلہ نہیں ہوسکتا، تو اطلاع بھیج دیں۔ ضرار نے کہا: "پانچسو آدمی ہمراہ لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے حکم دیجئے، تو میں تنہا ہی جاؤں اور دشمن کا مقابلہ کروں۔" خالدؓ بن ولید نے جواب دیا: "بیشک میں جانتا ہوں کہ تم بڑی شجاع قوم سے ہو، جن کی خواتین بھی شجاعت میں مشہور ہیں، مگر خدا کا حکم ہے کہ اپنی جان کو دیدہ و دانستہ ہلاکت میں نہ ڈالو اس لیے پانچسو چیدہ جوان ہمراہ لے جاؤ اور دشمن کا جان توڑ کر مقابلہ کرو۔ لیکن یاد رکھنا کہ اگر تم مقابلے کی طاقت اپنے آپ میں نہ پاؤ، تو مع ہمراہیوں کے واپس آجانا یا مجھے پیغام بھیج دینا۔"

جب ضرار نے مع پانسو چیدہ سواروں کے کچھ فاصلہ طے کرلیا، تو اُن کو رومیوں کے لشکر کا غبار دکھائی دیا۔ اس پر چند سواروں نے ضرار سے کہا: "یہ لشکر بہت بڑا دکھائی دیتا ہے اور ان میں ضرور زرہ پوش اور جنگجو سوار ہوں گے۔ بہتر ہو کہ ہم واپس چلے جائیں۔" ضرار

نے کہا: "خدا کی قسم! میں دشمن کا ضرور مقابلہ کرونگا۔ خدا مجھے پیٹھ پھیرتے نہ دیکھے، کیونکہ جو مسلمان میدانِ جنگ سے مُنہ پھیرتا ہے وہ خدا کا گنہگار اور نافرمان ہوتا ہے۔ میں تو اس لشکر پر ضرور حملہ کروں گا۔ تم میں سے جس کا جی چاہے، واپس چلا جائے۔" رافع بن عُمیرہ نے ہمراہیوں سے کہا: "ضرار سچ کہتے ہیں، تمھیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ دشمن کا بڑھ کر مقابلہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرو۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ ہماری قلیل جماعت کو دشمنوں کی کثرت پر غالب کیا ہے جب اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے، تو پھر دشمنوں کی کثرت کا کیا ڈر؟ چلو، شیروں کی طرح رومیوں کا مقابلہ کرو اور دیکھو، اللہ تعالےٰ کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے صبر اور ثابت قدمی کی دُعا مانگو۔" یہ سن کر سب کے سب جوش میں آئے اور کہنے لگے "خُدا ہم کو بھاگتے نہ دیکھے اور ہمیں جنت نصیب کرے۔" ضرار یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور اُنھوں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: "ایک صف میں کھڑے ہو جاؤ اور نیزے سیدھے کر لو۔ دُشمن اطمینان کے ساتھ کوچ کئے آرہے ہیں۔ جب پیش رو دستہ آئے، فوراً اُن پر حملہ کرو اور جم کر لڑو۔" اتنے میں دشمن کا پیش رو دستہ دکھائی دیا۔ ضرار اور اُن کے ہمراہی اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے اُن پر ٹوٹ پڑے اور قتلِ عام شروع کر دیا۔ رومی دستہ تاب نہ لا کر پسپا ہُوا اور اپنے باقی لشکر سے جا ملا۔ عرب سوار اُن کا تعاقب کرتے ہوئے وہیں جا پہنچے اور اب سارے

لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومی انھیں قدموں پر ٹھیر گئے اور مقابلہ کرنے لگے، مگر اسلامی بہادروں کا وہ کیا مقابلہ کر سکتے تھے؛ تیر تیغ بے دریغ ہونے لگے۔ ضرار کی شجاعت کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔ دفعۃً رومیوں کے قلب میں گھس جاتے اور کئی سو آدمی مار کر پھر نکل آتے۔ پھر حملہ کرتے اور کئی کئی کے سر تن سے جدا کر دیتے۔ رومیوں نے ہر چند ان پر یورش کی اور بار بار گھیرے میں لیا، مگر وہ جوانمرد ان کے قابو میں نہ آتا! اچانک ضرار کی نظر وردان پر پڑی اور اس کی طرف لپکے، مگر وردان کا بیٹا حمران جو ایک بہادر تیغ زن تھا، ان سے دو چار ہوا اور نیزے کا وار کیا۔ انھوں نے وار خالی دے کر اس زور سے نیزہ مارا کہ نیزہ حمران کے سینے میں دھنس گیا۔ انھوں نے جھٹکا دے کر زور سے نیزہ کھینچا، مگر نیزے کا پھل حمران کے سینے میں رہ گیا اور حمران گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ رومیوں نے جو ضرار کو بے ہتھیار پایا۔ تو ایک دم گھیر لیا اور جوں توں کر کے گرفتار کر ہی لیا۔

جب ضرار گرفتار ہو گئے، تو اسلامی بہادروں کو بڑا قلق ہوا اور ان کا ہاتھ سست پڑنے لگا۔ رافع بن عمیرہ نے کہا "کیا ہوا جو ہمارا سردار گرفتار یا شہید ہو گیا؟ ہمارا اللہ تو زندہ ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ ہمت نہ ہارو اور بڑھ کر تلوار مارو، کیونکہ جو شخص اللہ کی راہ میں ذرا کوتاہی کریگا، وہ اللہ تعالیٰ کا گنہگار اور نافرمان ہو گا۔ مسلمان پھر زور سے مقابلہ کرنے لگے اور رافع نے ایک تیز رفتار سوار خالدؓ کے پاس

کمک کے لئے روانہ کر دیا۔

سوار نے خالدؓ کے پاس پہنچ کر کہا: "رومیوں کا لشکر کثیر ہے، مگر ہمارے سوار مقابلہ کر رہے ہیں اور ضرار دادِ شجاعت دیتے ہوئے رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔"

خالدؓ اور تمام لشکر کو یہ خبر سُن کر سخت قلق ہوا، کیونکہ ضرار بڑے بہادر اور شجاع جنگجو تھے اور اسلام کی خدمت جان و دل سے ادا کر رہے تھے۔ خالدؓ اسی وقت میسرہ بن مسروق کو ایک ہزار جوان دے کر شرقی دروازے پر محاصرے کے لیئے چھوڑ گئے۔ اور باقی لشکر لے کر ضرار کو چھڑانے کے لیے روانہ ہوئے۔

جب لشکر کیمپ سے باہر نکل کر جلد جلد روانہ ہوا تو انھوں نے دیکھا کہ ایک زرہ پوش سوار سرپٹ گھوڑا چھوڑے ہوئے اُنکے پاس سے نکل گیا۔ سب حیران تھے کہ یہ کون سوار ہے، جو عرب سواروں کی امداد کو ان سے بھی آگے جا رہا ہے۔ جب خالدؓ اپنے لشکر سمیت موقعِ جنگ پر پہنچے، تو انھوں نے دیکھا کہ وہ سوار ایک دم رومیوں کے لشکر میں نیزہ سیدھا کیئے ہوئے گھس گیا اور کئی آدمی مار کر پھر باہر نکلا۔ پھر اُن کے لشکر میں غائب ہو گیا۔ اس کی شجاعت اور حملے کی شدت دیکھ کر سب عش عش کر اُٹھے۔ اتنے میں خالد نے بھی اپنے ہمراہیوں سمیت رومیوں پر حملہ کر دیا اور صفیں اُلٹ دیں۔ مگر وہ سوار خالد سے بھی زیادہ کام کر رہا تھا اور حیرانی یہ تھی کہ اُس کو

اب تک ایک زخم بھی نہ آیا تھا۔ اس کو رومیوں نے کئی دفعہ گھیرا، مگر ہر دفعہ وہ صاف بچ کر نکل آیا۔ بعض مسلمان اس گھمسان میں یہ خیال کرتے تھے کہ وہ خالدؓ بن ولید ہیں، کیونکہ ایسے سخت حملے صرف خالدؓ بن ولید ہی کر سکتے تھے کہ دشمن کے لشکر کو سر سے پاؤں تک ہلا دیں اور ساری صف بندی توڑ پھوڑ کے رکھ دیں۔ رومی بھی اس سوار کی شجاعت دیکھ کر حیران تھے اور کہتے تھے کہ اگر سب عرب ایسے ہی بہادر ہیں، تو رومیوں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

دوسری طرف رافع بن عُمیرہ کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے انبار لگا رہے تھے۔ کسی نے بھی اپنی طرف سے کوتاہی نہ کی اور جان کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ رومی لشکر کی صفیں ٹوٹ گئیں وردان نے ہر چند لشکر سنبھالا، مگر نہ سنبھلا۔ آخر رومی پسپا ہو گئے اور میدان اہلِ اسلام کے ہاتھ رہا۔ رومی میدان سے ہٹ کر قیام گاہ میں چلے گئے۔

خالدؓ بن ولید کو اس سوار کا حال دریافت کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب لڑائی ختم ہو گئی تو اُس سے پُوچھا: "تم کون ہو جس نے اسلام کی ایسی حمایت کی اور اس طرح اپنی جان خطرے میں ڈال کر اپنی شجاعت سے ہم سب کو حیران کر دیا؟" سوار نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر خالدؓ کے ہمراہیوں نے اُس سے کہا: "اے بہادر سوار! تیرا سردار تجھ سے سوال کرتا ہے اور تو جواب نہیں دیتا۔ یہ بات آئین فوج کے خلاف ہے۔" اس سوار نے کہا: "میری نیت کسی آئین کی خلاف ورزی کرنے

کی نہیں۔ صرف شرم وحیا کے باعث میں نے جواب نہیں دیا، کیونکہ میں مرد نہیں، عورت ہوں۔" خالد نے متعجب ہو کر پوچھا: "تمھارا کیا نام ہے اور کس قوم سے ہو؟" اس نے کہا، میرا نام خولہ ہے اور میں ضرار کی حقیقی بہن ہوں۔ میں دیگر عورتوں کے ہمراہ خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ضرار کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی۔ اس پر میں بھائی کے لیے بے قرار ہو گئی اور میں نے اس کو چھڑانے کا عزم کیا، لیکن افسوس! اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ میں سخت بے چین ہوں، کیونکہ مجھے اپنے بھائی سے بہت محبت اور الفت ہے اور میں اس کا ایک بال بھی بانکا ہونا برداشت نہیں کر سکتی۔" خالدؓ بن ولید نے کہا: "جس قوم کی تم ہو، اس کی رو سے تمھاری شجاعت حیران کرنے والی نہیں، کیونکہ تمھاری قوم کی عورتیں شجاعت اور بہادری میں مشہور ہیں اور مردوں کے ہمراہ مردانگی کے ساتھ لڑتی رہی ہیں۔ مجھے بھی تمھارے بھائی کا بڑا رنج ہے۔ میں نے ہر چند حملے کیے، مگر اُس کا کچھ پتہ نہیں چلا نہ معلوم وہ گرفتار ہے۔ یا شہید ہو گیا، اچھا اگر زندہ ہے، تو کل انشاءاللہ ضرور چھڑا لینگے اور اگر شہید ہو گیا ہے، تو رومیوں سے بدلہ لینگے۔" جب رومی اپنی قیام گاہ میں پہنچے، تو بعض ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ انھوں نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا، مگر وردان نے اُن کو دھمکایا کہ جو ایسا کریگا، اس کو قتل کیا جائیگا۔ اور اس کا گھربار ضبط کر لیا جائیگا۔ انھوں نے کہا: "ہم میں اہل عرب کے مقابلے کی طاقت نہیں، ہم کو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالتے ہیں اور

ہم پر اُن کا خوف غالب آگیا ہے۔" وردان نے کہا "مت گھبراؤ۔ آج وہ اچانک ہم سے دوچار ہو گئے تھے۔ کل ہم خوب خبر لینگے۔ مجھے اپنے بیٹے کا بدلہ بھی لینا ہے۔ جب تک میں تمام عربی لشکر کو قتل نہ کر لوں، تب تک مجھے چین نہیں آئیگا۔" بعض تو وردان کی دھمکی میں آگئے، مگر چند سواروں نے یہ صلاح کی کہ لشکرِ عرب میں جائیں اور اس طرح اُنکی حفاظت میں آکر جان و مال بچا لیں۔ چنانچہ وہ کسی بہانے سے اپنے لشکر سے نکل گئے اور اسلامی کیمپ میں جا پہنچے۔ مسلمان گارد نے ان کو دیکھ کر تلواریں کھینچ لیں۔ رومی سواروں نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا "ہم امان مانگتے ہیں، ہم کو اپنے سردار کے پاس لے چلو۔" خالدؓ نے پوچھا "تم کہاں کے رہنے والے ہو؟" اُنھوں نے کہا "حمص کے، وردان جہاں کا حاکم ہے۔" خالدؓ نے کہا "جب ہم تمہارے شہر میں پہنچینگے تو پھر صلح کر لیں گے۔ ابھی تم احتیاطاً ہماری نظر بندی میں رہو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ آج ہمارا ایک بہادر سردار رومیوں نے قید کیا تھا۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟" رومی سواروں نے پُوچھا "وہ سوار، جس نے وردان کے بیٹے کو قتل کیا تھا؟" خالدؓ نے کہا "ہاں۔" رومی سواروں نے کہا "جب وہ گرفتار ہوا تھا، تو وردان نے اس کو ایک دستہ سواروں کے ہمراہ شاہِ روم کے پاس بھیج دیا تاکہ بادشاہ پر اپنی شجاعت اور مردانگی کا اظہار کرے۔" اس پر خالدؓ نے رافع بن عُمیرہ سے کہا "تم سو سوار لے کر بڑی تیزی کیساتھ جاؤ اور ضرار کو چھڑا لاؤ۔ رومی

اونٹوں پر سوار ہیں۔ تم بہت جلد اُن کو پکڑ لو گے" خولہ نے یہ سن کر کہا "مجھے بھی اجازت دیجیے کہ میں بھی ان سواروں کے ہمراہ جاؤں اور بھائی کے چھڑانے میں ان کو امداد دوں" خالدؓ بن ولید نے خولہ کو اجازت دی اور رافع سے کہا "بہت جلدی کرو تاکہ وہ دُور نہ نکل جائیں" رافع اور خولہ مع سواروں کے روانہ ہوئے۔ انھوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ رافع بن عمیرہ ان راستوں سے خوب واقف تھے اور خالد کے لشکر کے گویا راہنما تھے۔ جب وہ تین میل کا راستہ طے کر چکے، تو انھیں شتر سوار دکھائی دیئے۔ انھوں نے ایک دم حملہ کیا اور سب کو گھیر کر مار ڈالا۔ پھر ضرار کی مشکیں کھولیں، جو ایک اونٹ پر لدے ہوئے تھے۔ ضرار خولہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں بہن بھائی خدا کا شکر بجا لائے۔ دوسرے دن خالد بن ولید اور وردان کے لشکروں میں پھر لڑائی شروع ہوئی۔ مگر رومی پہلے دن کی لڑائی سے دہشت کھائے ہوئے تھے، آج اُن سے کچھ نہ بن پڑا۔ وردان نے ہر چند سر پیٹا، مگر دل ہارا ہوا سپاہی کب میدان میں ٹھہر سکتا ہے؟ آخر وردان کو بھی اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ بھاگ کر جان بچانی پڑی۔ لشکرِ اسلام اُن کا مال و اسباب لے کر مظفر و منصور دمشق کو واپس آیا اور ایک دوسرے کو فتح کی مبارکباد دینے لگا۔

۱۴۔ عرب خواتین کی شجاعت

جب ہرقل کو خبر پہنچی کہ وردان قلعۂ دمشق تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ اُس کے لشکر کو اہلِ عرب نے شکستِ فاش دی اور اُس کے بیٹے حمران کو قتل کر دیا، تو اُس نے وردان کو یہ حکم بھیجا "افسوس تم نے عربوں سے شکست کھائی۔ دعویٰ تو بڑا کیا تھا، مگر تم سے کچھ بن نہ پڑا۔ خیر میں تمھیں ایک موقع اور دیتا ہوں، یعنی اجنادین کی کل فوج پر سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔ تم عربوں کی لڑائی دیکھ چکے ہو۔ اب ذرا احتیاط سے کام کرنا اور لشکر کے دستے اِدھر اُدھر کمک کے لیے بھیجتے رہنا۔" جب وردان کو یہ حکم پہنچا، تو اُس کی جان میں جان آئی اور اپنے بیٹے کا غم بھی بھول گیا۔ فی الفور اپنا باقی ماندہ لشکر ہمراہ لے کر اجنادین کو روانہ ہوا جب اجنادین پہنچا تو سردارانِ لشکر نے استقبال کیا اور اُس کے بیٹے کی تعزیت کی۔ وردان بہت خوش ہوا اور سرداروں کا شکریہ ادا کیا جب خالدؓ بن ولید دمشق واپس پہنچے، تو ابوعبیدہؓ کے پاس گئے۔ ابوعبیدہؓ نے اُن کو فتح کی مبارک باد دی۔ خالدؓ نے کہا: "اس فتح کی مبارک باد ی

؎ ایک گاؤں کا نام ہے، جو یروشلم کے مشرق میں رملے اور بیتِ جبرین کے درمیان واقع تھا۔

ہم سب کے لیے یکساں ہے. لیکن سب سے بڑی مشکل، جو ہمیں پیش آنے والی ہے، وہ اجنادین کی فوج کا مقابلہ ہے. میں نے پہلے ہی ارادہ کیا تھا کہ ہم دمشق کا محاصرہ چھوڑ دیں اور اجنادین کے لشکر کا مقابلہ کریں، کیونکہ جب تک اجنادین کے لشکر کو ہم شکست نہ دے دیں گے، تب تک برابر وہاں سے کمک آتی رہیگی اور ہم دمشق کو فتح نہ کر سکیں گے۔ میرا اب بھی یہی ارادہ ہے کہ ہم سب کے سب اجنادین کو چلیں اور عمرو بن عاص کو لکھ بھیجیں کہ وہ بھی ہم سے اجنادین میں آ ملیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمارے درمیان حائل ہو جائیں اور ہم ایک دوسرے کی امداد نہ کر سکیں۔

ابو عبیدہؓ نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اسی وقت خط لکھ کر عمرو بن عاص کے پاس ارسال کیا گیا۔ پھر کوچ کی تیاری شروع ہوئی جب لشکر روانگی کے لیے تیار ہو گیا، تو خالد بن ولید نے ابو عبیدہؓ سے کہا: "آپ تمام لشکر لے کر آگے چلیں اور میں اسباب اور عورتوں کے ہمراہ پیچھے چلوں گا۔" مگر ابو عبیدہؓ نے کہا: "میری صلاح یہ ہے کہ آپ لشکر کے آگے چلیں تاکہ اگر دشمن کا کوئی دستہ مقابل آجائے، تو آپ اس سے مقابلہ کر سکیں اور میں اسباب اور عورتوں کے ہمراہ پیچھے چلوں۔" خالدؓ بن ولید نے ابو عبیدہؓ کی تجویز مان لی۔ وہ لشکر کے آگے روانہ ہوئے اور ابو عبیدہؓ ایک ہزار سوار لیکر عورتوں کے ہمراہ پیچھے پیچھے چلے۔

جب اہل دمشق نے دیکھا کہ اسلامی لشکر محاصرہ چھوڑ گیا، تو بہت

ہی خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے، بلکہ یہ بھی تجویز کرنے لگے کہ ممکن ہو، تو کسی طرح اسلامی لشکر کے عقب پر حملہ کر کے جو کچھ پائیں، لوٹ لیں اور مسلمانوں سے بدلہ لیں۔

جب یہ تجویز پختہ ہو گئی، تو وہ پولوس کے پاس گئے، جو ایک نامی جنگجو اور ماہر تیر انداز تھا، مگر اُس نے لڑائی میں حصّہ نہیں لیا تھا جب اہلِ دمشق نے اُسے یہ تجویز بتائی، تو اُس نے کہا: "تم نامرد ہو، میں تمھارے ساتھ جانا پسند نہیں کرتا۔ تم نے عربوں کا کچھ مقابلہ نہیں کیا اور تمھارے سواروں نے بھی کچھ شجاعت نہیں دکھائی۔ اب بھی تم ہمت ہار کر بھاگ آؤ گے اور مجھے مفت کی ندامت اٹھانی پڑے گی۔" اہلِ دمشق نے قسم کھا کر کہا: "اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں گے، تو ہم ثابت قدم رہیں گے اور لڑائی سے مُنہ نہ موڑیں گے۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص بھاگ نکلے، تو آپ کو اختیار ہے، جو چاہیں، اُس کو سزا دیں۔" اس پر پولوس راضی ہو گیا۔ اُس نے زرہ پوش پہن لی اور اپنے بھائی پطرس کو بھی ہمراہ لے لیا۔ چھ ہزار سوار پولوس کی سرکردگی میں قلعۂ دمشق سے نکلے۔

اِسلامی لشکر دُور نکل گیا تھا۔ اس لیے اہلِ دمشق بڑی تیز رفتاری سے چلے۔ جب انھیں لشکرِ اسلام کا پچھلا حصّہ، جو ابو عبیدہؓ کی سرکردگی میں عورتوں اور اسباب سمیت جا رہا تھا، دکھائی دیا، تو انھوں نے فی الفور حملہ کر دیا۔ ابو عبیدہؓ یہ ناگہانی حملہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور دشمن کے مقابل ہوئے

پولوس تو مع ہمراہیوں کے ابو عبیدہؓ پر حملہ آور ہوا اور اس کے بھائی پطرس نے چند سوار لے کر عورتوں پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک جماعت گرفتار کر کے لے گیا کچھ دور جا کر وہ ٹھہر گیا اور پولوس کی لڑائی کے نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔ ابو عبیدہ نے ایک تیز رفتار سوار فی الفور خالدؓ بن ولید کے پاس، جو اگلے لشکر کے ہمراہ جا رہے تھے، روانہ کیا اور کہلا بھیجا "اہل دمشق نے ہم پر حملہ کر دیا ہے اور چند عورتوں کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں ہم ان کا مقابلہ کر رہے ہیں، آپ جلد امداد کو پہنچیں" ابو عبیدہ کے ہمراہی جان توڑ کر مقابلہ کرنے لگے۔ خود پولوس ابو عبیدہ کے رو برو ہوا اور دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔

جب خالد بن ولید کو اطلاع ملی، تو انھوں نے کہا "میں نے پہلے ہی تجویز کی تھی کہ میں لشکر کے پیچھے رہوں، مگر ابو عبیدہ نے نہ مانا۔ اچھا جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہ ضرور پیش آتا ہے" خالد بن ولید نے فی الفور رافع بن عمیرہ کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا اور کہا "جلد جا کر اسباب وغیرہ کی حفاظت کرو۔ پھر ایک ہزار سوار عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو دے کر کہا "تم جلد دشمن کے مقابلے پر جاؤ" پھر ضرار بن ازور کو ایک ہزار لشکر دے کر بھیجا اور اس کے بعد خود ایک ہزار سوار لے کر ابو عبیدہؓ کی امداد کو پہنچ گئے۔

ابو عبیدہؓ اور پولوس میں ابھی لڑائی جاری تھی اور کوئی فریق غالب نہ آیا تھا کہ لشکر اسلام پہنچ گیا اور رومیوں کو چار طرف سے گھیر لیا۔

ضرار بن ازور ابو عبیدہؓ کی امداد کو پہنچے اپولوس سے دو بدو ہوئے۔ پولوس ضرار کو دیکھ کر سہم گیا اور ابو عبیدہؓ سے کہنے لگا: "اے سردار! اس جوان کو باز رکھ۔" مگر ضرار کب باز رہنے والے تھے؟ انہوں نے زور سے نیزہ مارا پولوس گھوڑے سے الگ ہو کر زمین پہ جا پڑا۔ وہ اٹھ کر بھاگنے لگا، مگر ضرار نے گھوڑے سے اتر کر اسے گرفتار کر لیا۔ پولوس کہنے لگا: "اے عرب! مجھے قتل نہ کر، کیونکہ میری زندگی سے تمہاری عورتوں کی زندگی وابستہ ہے۔" ضرار نے اسے جان سے نہ مارا اور گرفتار کر کے لے آئے۔

جب ضرار کو معلوم ہوا کہ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں، ان میں ان کی بہن خولہ بھی ہیں، تو وہ بہت بیقرار ہوئے اور خالدؓ بن ولید سے کہا: "مجھے عورتوں کو چھڑانے کے لیے روانہ کیجیے۔" خالد بن ولید نے کہا: "بے صبری نہ کرو۔ ہمارے لشکر نے رومیوں کو گھیر لیا ہے۔ سردار ان کا تم نے گرفتار کر لیا ہے۔ لڑائی جلد ختم ہو گی۔ بہت سے آدمی مارے جائیں گے اور کچھ ہمارے ہاتھ گرفتار ہوں گے۔ پھر ہم ان رومی قیدیوں کے عوض اپنی عورتوں کو چھڑا لیں گے۔" رومیوں سے کچھ دیر لڑائی جاری رہی، مگر لڑائی کیا تھی، بکریاں ذبح کی جا رہی تھیں۔ بہت سے آدمی قتل ہوئے اور باقی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرف سے فراغت حاصل کر کے خالدؓ بن ولید ضرار سمیت دو ہزار سوار لیکر عورتوں کو چھڑانے کے لیے روانہ ہوئے۔

جب پطرس مسلمان خواتین کی ایک جماعت گرفتار کر کے لے گیا، تو

کچھ دُور جا کر بھائی کی لڑائی کا انتظار کرنے لگا۔ وہاں اُس نے اپنا کیمپ لگا دیا اور خواتین کو ایک خیمے میں اُتار کر اُن کے گرد پہرہ متعین کر دیا تمام خواتین حمیر اور عمالقہ سے تھیں اور خولہ بھی اُنھیں میں سے تھیں اور شہسواری اور جنگ میں سارے عرب میں مشہور تھیں۔ بڑی بیخوف اور نڈر تھیں۔ اتفاقیہ گرفتار ہو گئی تھیں، ورنہ وہ ضرور حملہ آوروں کا مقابلہ کرتیں۔ جب اُنھیں اونٹوں سے اُتار کر خیمے میں بٹھایا گیا، تو وہ آپس میں کہنے لگیں: "افسوس! ہم دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے معلوم نہیں، دشمن ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔" خولہ نے کہا "دشمن ہم کو باندیاں بنائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم مر جائیں۔ لیکن ہم حرام موت نہ مریں، بلکہ دشمنوں کا مقابلہ کر کے مریں اور شہادت کا رُتبہ حاصل کریں۔" ایک اُن میں بولیں، "ہمارے پاس ہتھیار تو ہیں نہیں، ہم مقابلہ کیسے کریں؟" خولہ نے کہا "ہتھیار نہیں تو کیا ہے؟ خیمے کی چوبیں نکال لو اور میرے ساتھ ہو جاؤ۔" یہ سُننا تھا کہ سب تیار ہو گئیں اور خیمے کی چوبیں ہاتھ میں لے لے کر باہر نکلیں۔ پہرے والوں نے اُن کو ڈانٹا۔ خولہ نے ایک سپاہی کے سر پر چوب کی ضرب لگائی۔ وہ وہیں چت ہو گیا۔ دوسری نے ایک اور سپاہی کو مار ڈالا۔ باقی گھبرا کر ہمراہیوں سے جا ملے۔ پطرس نے اُن سے کہا "اُن کو گھیر لو اور تلواریں کھینچ لو۔ مگر کسی کو زخمی نہ کرنا۔"

پھر پطرس نے عورتوں کو مخاطب کر کے کہا، "تم کیوں ناحق جان

ضائع کرتی ہو؟ میرے ہمراہی تم کو کاٹ ڈالیں گے۔ گھبراؤ نہیں، ہم تمہارے ساتھ بدسلوکی نہیں کریں گے، بلکہ تم کو عیش و عشرت میں رکھیں گے۔" خولہ نے کہا، "مردود! ہم تیرے عیش و عشرت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم عرب کی غیرت مند خواتین ہیں۔ ہم مال و دولت کے فریب میں نہیں آتے۔ ہم اپنی جان پر کھیل جائیں گے، مگر غیر کے ہاتھ نہیں پڑیں گے۔" پھر عورتوں سے کہا، "دیکھتی کیا ہو؟ کرو حملہ۔ جان پر کھیل کر عزت بچالو اور نام روشن کر جاؤ۔" یہ سن کر سب نے رومی سواروں پر حملہ کر دیا اور چوبوں سے کئی کے سر توڑ ڈالے۔ سوار غصہ کھا کر آگے بڑھے، مگر چوبوں کی مار کھا کر پھر پیچھے ہٹ گئے۔

پطرس نے کہا، "یہ عجیب عورتیں ہیں، مرنے مارنے سے نہیں ڈرتیں! ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہے کہ عورتیں ہم پر غالب آ جائیں۔" اس نے غصے میں آ کر حکم دیا کہ ان پر تلوار چلاؤ اور سب کو قتل کر ڈالو۔ حکم دینا تو آسان تھا، مگر اس کی تعمیل کون صاحب کرتے؟ جو سوار آگے بڑھتا، تلوار چلانے سے پہلے ہی چوب کی ضرب سے راہی عدم ہو جاتا۔

اتنے میں لشکر اسلام قریب پہنچا اور خالد بن ولید اور ضرار بن ازور لشکر کے آگے گھوڑے سرپٹ چھوڑے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ وہ عورتوں کو لڑتا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں باقی لشکر نے پہنچ کر پطرس اور اس کے ہمراہیوں کو گھیر لیا۔ پطرس گھبرا گیا اور بھاگ

جانے پر آمادہ ہوا۔ مگر اب اسے بھاگنے کون دیتا تھا؛ ضرار کا نیزہ پیغامِ اجل لیے ہوئے جگر کے پار ہو گیا۔ اسے قتل کر کے ضرار باقی سواروں پر ٹوٹ پڑے اور تیس سوار اور قتل کیے۔ غرض جتنے سوار پطرس کے ہمراہ تھے، سب کے سب وہیں کھیت رہے۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ خالد بن ولید نے عورتوں کی شجاعت کی از حد تعریف کی اور کہا "تم نے آج وہ کام کیا کہ تمام عرب کی بیٹیوں پر سبقت لے گئیں۔ عرب کے لوگ تمہارے نام پر فخر کیا کریں گے۔" ضرار نے پطرس کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھ لیا اور خالد بن ولید مع ہمراہیوں کے نہایت خوش و خرم اپنے لشکر کی طرف واپس آئے۔ وہاں سے منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے بلا کسی حادثے کے اجنادین پہنچ گئے اور وہاں لشکر اتار کر ڈیرا لگا دیا۔

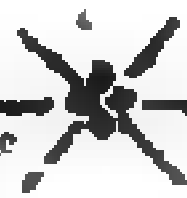
وردان نے بھی اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع پا کر اپنا لشکر جس کی تعداد نوّے ہزار تھی، میدانِ جنگ میں جانے کے لیے تیار کیا اور اپنے ماتحت سواروں اور سپاہیوں سے کہا "بھائیو! اچھی طرح جان لو کہ شاہ ہرقل کو تم پر بڑا ناز ہے اور اس نے سارا بوجھ تم پر ڈال دیا ہے۔ اب تک ہمارے سپاہی جتنی لڑائیاں اہلِ عرب سے لڑے ہیں، ان سب میں شکست کھائی ہے اور بادشاہ نے یہ مقام اجنادین اہلِ عرب کو روکنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ اگر تم نے یہاں بھی شکست کھائی، تو پھر عربوں کو کوئی روکنے والا نہ رہے گا۔ وہ

تمہارے شہروں پر قابض ہو جائینگے اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اپنی غلامی میں لے لینگے۔ اسلیے عربوں کا جان توڑ کر مقابلہ کرو اور اُن کو فاش شکست دو۔ اگر عرب اس مقام پر شکست کھا گئے، تو پھر وہ اس سرزمین میں دم نہ لینگے۔ تم تعداد میں اُن سے بہت زیادہ، قواعد دان اور تجربہ کار ہو۔ اگر تم میں سے دو آدمی ایک عرب کو قتل کر دیں، تو بھی اُن کا خاتمہ ہو جائے خوب جم کر لڑو۔ متفرق نہ ہونا اور ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ اگر تم نے تھوڑی سی بھی ثابت قدمی دکھائی، تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہم عربوں پر غالب آجائینگے اور بادشاہ کے انعام کے مستحق ہونگے۔"

ادھر خالدؓ بن ولید نے اپنے ہمراہیوں سے کہا "ہم میں سے ایک سوار دشمن کی لشکرگاہ میں جائے اور اُن کی تعداد اور ترتیب وغیرہ کا اندازہ کر آئے۔" اس پر ضرار نے کہا "حکم دیجیے، تو میں جاؤں۔" خالدؓ نے کہا "بے شک تم اس کام کے لائق ہو، مگر یاد رکھنا کہ دشمن کی فوج دیکھ کر کہیں اپنے نفس کے فریب میں نہ آجانا اور اپنی جرأت اور شجاعت پر نازاں ہو کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈال دینا۔" ضرار یہ نصیحت سُن کر دشمن کی طرف گئے اور قریب جا کر اندازہ کرنے لگے۔ اچانک وردان کی نظر اُن پر پڑی، تو اُس نے کہا "دیکھو، کوئی عرب سوار ہماری جمعیت کا اندازہ کر رہا ہے۔ فی الفور جا کر گرفتار کر لاؤ۔" اس پر تیس رومی سوار ضرار کی طرف بڑھے۔ ضرار اُن کو دیکھ کر اپنے سردار کی نصیحت کے بموجب واپس پھرے، مگر سواروں نے اُن کا تعاقب کیا۔ تھوڑی دور

جا کر ضرار ٹھیر گئے اور رومیوں کے قریب پہنچتے ہی اُن پر حملہ کر دیا پہلے حملے میں ایک رومی کو قتل کر دیا، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو۔ اسی طرح اُنیس رومی قتل کر ڈالے۔ باقی بھاگ گئے۔ ضرار نے واپس آ کر خالدؓ سے کل کیفیت عرض کر دی۔ خالدؓ نے کہا، "تم نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا اور جان کو بلا ضرورت خطرے میں ڈالا"۔ ضرار نے کہا، "میں تو آپ کی نصیحت کے مطابق بھاگ نکلا تھا، مگر پھر مجھے اللہ سے شرم آئی اور میں ٹھیر گیا۔ میں نے ان کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالےٰ نے میری مدد کی مجھے اُن پر غالب کیا۔ خدا کی قسم، اگر مجھے آپ کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بہ تن واحد سارے رومی لشکر پر حملہ کر دیتا اور واپس نہ آتا۔ جب تک کئی سو رومیوں کو قتل نہ کر لیتا"۔

خالدؓ بن ولید ضرار کی یہ سرگرمی اور جوش دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بے شک اللہ تعالےٰ نے اسلامی جماعت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر کے اُن کے دل ایسے مضبوط کر دیئے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنی شجاعت کے معجزے دکھا کر حیران اور مبہوت کر رہے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟"



۱۴۔ جنگِ اجنادین

جب ضرار بن ازور نے خالدؓ بن ولید کو میدانِ اجنادینؔ میں اطلاع دی کہ رومیوں کا لشکر اُن کے مقابل تقریباً نوّے ہزار ہے، سامانِ حرب بھی اُن کے پاس بے شمار ہے اور سپاہی بھی بڑے جنگجو ہیں، تو خالدؓ بن ولید نے کہا: "اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو ہم رومیوں پر غالب رہیں گے اور اُن کو شکستِ فاش دیں گے۔" اس کے بعد اپنے لشکر کو میدانِ جنگ کے لیئے تیار ہونے کا حکم دیا اور کہا: "یہ سب سے بڑا لشکر ہمارے مقابلے پر آیا ہے۔ اگر ہم نے اس لشکر کو ہزیمت دے دی۔ تو پھر ہمارے مقابلے پر رومیوں کا اتنا لشکر کبھی جمع نہ ہو سکے گا، رومیوں کا زور ٹوٹ جائیگا اور ہم یکے بعد دیگرے انکے تمام شہر اور قصبے تسخیر کر لینگے۔ اسلیئے یہ موقع بڑی جانبازی اور ثابت قدمی کا ہے۔ اسی پر تمھاری آئندہ ترقی منحصر ہے۔ اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ــــــــــ

ؔ بعض مورخوں نے جنگِ اجنادین کو جنگِ یرموک کے بعد بیان کیا ہے۔ اُن کے نزدیک جنگِ اجنادین خلیفۂ ثانی کے وقت میں ہوئی اور جنگِ یرموک خلیفۂ اوّل کے وقت میں۔ بعض نے لکھا ہے کہ جنگِ اجنادین خلیفۂ اوّل کے وقت میں ہوئی اور جنگِ یرموک خلیفہ ثانی کے عہد میں، اور یہی صحیح ہے۔

کو اپنے دھیان میں رکھو اور اُن کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یاد رکھو کہ جو شخص میدانِ جنگ سے مُنہ پھیریگا، اُس کا دو جہان میں مُنہ کالا ہوگا۔ ادھر تو وہ ننگِ قوم کہلائیگا، اُدھر آخرت میں بہشت سے محروم رہیگا۔ اُس کا نہ یہاں بھلا ہوگا، نہ وہاں۔ وہ دونوں طرف گھاٹے میں رہیگا اور ہمیشہ کے لیئے از کردہ پشیمان ہوگا۔ خوب یاد رکھو کہ بہشت کے دروازے شہیدوں کے لیئے کھلے ہوئے ہیں۔ بہشت میں داخل ہونے کی کوشش کرو اور الٰہی نعمتوں کے مستحق بنو۔"

یہ کہہ کر خالد بن ولید نے یزید بن ابی سفیان کو چار ہزار سوار دیکر عورتوں اور اسباب کی حفاظت پر متعین کیا اور تاکید کی کہ اگر دشمن دھوکا دے کر عقب پر حملہ کریں، تو بڑی سختی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کرنا اور اُنکو عورتوں تک نہ پہنچنے دینا۔ پھر عورتوں کے خیمے میں جاکر عورتوں سے کہا "آج کا معرکہ بڑا سخت ہے۔ تم ہوشیار رہنا اور اپنے ہتھیار اپنے پاس موجود رکھنا۔ اگر خدانخواستہ دشمن کا کوئی دستہ تم پر حملہ آور ہو، تو جوانمردی سے مقابلہ کرنا۔ تم سب شجاع ہو اور اہلِ عرب کو تم پر فخر ہے۔ نیز اس بات کا خیال رکھنا کہ ہماری فوج کا کوئی سپاہی میدانِ جنگ سے بھاگ آئے، تو اُس کو شرم اور غیرت دلاکر میدانِ جنگ میں واپس بھیجنا اور بھاگنے نہ دینا۔"

اس پر خولہ بنت ازور اور دیگر نوجوان عورتیں: "اگر آپ حکم دیں، تو ہم اپنے لشکر کی اگلی صف میں کھڑے ہوکر دشمن کا مقابلہ کریں۔

اور اُن کو اپنی شجاعت سے حیران کر کے دکھا دیں کہ وہ عرب کی عورتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ مرد۔ خدا کی قسم اگر آپ ہمیں لڑنے کی اجازت دیں، تو ہم میں سے ایک بھی میدانِ جنگ سے منہ نہ موڑے گی جب تک کہ شہید نہ ہو جائے۔" خالدؓ بن ولید یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہا: "ابھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم مردان کے مقابلے کے لیے کافی ہیں۔ میں نے تو احتیاطاً تم کو ہوشیار کیا ہے، کیونکہ لڑائی میں دھوکا اور فریب ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ رومیوں کا کوئی گروہ تم تک پہنچ کر بے خبری میں گرفتار کر لے۔" پھر خالدؓ بن ولید نے اُن کے حق میں دعائے خیر کی اور لشکر میں واپس آئے اور دائیں بائیں افسر مقرر کر کے اُن کو میدان میں آہستہ قدم جانے کا حکم دیا۔ لشکرِ اسلام قیام گاہ سے چل کر میدانِ جنگ میں مناسب موقع پر پہنچ گیا اور خالد بن ولید نے پھر اُن کو صبر اور ثابت قدمی کی تاکید کی اور کہا "شانوں سے شانے ملا لو، کمانیں کھینچ لو اور تیر اس طرح چلانا، گویا ایک ہی کمان سے نکلے ہیں، لیکن میں جب تک حکم نہ دوں، تب تک چُپ چاپ کھڑے رہنا۔"

جب اسلامی لشکر آراستہ ہو کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا، تو وردان نے بھی اپنا لشکر نہایت ساز و سامان کے ساتھ مناسب فاصلے پر لا کر کھڑا کر دیا اور پیشتر اس کے کہ لڑائی شروع ہو، ایک مسن رومی کو کچھ سمجھا کر اسلامی لشکر کی طرف بھیجا۔ جب وہ بوڑھا رومی لشکرِ اسلام ...

قریب پہنچا، تو اُس نے پکار کر کہا: "عربی لشکر کا سردار مجھ سے بات چیت کرنے کے لیئے یہاں آئے۔" اُسی وقت خالد بن ولید اُسکے پاس پہنچے اور پُوچھا: "تمہارا مطلب کیا ہے؟" رومی نے پُوچھا: "کیا آپ ہی اس لشکر کے سپہ سالار ہیں؟" خالد بن ولید نے کہا: "مسلمان مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں جب تک میں خدا اور رسول کے حکم کی پیروی کرتا رہوں۔" اس پر رومی نے کہا: "میں صلح کا پیغام لایا ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم سے لڑائی موقوف کر دیں اور کچھ نقدی لے لیں۔ مثلاً ہم آپ کے ہر ایک سپاہی کو دستار، عمامہ اور ایک ایک دینار، آپ کو سو دینار اور دس ریشمی کپڑے اور آپ کے خلیفہ کو ہزار دینار اور سو ریشمی کپڑے دیں گے۔ یہ اگر آپ واپس چلے جائیں اور ہم سے جھگڑا بکھیڑا نہ کریں۔ اس بات کا بھی خیال کر لیں کہ ہماری فوج بڑی زبردست ہے اور اس میں بڑی سخت لڑاکا اور جنگجو قومیں شامل ہیں۔ عجب نہیں کہ آپ کو شکست ہو اور پھر پچھتانا پڑے۔"

اس پر خالدؓ بن ولید نے کہا: "ہم کو تمہارے دیناروں اور کپڑوں کی کچھ پروا نہیں۔ ہم تو دعوتِ اسلام دینے آئے ہیں۔ چاہو، تو قبول کر لو۔ اگر نہ قبول کرو، تو ہماری حفاظت میں آجاؤ۔ ان دو باتوں کے سوا ہم کسی اور شرط پر صلح نہیں کر سکتے۔ ہم کو اپنے خلیفہ کا یہی حکم ہے۔ اگر کوئی بات منظور نہیں کرتے، تو لڑ کر فیصلہ کر لو اور ہم کو شکست دے دو۔ جب تم کو اپنی فوج پر ناز ہے، تو پھر صلح کی کیوں درخواست کرتے ہو؟"

یہ جواب پاکر رومی واپس چلا گیا اور اس نے وردان سے کہا: "وہ اس وقت تک صلح نہیں کرینگے جب تک ہم اسلام قبول نہ کرلیں یا جزیہ دینا قبول کر کے اُن کی حفاظت میں نہ آجائیں" وردان نے کہا: "یہ بڑے ضدی لوگ ہیں اور چند فتوحات سے بڑے مغرور ہو گئے ہیں اچھا، آج معلوم ہو جائے گا کہ کس فوج سے ان کو مقابلہ پیش آیا ہے" اس پر تیر اندازوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

خالدؓ بن ولید نے کہا: "رومی آج جنگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح لڑائی کو طول دیا جائے۔ اس لئے جب تک میں حکم نہ دوں، تم حرکت نہ کرنا۔ اتنے میں رومی تیر اندازوں نے، جو ارمنی قوم کے تھے اور تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے، آگے بڑھ کر لشکرِ اسلام پر ایک دم تیر چلائے، جن سے کئی مسلمان زخمی ہوگئے مگر مسلمان تیر انداز خالد بن ولید کے حکم کے بموجب چپ چاپ کھڑے رہے اور کسی نے ایک تیر سے بھی جواب نہ دیا۔ اس پر ضرار بن ازور نے بے قرار ہو کر خالدؓ بن ولید سے کہا: "دشمن ہم پر تیر چلا کر ہمارے آدمی زخمی کر رہے ہیں اور ہم اُن کو جواب تک نہیں دیتے۔ اس سے دشمن گمان کریں گے کہ ہم اُن سے ڈر گئے اور دلیر ہو کر ہم پر یورش کر دینگے۔ اگر آپ کا مقصود لڑائی کو طول دینا ہے تو ہم میں سے ایک ایک سردار کو حکم دیجئے کہ دشمن پر حملہ کرے۔" یہ سنکر خالدؓ بن ولید نے کہا: "میری بھی یہی تجویز ہے۔ سب سے پہلے تم ان تیر اندازوں

پر حملہ کرو۔" ضرار حکم کے منتظر تھے۔ یہ سُنتے ہی بگولے کی طرح تیراندازوں کی طرف گئے۔ تیراندازوں نے ان پر تیر چلائے، مگر اُن کی زرہ پر کچھ اثر نہ ہوا اور نیزہ سیدھا کیے ہوئے تیراندازوں پر ٹوٹ پڑے اور کہا "میں ضرار بن ازور ہوں جسے تم نے گرفتار کیا تھا۔ میں وہی ہوں جس نے حمران بن وردان کو قتل کیا تھا۔ میں رومیوں کی جان لینے والا، شرک مٹانے والا اور توحیدِ الٰہی پھیلانے والا ہوں۔ جس میں ہمت ہو، میرا وار سنبھالے۔" مگر ان میں اس شیرِ نر کا وار سنبھالنے والا کون تھا؟ دائیں بائیں قتل ہو ہو کر گرنے لگے حتیٰ کہ تیس ہزار تیرانداز ضرار کے نیزے کا شکار ہوئے۔ باقی حواس باختہ ہو کر اپنے لشکر میں جا ملے اور ضرار میدان میں تنہا رہ کر للکارنے لگے کہ کوئی مردِ میدان ہو، تو میرے مقابلے کو نکلے۔

وردان نے تیراندازوں سے پوچھا "یہ کون جوان ہے؟" انھوں نے کہا "یہ وہی ہے، جس نے آپ کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔" اس پر وردان نے کہا "کیا ہم میں کوئی ایسا جوان نہیں، جو اس عرب کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے اور جو مانگے مجھ سے انعام پائے؟" یہ سُن کر ایک رومی سردار وردان کے سامنے آیا اور عرض کی "حکم ہو، تو اس عرب کو اول تو زندہ پکڑ لاؤں" ورنہ اس کا سر کاٹ لاؤں۔" وردان نے کہا "اچھا، جاؤ، مگر ہوشیار رہنا۔ تمھارا حریف زبردست ہے۔"

رومی سردار بڑے فخر کے ساتھ میدان میں آیا اور آتے ہی ضرار پر

نیزے کا وار کیا۔ ضرار نے اس کا وار خالی دے کر اس زور سے نیزہ مارا کہ رومی کی زرہ توڑ کر اُس کے جگر کے پار ہو گیا۔ رومی وہیں گھائل ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔

وردان یہ ماجرا دیکھ کر سخت حیران ہُوا اور کہنے لگا "یہ آدمی نہیں، کوئی جن ہے۔ اس کا مقابلہ کون کرے؟" پھر اس نے کہا "مَیں خود اسکے مقابلے پر جاتا ہُوں اور اپنے بیٹے کا اس سے بدلہ لیتا ہُوں۔" اس پر ایک اور نامی پہلوان اصطفان وردان کے روبرو آیا اور اُس کی رکاب کو بوسہ دے کر کہنے لگا "جب تک ہم جان نثار موجود ہیں، آپ میدان میں جانے کا قصد نہ کریں، کیونکہ ہماری فوج کی ہمت آپ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر آپ کو ضرر پہنچا، تو پھر ہمارے آدمی بے حوصلہ ہو جائینگے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس عرب کا مقابلہ کروں میں نے اس کی لڑائی کا ڈھنگ دیکھ لیا ہے۔ امید ہے کہ اس کو غالب نہ آنے دُوں گا۔"

جب اصطفان ضرار کے مقابل ہُوا، تو اُس نے یہ ترکیب کی کہ ضرار کے نیزے کی زد میں نہ آتا تھا اور گھوڑے کو دائیں بائیں پھیر کر نیزے کے وار کئے جاتا تھا۔ ضرار بھی برابر نیزے کے وار کرتے تھے، مگر وار خالی جاتے تھے۔ اس لڑائی نے اس قدر طول کھینچا کہ دونوں لشکر بے قرار ہو گئے اور خالد بن ولید نے پکار کر کہا "ضرار، یہ کیا غفلت اور سستی ہے؟ اب تک تم نے اپنے حریف کو قتل نہیں کیا! تمھارے

بازو کو کیا ہو گیا کہ ایک وار بھی نشانے پر نہیں بیٹھتا؟ تمہارا حریف چالاک ہے، تمہارے وار خالی دے رہا ہے۔ اس کے گرد چکر باندھ کر اس کو مبہوت کر دو۔" ادھر رومی اصطغان کو ہمت دلانے کیلئے خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ضرار نے جب خالد بن ولید کی آواز سُنی، تو وہ گھوڑے کی زین پر کانپ گئے اور غیرت کھا کر اصطغان کے گرد چکر باندھ دیا۔ وہ جدھر نکلا، اس کو وہیں روکا۔ مگر گھوڑے پسینے پسینے ہو گئے اور سخت تھک گئے۔ اصطغان کے بازو بھی ڈھیلے پڑ گئے اور اس کے وار اوچھے پڑنے لگے۔ اصطغان نے دم لینے کے لیے ضرار سے کہا "ہمارے گھوڑے ماندے ہو گئے ہیں۔ آؤ ہم گھوڑوں سے اُتر کر لڑیں۔" ضرار گھوڑے سے اُترا ہی چاہتے تھے کہ اُن کی نظر رومی لشکر پر پڑی اور اُنھوں نے دیکھا کہ ایک سوار ایک کوتل گھوڑا لیئے رومی لشکر سے نکل کر میدانِ جنگ میں آ رہا ہے۔ ضرار نے سمجھ لیا کہ اصطغان کے لیئے تازہ دم گھوڑا لایا جا رہا ہے۔ اُنھوں نے اپنے گھوڑے سے چلا کر کہا "عربی نسل کے اصیل گھوڑے! صرف ایک ساعت ہمت کر اور مجھے امداد دے، ورنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر جا کر تیری شکایت کروں گا کہ تُو نے میدانِ جنگ میں مجھے وقت پر دغا دی۔" یہ کہتے ہی ایڑ لگائی۔ گھوڑا ہوا ہو کر اُس رومی سے جا ملا، جو کوتل گھوڑا لا رہا تھا۔ ضرار نے جاتے ہی نیزے سے سوار کا کام تمام کیا۔ اپنا گھوڑا چھوڑ کر کوتل گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے گھوڑے کو

اسلامی لشکر کی طرف ہنکا دیا۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا اور دونوں لشکر ضرار کی یہ پھرتی دیکھ کر حیران رہ گئے۔

معاً ضرار اصطفان کے مقابل آ موجود ہوئے۔ اب اصطفان بہت گھبرایا۔ اُس کا گھوڑا سخت تھکا ہوا تھا اور وہ خود بھی تھک گیا تھا۔ جب وردان نے دیکھا کہ اصطفان کے وار اوچھے پڑتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ عرب پہلوان کے نیزے کا شکار ہو جائے، تو وردان دس جوان ہمراہ لے کر اس کی امداد کو پہنچا۔ اُدھر خالد بن ولید بھی دس دلیر ہمراہ لے کر ضرار کی امداد کو پہنچ گئے۔ رومی جوان تو اسلامی جوانوں کے فرداً فرداً مقابل ہوئے اور خود خالدؓ بن ولید، وردان سے جنگ آزمائی کرنے لگے۔ اصطفان کو کچھ امداد نہ ملی۔ ضرار اجل کے فرشتے کی طرح اُس کے گلوگیر ہو گئے اور ایسا تاک کر نیزہ لگایا کہ اصطفان صاف زمین پر آ پڑا اور امداد کے لیے چلایا۔ مگر کون اُس کی امداد کو پہنچتا؛ سب کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور اپنے اپنے حریف کے وار سنبھالنے میں مصروف تھے۔ ہاں ضرار اُس کی امداد کو پہنچے اور گھوڑے سے اُتر کر اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اصطفان پھر چلایا، تو ضرار نے اُس کا سر کاٹ کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر رومی لشکر کی چیخیں نکل گئیں اور اسلامی لشکر میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اُن کی تکبیروں سے دشت و جبل گونج اُٹھے۔

جب رومیوں نے دیکھا کہ ان کا سپہ سالار بھی عرب سپہ سالار کے

ہاتھ سے زِچ ہے، دوسرے جوان بھی اپنے حریفوں سے تنگ ہیں تو انھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ اِدھر سے اسلامی لشکر بھی بڑھا اور دونوں لشکر آپس میں بِل گئے۔ تیروں کی موسلادھار بارش ہونے لگی۔ مگر جلد نوبت تلواروں تک پہنچی اور قتال کا بازار گرم ہوا۔ شام ہونے کے قریب تھی کہ دونوں لشکر جدا ہوئے اور اپنی اپنی قیام گاہ میں آرام کرنے چلے گئے۔ گو رومی بکثرت مارے گئے، مگر مسلمان بھی اس معرکے میں نسبتۃً زیادہ شہید ہوئے، جن میں کئی سرکردہ آدمی تھے۔

جب وردان قیام گاہ میں پہنچا، تو اس نے سرداروں اور سپاہیوں کو سخت ملامت کی اور کہا: "کیا سبب ہے کہ تم سے عربوں کے مقابلے میں کچھ نہ ہو سکا؟ ان کی تلواریں تیز تھیں، تمھاری کُند، وہ ثابت قدم تھے، تم بے حوصلہ۔ اُن کے گھوڑے جفاکش اور صابر تھے اور تمھارے سُست اور نکمّے۔ ان کے بازو طاقتور تھے، تمھارے ڈھیلے۔ وہ بھُوکے ملک کے رہنے والے، جَو اور کھجوریں کھانے والے، ننگے اور بے سامان تھے۔ اب تمھارے شہروں پر قبضہ کر کے انھیں گیہوں، شہد، گھی، مکھن، انجیر اور انگور کھانے نصیب ہوئے۔ تم کو شرم نہیں آتی کہ بھُوکے اور بے سامان عربوں نے تم کو شکست پر شکست دی، تمھارے قلعے فتح کر لیے، تمھاری عورتوں کو بندی میں لے لیا۔ اگر کچھ حیا اور غیرت ہو، تو چلّو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ میں نے مانا کہ اہلِ عرب لڑائی میں سخت ہیں، مگر تم بھی دنیا بھر کی قوموں میں ممتاز جنگجو ہو۔ تمھارے نام سے

دُنیا کانپتی ہے۔ ابھی کل کا واقعہ ہے کہ تم نے اپنے شہنشاہ ہرقل کی ماتحتی میں ایرانی فوج کو شام سے مار مار کر نکال دیا اور ایرانی دارالخلافہ کو جا گھیرا۔ ایران کا مقابلہ اس وقت کوئی سلطنت نہیں کر سکتی۔ وہ بڑی زبردست سلطنت ہے۔ مگر تم نے اس سلطنت کو بھی نیچا دکھایا۔ اور اُسے شکست پر شکست دے کر اس کا مشہور آتش کدہ مسمار کیا اور صلیبِ اعظم، جو شاہِ ایران بیت المقدس سے جبراً چھین کر لے گیا تھا، واپس لے کر بیت المقدس میں لا رکھی۔ اہلِ عرب ایرانیوں سے زیادہ طاقتور نہیں۔ معلوم نہیں، آج تمھیں کیا ہو گیا۔ تیر اندازی میں کوئی قوم تمھارا جواب نہیں دے سکتی۔ آج تمھارے تیروں نے بھی کچھ نہ کیا۔ عربوں نے تم کو ایک انچ بھی نہ بڑھنے دیا اور میدانِ جنگ میں تم کو رسوا اور ذلیل کیا۔ اب تم بادشاہ کو، جسے تم پر اس قدر ناز اور بھروسہ ہے، کیا مُنہ دکھاؤ گے؟"

۱۵۔ جنگِ اجنادین کا دوسرا دن

جب وردان نے اپنے ماتحت سرداروں کو سخت سرزنش اور ملامت کی تو وہ بڑے جوش میں آگئے اور کہنے لگے "اے سردار! ہم نے عربوں کے مقابلے میں کوئی کمی نہیں کی، مگر وہ قوم بڑی سخت ہے ہم انھیں دیکھ کر حیران ہیں۔ موت سے وہ ذرا نہیں ڈرتے اور حملہ ایسا سخت کرتے ہیں کہ ہمیں پیچھے ہٹا دیتے ہیں۔ ہمارے تیراندازوں نے اپنے تیروں کی سخت بارش کی اور ان کے بہت سے آدمی زخمی ہوئے، مگر وہ ہمارے تیروں کی کچھ پروا نہ کر کے تلواریں کھینچے ہوئے ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہمارے تیر بیکار کر دیئے۔ ہم کو تلوار سے مقابلہ کرنا پڑا اور اس میں بلاشبہ وہ ہم پر غالب رہے۔ اچھا، آج کا قصور معاف کیجیئے، کل ہم سے جو کچھ ہو سکیگا کرینگے اور جیتے جی میدان سے پسپا نہ ہونگے"

وردان یہ گفتگو سن کر بہت خوش ہوا اور انھیں حکم دیا کہ جاؤ، آرام کرو۔ پھر چند تجربہ کار سرداروں کو تخلیے میں مشورہ کیلیے طلب کیا اور کہا "تم نے سپاہیوں اور سرداروں کی گفتگو سنی ہے۔ تمھاری اس میں کیا رائے ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ کل ہم عربوں پر غالب رہیں گے؟"

ایک شخص نے، جو ان میں زیادہ دانا اور تجربہ کار تھا، وردان سے کہا:

"مجھے اپنے آدمیوں پر بھروسہ نہیں۔ گو اس وقت انھوں نے شرم کھا کر بڑی دلیرانہ گفتگو کی ہے، مگر جب وہ عربوں کے مقابل ہوتے ہیں تو ان کے حواس بجا نہیں رہتے۔ اس وقت وہ بے حوصلہ ہو جاتے ہیں آپ نے دیکھا نہیں کہ عرب کا ایک سوار نکلتا ہے اور ہماری صفیں کی صفیں الٹ دیتا ہے، ان کا سپہ سالار تو غضب کا شجاع ہے۔ میں نے ایسا جان باز، دلیر اور زبردست جنگجو کبھی نہیں دیکھا۔ میری صلاح یہ ہے کہ اگر کسی ترکیب سے عربوں کا سپہ سالار قتل کر دیا جائے تو پھر عربوں پر غلبہ پا لینا نہایت آسان ہوگا۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ عربوں کا سردار مارا جائے۔" وردان نے کہا: "عرب سردار کس طرح مارا جائے؟ میری عقل و فکر میں تو یہ بات نہیں آتی۔ میں نے آج مقابلہ کر کے دیکھ لیا۔ مجھ سے تو وہ قتل نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے بڑھ کر جنگجو اس لشکر میں کوئی نہیں۔" مشیر نے کہا: "میری یہ مراد نہیں کہ اس کو زور بازو سے قتل کیا جائے۔ اس طرح تو وہ قتل نہ ہوگا۔ میرا منشا یہ ہے کہ اس کو بات چیت کرنے کیلئے بلایا جائے اور فریب سے قتل کر دیا جائے۔" وردان نے کہا: "یہ فریب کس طرح چل سکتا ہے؟" مشیر نے کہا: "ایک آدمی عرب سردار کے پاس بھیجیے کہ علی الصباح آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تنہا آئے۔ گفتگو کا مقام وہ ٹیلہ مقرر کیجیے جو میدانِ جنگ کے وسط میں ہے۔ جب قاصد بات طے کر کے واپس آئے، تو آپ اسی وقت دس چیدہ مسلح جوان بھیج دیں، جو اس ٹیلے کے

نیچے چھپ کر رات بسر کریں۔ آپ صبح تنہا نکل کر ٹیلے کے اوپر جا کھڑے ہوں اور عرب سردار کا انتظار کریں۔ جب سردار آپ کو تنہا دیکھے گا تو وہ بھی آپ کے پاس تنہا ہی آئیگا۔ آپ نرم نرم، چکنی چپڑی باتیں کیجیے گا تاکہ وہ غافل ہو جائے۔ پھر آپ اُس کے بازو زور سے پکڑ لیں اور اپنے ہمراہیوں کو آواز دیں۔ وہ کمین گاہ سے نکل کر فی الفور اُس کو کاٹ ڈالیں۔" وردان نے کہا "تمھاری تدبیر تو معقول ہے بشرطیکہ عرب سردار مان جائے۔" مشیر بولا "وہ ضرور مان جائیگا۔ اُس کو اپنی بہادری پر بڑا گھمنڈ ہے۔ جب ہمارا قاصد اس سے کہیگا کہ ہم صلح کے خواہاں ہیں، تو وہ فوراً فریب میں آجائیگا۔"

وردان نے یہ تجویز پسند کی اور اُسی وقت داؤد کو، جو حمص کا رہنے والا اور وردان کا معتمد تھا، بلا کر کہا "تم اسی وقت جاؤ اور اہلِ عرب کے سردار سے مل کر میری طرف سے یہ پیغام دو کہ ہم صلح کا ارادہ رکھتے ہیں اور بندگانِ خدا کی خون ریزی نہیں چاہتے۔ بہتر ہے کہ کل صبح ہم دونوں سردار تنہائی میں ملیں اور باہم بیٹھ کر صلح کی شرائط طے کر لیں۔" داؤد نے کہا "اے سردار! بادشاہ نے آپ کو لڑائی کے لیئے بھیجا ہے، نہ کہ صلح کے لیے۔ مسلمان کس طرح ہم سے صلح کریں گے، جب تک ہم اُن کا دین قبول نہ کریں یا جزیہ دینے کا اقرار نہ کریں؟" وردان یہ سُن کر برافروختہ ہوا اور کہنے لگا "تم کو ان باتوں سے کیا سروکار ہے۔ میں جو کچھ حکم دیتا ہوں اُس کی تعمیل کرو۔" داؤد نے کہا،

"مجھے تعمیلِ حکم سے انکار نہیں، مگر بادشاہ یہ سُن کر ضرور ناراض ہوگا اور جب اس کو معلوم ہوگا کہ صلح کا پیغام لے جانے والا میں تھا، تو مجھے قتل کر دیگا اور میری جائیداد ضبط کر لے گا۔" وردان نے کہا: بُلے وقوف! میری غرض صلح نہیں، بلکہ کسی طرح عرب سردار کو تنہا پا کر قتل کرنا چاہتا ہوں۔" داؤد نے کہا "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کس طرح عرب سردار کو قتل کر لینگے۔ آج وہ آپ کے مقابلے پر تھا، پھر کیوں نہ آپ نے اُسے قتل کر دیا؟" اس پر وردان نے اُسے تجویز بتائی۔ داؤد کی تسلی نہ ہوئی اور اُس نے کہا "اے سردار! آپ کیوں اپنی شجاعت پر داغ لگاتے ہیں؟ وہ آپ کا فریب نہیں کھائیگا۔ اس سے بہتر ہے کہ کل مردانہ وار اس سے مقابلہ کیجیئے۔" وردان نے غصے سے کہا: "اگر تم میرے حکم کی تعمیل نہ کرو گے، تو میں ابھی تمھیں ذلیل کر کے قید میں ڈال دونگا۔" داؤد یہ دھمکی سُنکر اسلامی کیمپ کی طرف روانہ ہوا، مگر اُس کے دل میں وردان کی طرف سے بغض بھر گیا۔ جب وہ اسلامی کیمپ کے نزدیک پہنچا، تو اُس نے سپاہیوں سے کہا: "مجھے ہمارے سپہ سالار نے تمھارے سردار کے پاس بھیجا ہے۔ اُن کو اطلاع دو کہ میری غرض سُن لیں۔" خالد بن ولید فی الفور آئے اور پُوچھا: "تمھارا کیا مطلب ہے؟" داؤد نے کہا: "مجھے رومی سپہ سالار نے آپ کے پاس پیغامِ صلح دے کر بھیجا ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ لڑائی موقوف رکھیں اور کل صبح اُن سے مل کر صلح کی شرائط طے کر

لیں تاکہ بندگانِ خدا کی خوں ریزی نہ ہو۔ آج آپ نے دیکھا ہی ہے کہ ہمارے اور آپ کے لشکر کے کتنے آدمی مارے گئے۔ ہمارے سپہ سالار یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور اُنھوں نے ارادہ کر لیا کہ آپ سے صلح کر لیں۔ کل صبح آپ اس ٹیلے پر، جو میدانِ جنگ کے وسط میں ہے، آجائیں۔ اُدھر سے ہمارے سپہ سالار بھی وہاں آجائیں گے، آپ تنہا بیٹھ کر اُن سے صلح کی شرائط پر بحث کر لیں۔" خالد بن ولید نے کہا: "ہماری صلح کی شرطیں تو اظہر من الشمس ہیں اور نہایت مختصر یعنی اسلام یا جزیہ۔ پھر بار بار اور شرائط پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وردان سے ہم کہہ چکے ہیں کہ سوائے ان شرائط کے ہرگز ہرگز صلح نہیں کرینگے۔"

داؤد نے کہا: "ممکن ہے، وردان جزیہ دینا قبول کر لیں۔ آپ کا اُن سے ملنے میں کیا ہرج ہے جب کہ اس طرح ہزارہا بندگانِ خدا کی جانیں بچ سکتی ہیں؟" خالدؓ بن ولید نے کہا: "مجھے جانے میں کوئی عذر نہیں، لیکن اگر وردان نے کوئی چال چلنے کا ارادہ کیا ہے، تو یاد رکھنا، میں ہرگز ہرگز تم میں سے کسی کو امان نہ دُوں گا۔" یہ سُن کر داؤد گھبرا گیا۔ اُس کو اس بات کا یقین تھا کہ وردان کی یہ چال کامیاب نہ ہوگی اور خالدؓ پھر اپنے قول کے بموجب کسی کو امان نہیں دیں گے۔ اس نے دل میں سوچا کہ کیوں نہ اپنے لیئے خالدؓ سے امان لے لوں اور اُن کو وردان کے فریب سے آگاہ کر دُوں۔ اُس نے

لڑکھڑاتی زبان سے کہا: "اے عرب سردار! اگر آپ مجھے اور میرے اہل و عیال کو امان دیں، تو میں ایک بڑے راز کی بات آپ کو بتا دوں، جو آپ کے لئے از حد مفید ہوگی۔" خالد بن ولید نے کہا: "میں تمہیں امان دیتا ہوں بشرطیکہ تم لڑائی میں حصہ نہ لو، اور وہ راز مجھے بتا دو۔"

داؤد نے مطمئن ہو کر کہا: "وردان نے دراصل آپ کو فریب سے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ دس جوان ٹیلے کے نیچے چھپا رکھیں اور جب آپ اُن کے پاس آئیں، تو اُن سے آپ کو قتل کرا دیں۔" خالدؓ نے پوچھا: "وہ کس وقت اُن دس نوجوانوں کو ٹیلے کے پیچھے چھپنے کیلئے بھیجے گا؟" داؤد نے کہا: "جب میں واپس جا کر وردان کو اطلاع دوں گا کہ عرب سردار نے صبح ٹیلے پر تنہا آنا منظور کر لیا، تو وہ اُسی وقت بھیج دینگے اور وہ رات بھر وہیں رہیں گے۔" خالدؓ نے کہا، "اچھا جاؤ اور وردان سے کہو کہ میں صبح تنہا اُس سے ملنے کیلئے آؤنگا۔"

داؤد نے جا کر وردان کو مطلع کر دیا کہ عرب سردار نے آپ کا پیغام قبول کر لیا۔ وردان بہت خوش ہوا اور اُسی وقت دس مستعد اور مسلح جوانوں کو یہ تاکید کر کے بھیج دیا کہ ٹیلے کے نشیب میں جا کر ڈیرا لگائیں اور چپ چاپ وہاں پڑے رہیں۔ جب صبح اُن کو بُلایا جائے، تو فی الفور گھات سے نکل کر عرب سردار کا کام تمام کر دیں۔

اِدھر جب خالدؓ بن ولید داؤد کو رخصت کر کے مسکراتے ہوئے ابو عبیدہؓ کے پاس گئے، تو ابو عبیدہ نے کہا: "خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا

ہی ہو ا رکھے ! اس مسکراہٹ کی کیا وجہ ہے؟" خالدؓ بن ولید نے جو کچھ داؤد سے سنا تھا، ابو عبیدہ کو بتایا اور کہا "میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ میں تنہا مسلح ہو کر جاؤں۔ خدا نے چاہا، تو ان تمام کو مار آؤنگا!" ابو عبیدہ نے کہا "بے شک، آپ ان کے لئے کافی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وہ گیارہ آدمی ہونگے اور آپ تنہا۔ ایسا نہ ہو آپ کو گزند پہنچے۔ میری صلاح یہ ہے کہ آپ بھی دس جوان وہاں بھیج دیں تاکہ وہ ٹیلے کے اسطرف نشیب میں بیٹھے رہیں اور وقت پر آپ کی امداد کریں۔ جب وردان اپنے جوانوں کو پکارے، تو آپ بھی اپنے جوانوں کو پکاریں۔ پھر لڑائی یکساں ہوگی اور دشمن ذلیل ہونگے۔ آپ ادھر لڑائی میں مصروف ہونگے اور میں ادھر سے رومی لشکر پہ تا کرونگا اور خدا نے چاہا تو ہمیں ان پر فتح حاصل ہوگی۔"

خالدؓ بن ولید نے کہا "آپ کی یہی رائے ہے، تو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں، کیونکہ میں آپ کی رائے کے بغیر کچھ نہیں کرنا چاہتا۔" اسی پر خالدؓ بن ولید نے دس چیدہ جانباز جوانوں کو بلایا، جن کے نام یہ ہیں۔ ضرار بن ازور، رافع بن عمیرہ، معاذ بن جبل، مسیب بن نجبۃ، سعید بن عامر، ابان بن عثمان، قیس بن ہبیرہ، زفر بن سعید، عدی بن حاتم، سعید بن زید۔ جب یہ دس جوان جمع ہوئے، تو خالدؓ بن ولید نے ان کو وردان کے فریب سے اطلاع دی اور کہا "میری تجویز یہ ہے کہ تم بھی ٹیلے کے اس طرف نشیب میں چھپ رہو اور جب میں پکاروں

تو فوراً تلواریں کھینچ کر ٹیلے کے اوپر آ جانا اور رومی سپاہیوں کے فرداً فرداً مقابل ہو جانا۔ میں خود وردان کا مقابلہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو ہم ان سب کو قتل کریں گے اور انہیں فریب کا مزا چکھائیں گے۔" ضرار نے کہا، "مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے۔ اگر اس کو عمل میں لایا جائے، تو وردان کا قتل یقینی ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ ہم دس جوان آدھی رات کو ٹیلے پر جائیں اور جہاں رومی سپاہی چھپے ہوئے ہیں وہاں پہنچ کر انہیں قتل کریں اور آپ ان کی جگہ پر چھپ جائیں۔ جب وردان پکارے گا، تو ہم گھات سے نکل کر اس کو وہیں قتل کر دیں گے۔" خالدؓ نے کہا، "تدبیر تو معقول ہے اور دھوکا دینے والوں کے ساتھ کرنا بھی ایسا کرنا چاہئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اچھا، میں نے تمہیں ان جوانوں پر سردار کیا۔ جس طرح تم مناسب سمجھو اس کام کو انجام تک پہنچا دو۔"

اس پر سب اپنے خیمے میں چلے گئے اور آدھی رات گزرنے پر جبکہ ہر طرف سناٹے کا عالم تھا، دس جوان ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور چپ چاپ ٹیلے کے قریب پہنچے۔ ضرار نے کہا، "تم اسی جگہ ٹھیرو تاکہ میں دیکھ آؤں کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ اگر وہ سوتے ہوں گے، تو ہمارا کام اور بھی آسان ہو گا۔" ضرار دبے پاؤں ان کی طرف گئے۔ وہ سچ مچ گہری نیند میں پڑے سو رہے تھے کیونکہ جس کام کے لئے وہ بھیجے گئے تھے، وہ صبح کو ہونا تھا۔ ماسوا اس کے دن بھر کی لڑائی کے تھکے ہوئے تھے۔ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ سوئے ہوئے تھے کہ ضرار نے واپس

آکر اپنے ہمراہیوں کو خوشخبری سنائی اور کہا "دبے پاؤں چلو اور ایک ایک کے سر پر کھڑے ہو کر ایک ہی دفعہ تلواریں چلاؤ۔" ضرار اور اس کے ہمراہی بڑی احتیاط کے ساتھ گئے اور ایک ہی ایک ہاتھ میں اُن سب کا کام تمام کر دیا۔ اُن کے ہتھیار اور کپڑے اتار لیے اور اُن کو ریت کے نیچے چھپا دیا اور آپ رومیوں کا لباس پہن کر وہیں چھپ گئے تاکہ اگر کوئی رومی سپاہی اتفاقیہ اُدھر آنکلے، تو اُن پر شبہ نہ کرے۔ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر جنگ کے لیے تیار ہوئے۔ ابو عبیدہؓ نے خالدؓ بن ولید کے مشورے کے بموجب اپنے لشکر کو حکم دے دیا کہ جنگ کے لیے بالکل تیار رہیں اور جب رومی لشکر حرکت کرے، فوراً اُن پر حملہ کر دیں۔ اُدھر وردان نے میدان میں نکل کر خالدؓ بن ولید کو ملاقات کے لیے بلایا۔ وردان از سرتاپا آہن پوش اور مسلح تھا۔ خالدؓ بن ولید بھی مسیلمہ کذاب کی زرہ، جو جنگ یمامہ میں ہاتھ آئی تھی، زیب تن کر کے تنہا میدان میں گئے اور وردان کے ہمراہ ٹیلے پر گئے۔ دونوں ایک دوسرے کے رُوبرُو بیٹھ گئے۔ وردان نے کہا "میں آپ سے صلح کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مگر آپ کی شرائط نہایت سخت ہیں۔ ہم ہمیشہ کے لیے جزیہ دینا قبول نہیں کرتے۔ لیکن ایک دفعہ جتنی نقدی آپ کہیے ہم دیتے ہیں اس قرارداد پر کہ آپ لشکر سمیت واپس چلے جائیں۔ اور زمین شام خالی کر دیں۔" خالدؓ نے کہا "زیادہ گفتگو فضول ہے ہم کو شرائط صلح میں ترمیم کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ ہمارے خلیفہ کا یہی حکم ہے

دونوں میں سے ایک بات مان لو، تو صلح ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں۔" اس
پر وردان نے اُٹھ کر خالد بن ولید کے دونوں بازو پکڑ لیے اور خالدؓ نے
اس کے جواب میں وردان کے بازو سے پکڑ لیے۔ وردان نے پکار کر
اپنے جوانوں سے کہا: "جلدی آؤ، عرب جوان کو میں نے قابو میں کر لیا ہے۔"
اس کی پکار سن کر ضرار اور اس کے ہمراہی تلواریں کھینچے ہوئے رومیوں
کے لباس میں وردان کے سر پر پہنچ گئے۔ وردان ان کی شکلیں دیکھ کر
سہم گیا اور حیران ہو کر پوچھنے لگا: "یہ کیا معاملہ ہے؟" خالدؓ نے کہا: "تو نے
میرے لیے جو گڑھا کھودا تھا اس میں تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دھکیل دیا۔ تیرے
جوان ملک عدم کو روانہ ہو چکے۔ اب بتا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں؟"
وردان نے کہا: "مجھے امان دو اور جتنا روپیہ چاہو، مجھ سے لے لو۔" خالدؓ نے
کہا: "جو سردار میدان جنگ میں لڑتا ہوا ہتھیار ڈال دے اور امان مانگے،
اس کو امان دی جاتی ہے، مگر جو شخص فریب اور دھوکے سے دوسرے کو قتل
کرنا چاہتا ہو، اس کو امان نہیں دی جا سکتی۔ میں تیرے ساتھ وہی سلوک
کرتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔" ضرار اس کا سر کاٹنے پر
آمادہ ہوئے۔ وردان نے کہا: "خدا کے واسطے مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرو
اس جن کو روک لو۔ اسے دیکھ کر میرا حال متغیر ہو جاتا ہے۔ اسی نے میرے
بیٹے کو قتل کیا تھا۔" خالدؓ نے کہا: "تیرا قاتل بھی یہی ہوگا۔" ضرار نے اسی وقت
وردان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ خالدؓ بن ولید نے اسی وقت وردان کا سر
نیزے پر رکھ لیا اور زور سے تکبیر کہی۔ ابو عبیدہؓ نے تکبیر سنتے ہی تمام لشکر کے

رومیوں پر حملہ کر دیا۔ خالدؓ نے دردان کا سر رومیوں کے آگے پھینک دیا۔ وہ دروان کو مقتول دیکھ کر غضب میں آئے اور بڑے غصے سے لڑنے لگے۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر رومی بھاگ نکلے۔ پچاس ہزار رومی اس لڑائی میں قتل ہوئے اور غنیمت کا اس قدر مال اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ اس سے پہلے کسی لڑائی میں اُن کو میسر نہیں ہوا تھا۔

ملکِ شام میں مسلمانوں کو اس وقت تک جتنے معرکے پیش آئے، معرکۂ اجنادین ان سب سے زیادہ سخت تھا۔ اس معرکے میں ہرقل شاہِ قسطنطنیہ نے بڑا زور خرچ کیا تھا اور بڑی جنگجو قومیں روانہ کی تھیں۔ شام اور فلسطین کی حفاظت کا اپنی طرف سے بڑا انتظام کر لیا تھا۔ لڑائی بھی بڑی سخت ہوئی اور ابھی اور طول کھینچتی، اگر وردان اپنے فریب کا آپ ہی شکار نہ ہو جاتا۔ اس کے مارے جانے سے رومی فوج بے دل ہو گئی اور اُس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد عرب کے لئے فلسطین اور شام دونوں کا راستہ کھل گیا۔ ان کو اختیار تھا، خواہ فلسطین کے شہروں خصوصاً بیت المقدس (یروشلم) کا رُخ کریں، خواہ شام کی طرف آگے بڑھیں۔ ان فوجوں کے سوا، جو ہر ایک شہر اور قلعے میں موجود تھیں، کوئی اور رومی لشکر اب اہلِ عرب کی پیش قدمی روکنے والا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی برگزیدہ جماعت کی نصرت کی اور اُن کو دشمنوں پر غالب کر دیا۔



۱۶۔ فتح دمشق

جب خالدؓ بن ولید نے اجنادین کے میدان میں نوے ہزار رومیوں پر شاندار فتح حاصل کی، تو اُسی وقت خط لکھ کر ایک قاصد کے ہاتھ خلیفہ اوّل کی خدمت میں روانہ کیا اور آپ ابو عبیدہؓ کے پاس آکر کہنے لگے "اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عظیم بخشی ہے۔ اب رومیوں کا زور اس طرف ٹوٹ گیا اور ہم کو قلعے فتح کرنے میں آسانی ہوگئی۔ میرا ارادہ ہے کہ ہم پھر دمشق کا محاصرہ کریں، کیونکہ دمشق شام کا مرکز ہے۔ اگر دمشق پر ہمارا قبضہ ہوگیا، تو شام میں ہمارا مرکز قائم ہو جائیگا۔ پھر ہم بتدریج تمام شام کے مالک ہو جائینگے اور ہمارے پاؤں اس سرزمین میں بخوبی جم جائینگے ہمارا لشکر، جو اب تک متفرق تھا، سب کا سب یہاں جمع ہوگیا ہے اور ہماری تعداد چالیس ہزار کے قریب ہے۔ بیشک اہل دمشق کو سامانِ رسد وغیرہ جمع کرنے کا موقع مل گیا، مگر جب تک ہم دمشق فتح نہ کرلیں، ہم کو آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ دمشق کا خرخشہ مٹالیں، تو پھر حمص اور انطاکیہ پر، جو شاہِ روم کے ہیڈ کوارٹر ہیں، چڑھائی کرینگے۔"

ابو عبیدہؓ نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور چند روز سستا کر اسلامی لشکر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ جب اجنادین کی فتح کی خبر خلیفہ اوّل کو پہنچی تو آپ

بڑے خوش ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ تمام عرب میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی لشکر نے رومیوں پر نمایاں فتح پائی اور شام کے کئی شہر اور قلعے تسخیر کر لیے۔ اس خبر کو سن کر عرب کے لوگ بقصدِ شام مدینۂ منورہ میں آنے لگے۔ چنانچہ ابو سفیان اور دیگر سردارانِ مکہ بھی خلیفۂ اوّل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں لشکرِ اسلام میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس بات کو پسند نہ کیا اور خلیفۂ اوّل کی خدمت میں عرض کی "مجھے ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر اعتماد نہیں۔ یہ لوگ اسلام کے بڑے سخت مخالف تھے اور مسلمان ہو کر بھی ان کے سر سے امارت کا خیال دور نہیں ہوا۔ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اور عام مسلمانوں کو حقیر جانتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہ لوگ لشکرِ اسلام میں گئے، تو ضرور کچھ رخنہ پیدا کریں گے اور اپنی شیخی اور گھمنڈ سے لشکر میں تفرقہ ڈال دیں گے۔ جب ابتدائی دعوت دی گئی، تو یہ لوگ گھروں میں بیٹھے رہے، لیکن اب یہ سن کر کہ لشکرِ اسلام کو فتوحات حاصل ہوئی ہیں، ان کو بھی شام کا شوق پیدا ہو گیا۔ میری صلاح مانیے، تو ان کو ہرگز شام میں جانے کی اجازت نہ دیجیے۔ خلیفۂ اوّل نے کہا "میں تمہاری رائے کے خلاف نہیں کروں گا" جب ابو سفیان اور ان کے ہمراہیوں کو اطلاع ملی کہ حضرت عمرؓ نے ان پر بدگمانی کی ہے، تو وہ خلیفۂ اوّل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ خلیفۂ اوّل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو سفیان نے کہا، عمرؓ بن خطاب!

یہ درست ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم تمھارے دشمن تھے اور تم ہمارے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت دی، تو ہماری دشمنی جاتی رہی اور ہمارے دل کفر اور شرک سے پاک ہو گئے۔ پھر کیا سبب ہے کہ تمہارے دل میں ابھی تک ہماری طرف سے کینہ ہے اور ابھی تک تمھارے دل سے بغض اور عداوت دور نہیں ہوئی؟ حضرت عمرؓ نے کہا "مجھے صرف اس بات کا اندیشہ تھا کہ تمھارے جانے سے لشکر اسلام میں تفرقہ پیدا ہوگا، کیونکہ تمھیں ابھی تک اپنی امارت کا خیال ہے اور تم اپنے حسب نسب پر فخر کرتے ہو اور دوسروں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ اسلام میں وہ لوگ برتر سمجھے جاتے ہیں، جو پہلے اسلام لائے، اسلام کی اعانت وامداد کی اور اپنا جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتے رہے۔"

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا "میں تمھیں اور خلیفۂ رسول کو اس بات کا گواہ کرتا ہوں کہ میں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لیے آیا ہوں۔ میرے دل میں امارت وغیرہ کا کوئی خیال نہیں ہے اور نہ مجھے طمع اور لالچ ہے میں صرف حصولِ ثواب کے لئے شام کو جاتا ہوں" اس پر حضرت عمرؓ اور خلیفۂ اول بہت خوش ہوئے، ان کو شام میں جانے کی اجازت دی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ چند دن بعد یمن سے ایک کثیر گروہ عمرو بن معدی کرب کی سرکردگی میں بقصدِ شام مدینۂ منورہ میں وارد ہوا۔ ان کے بعد مالک اشتر بھی اپنے گروہ سمیت حاضر ہوئے حتیٰ کہ سب ملا کر سات ہزار جوان ہو گئے اور اس لشکر کو خالدؓ بن ولید

کے پاس روانہ کیا گیا۔

جب خالدؓ بن ولید مع اپنے کثیر لشکر کے دمشق پہنچے، تو اُسی دیر میں ڈیرا لگایا، جہاں پہلے اُترے تھے اور جو اَب تک دیر خالد کے نام سے مشہور ہے اور قلعہ دمشق سے نصف کوس کے فاصلے پر ہے۔ اہلِ دمشق کو اجنادین کی لڑائی اور دمشق پر اہلِ اسلام کی چڑھائی کی خبر مل گئی تھی، اُنھوں نے رسد اور سامانِ حرب قلعہ میں بھر لیا تھا اور قلعہ اچھی طرح سے محفوظ کر کے اطمینان کے ساتھ قلعہ بند ہو گئے تھے۔

خالدؓ بن ولید نے اپنا لشکر چند حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر ابو عبیدہؓ کو سردار مقرر کر کے کہا "آپ دروازۂ جابیہ کے مقابل ڈیرا لگائیں اور قلعے والوں کو تنگ کریں" دوسرے حصے پر یزید بن ابی سفیان کو سردار مقرر کر کے دروازۂ صغیر پر جانے کا حکم دیا۔ تیسرے حصے پر شرجیل بن حسنہ کو سردار مقرر کر کے دروازۂ توما پر بھیج دیا۔ چوتھے حصے پر عمروؓ بن عاص کو سردار مقرر کر کے دروازۂ فرادیس پر ارسال کیا۔ پانچویں حصے پر قیس بن ہبیرہ کو نامزد کر کے دروازہ کیسان پر بھیجا۔ چھٹا حصہ اپنی کمان میں دروازۂ مشرقی کے محاصرے کیلئے رکھ لیا اور ضرار بن ازور کو دو ہزار سوار پر افسر مقرر کر کے حکم دیا کہ تمام لشکرِ اسلام کے گرد چکر لگاتے رہیں اور سب کی حفاظت کریں۔

ضرار نے عرض کیا "یہ کام تو میرے مزاج کے خلاف ہے کہ میں صرف نگہبانی کرتا رہوں اور لڑائی سے باز رہوں" خالدؓ بن ولید نے کہا "تمھیں لڑائی سے کس نے منع کیا ہے؟ جہاں موقع پاؤ لڑو اور جسے ضرورت

ہو، اُسے امداد دو۔ ضرار یہ سُن کر خوش ہو گئے اور اپنے سوار لیکر اسلامی لشکر کی حفاظت کرنے لگے۔

جب اہلِ دمشق نے اپنے آپ کو چار طرف سے گھرا ہُوا پایا اور لشکر اسلام کی کثرت دیکھی، تو بہت گھبرائے اور توما کے پاس آکر کہنے لگے "ہمارا یہ ارادہ ہے کہ اہلِ عرب سے صلح کر لیں"۔ توما نے کہا "تم کو شرم نہیں آتی کہ تم اہلِ اسلام سے صلح کا ارادہ رکھتے ہو؛ تمھاری تعداد ان سے زیادہ ہے، سامانِ حرب بھی تمھارے پاس بہت ہے۔ پھر تم ڈرتے کیوں ہو؟" اُنھوں نے کہا "اہلِ عرب کے پاس بیشک پہلے سامان نہیں تھا، مگر اب فلسطین، تدمر، حوران، بُصریٰ اور اجنادین وغیرہ کی لڑائیوں میں بکثرت سامان اُن کے ہاتھ آگیا ہے اور تعداد بھی اُن کی نسبۃً بہت زیادہ ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ ہم اُن کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہماری جانیں ناحق ضائع جائینگی۔ اگر ہم اُن سے صلح کر لیں گے، تو ہم کو امان مل جائے گی۔ اہلِ عرب اپنے عہد کے بڑے پابند ہیں۔ جن شہروں نے اُن سے مصالحت کی اور اُن کے سلوک سے بہت خوش ہیں"۔ توما نے کہا "میں ہرگز صلح کرنے پر تیار نہ ہُونگا"۔ اُنھوں نے کہا "اگر آپ صلح پر راضی نہیں، تو میدان میں نکل کر ان سے مقابلہ کیجیئے یا بادشاہ کو لکھیئے کہ ہمارے لیئے کمک ارسال کرے، ورنہ ہم کب تک قلعہ بند رہیں اگر مسلمانوں نے ہم پر فتح پائی، تو وہ قتلِ عام کر دینگے، ہمارا اسباب لوٹ لیں گے اور ہمارے بال بچوں کو بندی میں لے لینگے اس سے بہتر ہے

کہ ہم جزیہ دینا قبول کر لیں، اور اسطرح اپنے جان و مال کو اُنکے ہاتھ سے بچالیں۔"

تومانے کہا "تم گھبراؤ نہیں لشکرِ اسلام کو حملہ کرنے دو۔ ہم قلعے سے اُن پر تیر اور پتھر برسائینگے۔ قلعہ ہمارا مضبوط ہے وہ ہم پر غالب نہ آسکیں گے جب وہ تنگ جائیں گے، تو پھر میں میدان میں نکل کر اُن کو بھگا دوں گا۔ میں بادشاہ کو بھی خط لکھتا ہوں۔ اُدھر سے کمک آجائیگی، اِدھر ہم قلعے سے نکل کر حملہ کر دینگے اور عربی لشکر کو آناً فاناً قتل کر ڈالیں گے۔"

اس پر اہلِ دمشق مطمئن ہو گئے اور صلح کا خیال اُن کے دل سے دُور ہو گیا۔ دوسرے دن اسلامی لشکر نے چار طرف سے قلعے پر یورش کی قلعے والوں نے تیر اور پتھر برسا کر اُن کو واپس کر دیا۔ اسی وقت خلیفۂ اوّل کا قاصد خط لیئے ہوئے خالدؓ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ سات ہزار جوان لشکرِ اسلام کی امداد کو آرہے ہیں جن میں ابوسفیان، عمرو بن معدی کرب اور مالک اُشتر شامل ہیں۔ خالد بن ولید بہت خوش ہوئے اور خط پڑھا اس میں یہ لکھا تھا "فتح اجنادین کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اب تم حمص، حلب اور انطاکیہ کو جاؤ اور برابر چلتے رہو جب تک کہ کل سرزمینِ شام و روم فتح نہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہے اور تمہاری امداد کے لئے مکہ معظمہ کے دلیر اور یمن کے شیر روانہ کیئے گئے ہیں۔ اُن کے پہنچنے سے تمہاری طاقت زیادہ ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔"

جب خالدؓ بن ولید نے خط پڑھ لیا، تو سب سرداروں کے پاس ہر ایک دروازے پر بھیج دیا۔ سب پڑھ کر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے۔ دوسرے دن اہل اسلام نے پھر حملہ کیا۔ قلعے والوں نے تیر اور پتھروں سے جواب دیا۔ شرجیل بن حسنہ کے چند ہمراہیوں کو زخمی کیا اور ابان بن سعید کو شہید کیا۔ جب ابان ابن سعید کی بیوی کو اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی، تو وہ مسلح ہو کر اور تیر کمان لیکر شرجیل بن حسنہ کے لشکر میں جا ملیں۔ اتنے میں توما نے جو شرجیل بن حسنہ کے ہمراہیوں کو زخمی ہو کر گرتے دیکھا، تو فوج لے کر دروازہ توما سے اُن پر حملہ کرنے کے لئے باہر نکلا۔ شرجیل بن حسنہ نے توما کو میدان میں نکلتے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ فی الفور پیچھے ہٹ جائیں تاکہ قلعے کے پتھروں اور تیروں کی زد سے بچ جائیں۔ توما نے سمجھا کہ مسلمان گھبرا کر بھاگ نکلے ہیں۔ وہ شیر کی طرح گرجتا ہوا اُن پر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے انہیں قدموں پر ٹھیر کر اُن کو ڈھالوں پر سنبھال لیا۔ اور تلوار چلانی شروع کی۔ ابان کی بیوی ذرا فاصلہ چھوڑ کر دشمنوں پر تیر چلا رہی تھیں۔ انکا کوئی تیر خالی نہیں جاتا تھا۔ اتنے میں توما نے شرجیل بن حسنہ پر حملہ کر دیا۔ دونوں سرداروں میں تلوار چلنے لگی۔ توما کے وار بڑے سخت پڑتے تھے، مگر شرجیل بن حسنہ سنبھالتے سنبھلتے تھے۔ ابان کی بیوی کی جو اُن پر نظر پڑی تو ایک تیر کلمہ طیبہ پڑھ کر توما کی طرف چھوڑا۔ تیر توما کی آنکھ پر بیٹھا۔ وہ چلا کر پیچھے ہٹ گیا اور لشکر کو واپسی کا حکم دیکر قلعے کی طرف بھاگا۔ مسلمانوں نے انکا پیچھا کیا، مگر

قلعے والوں نے اُوپر سے پتھر برسانے شروع کئے، جس کی وجہ سے مسلمان واپس آ گئے اور توما باقی ماندہ ہمراہیوں سمیت قلعے میں داخل ہو گیا۔ ابان کی بیوی نے اس لڑائی میں کئی رومیوں کو زخمی کیا۔ مسلمان اُن کی شجاعت اور نشانہ بازی پر فخر کرتے تھے۔

اہلِ دمشق پھر قلعہ بند ہو گئے اور کئی دن تک مسلمان قلعے پر حملہ کرتے رہے۔ ایک دن اہلِ دمشق پھر توما کے پاس گئے۔ توما کی آنکھ کا زخم اب اچھا ہو گیا تھا۔ اُس نے خوش ہو کر اُن کو اپنے پاس بٹھایا۔ اہلِ دمشق نے پوچھا "اب کیا ارادہ ہے؟ لڑائی کا تجربہ تو آپ کر چکے۔ ہماری رائے ہے کہ ہم اہلِ عرب سے صلح کر لیں، کیونکہ ہم میں زیادہ مقابلے کی طاقت نہیں۔" توما نے کہا "میں اس وقت تک صلح نہ کروں گا جب تک اپنی ایک آنکھ کے بدلے عربوں کی ہزار آنکھ نہ نکال لوں گا۔ تم صبر کرو۔ میں نے ایک تدبیر اہلِ عرب کو قتل کرنے کی سوچی ہے۔" انھوں نے پوچھا "وہ کیا؟" اس نے کہا "آج رات کو ہم گروہ گروہ ہو کر قلعے کے مختلف دروازوں سے نکلیں اور اہلِ عرب پر شبخون ماریں۔ وہ غافل ہوں گے اور ہم بآسانی ان پر غلبہ پائیں گے۔" اہلِ دمشق نے کہا "بہت بہتر۔ اس بات کا بھی تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔ اگر اس طرح بلاد فتح ہو جائے، تو ہمیں اور کیا چاہیئے۔"

یہ تجویز پختہ ہو گئی اور توما نے چند گروہ بنا کر اُن پر ایک ایک سردار مقرر کیا۔ جب کچھ رات گذر گئی، تو اہلِ دمشق مختلف دروازوں سے نکلے۔ خود توما اپنے گروہ کے ساتھ دروازۂ توما سے نکلا۔

خالدؓ بن ولید نے شبخون کے خیال سے پہلے ہی احتیاط کر رکھی تھی اور ہر ایک کیمپ میں پہرہ دار مقرر تھے۔ علاوہ اس کے ضرار بن ازور کی یہ خاص ڈیوٹی تھی۔ دشمنوں کے باہر نکلتے ہی اسلامی لشکر خبردار ہو گیا اور ہر ایک طرف اسلامی بہادروں نے اہلِ دمشق کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا اور ہزارہا دشمنوں کو قتل کیا۔ سب سے زیادہ شجاعت شرحبیل بن حسنہ نے دکھائی، کیونکہ اُن کے مقابلے پر توما اور اُس کے جنگجو ہمراہی تھے۔ شرحبیل بن حسنہ نے خالدؓ بن ولید سے کمک طلب کی۔ مگر خالدؓ بن ولید نے کہلا بھیجا "ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہو۔ ہم چار طرف دشمنوں کے مقابلے میں رکے ہوئے ہیں۔ ہاں، ضرار کے ہمراہی گشت کرتے ہوئے اُدھر آ نکلینگے، تو تم کو امداد دینگے" غرض، اہلِ دمشق چار طرف سے ناکام ہو کر اور کئی ہزار آدمی مقتول چھوڑ کر حسرت بھرے دل لے کے قلعے میں واپس آئے اور توما سے کہنے لگے "آپ کی سب تدبیریں خاک میں مل گئیں ہم آپ سے پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ عرب کسی سے دبنے والے نہیں۔ اگر اب بھی آپ صلح پر راضی نہیں، تو ہم آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور خود جا کر سردارِ عرب سے امان طلب کرتے ہیں" توما سخت شرمندہ ہوا اور آخر اس نے کہا "جو تمھاری مرضی ہے، کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں" اس پر اہلِ دمشق کے چند معززین ابو عبیدہؓ کے پاس گئے، کیونکہ وہ خالدؓ بن ولید سے ڈرتے تھے اور اُن کو علم تھا کہ ابو عبیدہ بڑے نرم مزاج اور نرم دل ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے خالدؓ بن ولید سے دریافت کئے بغیر اہلِ دمشق

سے صلح کرلی اور چند ہمراہی لیکر دروازہ جابیہ کی طرف سے قلعے میں داخل ہو گئے۔ اسوقت دروازہ شرقی کی طرف خالدؓ بن ولید نے سخت حملہ کرکے دروازہ جا توڑا اور تلوار کھینچے ہوئے قلعے میں داخل ہو گئے۔ قلعے والوں پر تلوار چلانی شروع کی۔ اتنے میں ابوعبیدہؓ اپنے ہمراہیوں سمیت اُن کو وسطِ قلعہ میں مل گئے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران ہُوا۔ ابوعبیدہؓ نے کہا "میں نے اُن لوگوں سے صلح کرلی ہے اور ان کو امان دیدی ہے"۔ خالدؓ نے کہا "ہم نے قلعہ بزورِ شمشیر فتح کیا ہے۔ آپ نے میری منظوری کے بغیر کیوں صلح کرلی؟ میں اُن کے ساتھ آئینِ جنگ کے مطابق سلوک کرونگا"۔ ابوعبیدہؓ نے کہا "میں نے اس امید پر صلح کرلی تھی کہ آپ اس کو منظور کرلینگے۔ میری نیت نیک تھی تاکہ زیادہ خون ریزی نہ ہو"۔ خالدؓ نے کہا "میں صلح منظور نہیں کرتا"۔ اس پر دیگر مسلمان سرداروں نے کہا "آپ کو باہم تنازعہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے کہ اس معاملے کو خلیفہ رسول کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ جیسا وہ حکم دینگے، اس پر عمل کیا جائیگا"۔ اس پر اہلِ دمشق کو امان دی گئی قلعے کے سب دروازے کھولدیئے گئے اور ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۴ھ ہجری کو لشکرِ اسلام مظفر و منصور قلعے میں داخل ہوا۔ شام کا بڑا مرکز مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ اور اُنکے پاؤں شام میں اچھی طرح جم گئے مسلمان خدا کا شکر بجا لائے اور خلیفۂ اوّل کو فتح دمشق کی اطلاع دی۔ توما اور اُسکے چند ہمراہیوں نے دمشق سے چلے جانے کی اجازت مانگی۔ ان کو اجازت دیدی گئی اور توما مع اپنے تمام مال و اسباب کے دمشق سے نکل گیا۔ مسلمانوں نے اہلِ دمشق کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کیا۔ وہ بڑے

خوش ہوئے اور کہنے لگے: "اہلِ عرب ایسا نیک سلوک کرنے والے ہیں افسوس کیوں ہم شروع ہی میں اُنکی حفاظت میں نہ آگئے" لشکرِ اسلام نے کئی دن تک ڈیرا لگائے رکھا تاکہ اہلِ لشکر اچھی طرح آرام کرلیں اور اس عرصے میں خلیفۂ اوّل کا جواب بھی پہنچ جائے۔

جنگ اجنادین، فتح دمشق اور یرموک کی ترتیب میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ واقدی نے، جو ۲۰۷ھ میں فوت ہوئے جنگِ اجنادین پہلے بیان کی ہے، اس کے بعد فتح دمشق اور پھر جنگِ یرموک جس میں ہرقل شاہِ روم نے اپنا سارا زور اہلِ عرب کے مقابلے پر خرچ کر دیا تھا جن مؤرخوں نے واقدی کی پیروی کی ہے۔ اُنھوں نے ان واقعات کو مذکورہ بالا ترتیب میں بیان کیا ہے، مگر طبری نے جو واقدی کے بعد ہوئے ہیں اور جن کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی، واقدی کی پیروی نہ کر کے جنگِ یرموک پہلے بیان کردی، اُس کے بعد فتح دمشق اور اس کے بعد جنگِ اجنادین۔ ابن اثیر نے بھی جنھوں نے ۶۳۰ھ میں وفات پائی، اپنی تاریخ الکامل لکھنے میں طبری کی پیروی کی ہے۔ اور بعض دیگر مؤرخوں نے بھی اُن کی تقلید کی ہے۔ لیکن اب تاریخی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ فتوح الشام کے واقعات کی ترتیب اور اُن کے سنین کے متعلق واقدی کو تمام متاخرین پر ترجیح حاصل ہے۔ نہ صرف اس لیے کہ وہ قریب کے زمانے میں تھے۔ اور ان کے پاس صحیح روایات کا مصالح کثرت سے موجود تھا، بلکہ اس لیے بھی کہ جرمن پروفیسر نولدکے نے، جو یورپ میں تاریخ عرب کا مستند عالم مانا جاتا ہے ۱۸۷۵ء میں چند تحریریں خاص اس زمانے کی سریانی زبان میں مطالعہ کی ہیں، جو واقدی کی تصدیق کرتی ہیں۔ وہ تحریریں یا مسودے برٹش میوزیم (عجائب خانہ لندن) میں محفوظ ہیں۔ علاوہ اسکے ۱۸۶۴ء میں ڈی خویہ نے فتح شام کے متعلق تحقیقات کرتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ جن مؤرخوں نے تاریخ اور سنین کے متعلق واقدی کی پیروی نہیں کی، اُنھوں نے سخت ٹھوکر کھائی اور گمراہ ہو گئے۔

۱۷۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت

مرض الموت

شروع ماہ جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرد پانی سے غسل کرنے کے باعث بخار آنے لگا، جس نے بعد میں ایسی خطرناک صورت اختیار کرلی کہ آپ کی وفات کا موجب ہوا۔ ایک روایت ہے کہ خلیفہ اوّل کی وفات کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت تھی، کیونکہ آنحضرت کی وفات کے بعد خلیفہ اوّل ہمیشہ غمزدہ اور اندوہگیں رہتے تھے اور انکا جسم روز بروز گھلتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس فراق اور ہجر کے صدمے سے آپ نے وفات پائی اور اپنے پیارے حبیب سے جا ملے

جب بخار نے طول کھینچا اور حالت روز بروز نازک ہوتی گئی، تو خلیفہ اوّل کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ صحابہ کے اتفاق رائے سے کسی کو اپنا جانشین مقرر کر جائیں اُنکی نگاہ میں خلافت کا گراں بار بوجھ اُٹھانے اور اہل عرب کی کشتی حفاظت اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچانے کے قابل صرف حضرت عمرؓ ہی تھے۔ اس لیئے اُنھوں نے حضرت عمرؓ کو خلافت کیلئے صحابہ کرامؓ کے روبرو پیش کیا۔ اور اُن کی رائے دریافت کی۔ پہلے آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا، "آپ اس معاملے کو بہتر سمجھتے ہیں"

خلیفۂ اوّل نے اصرار کیا کہ اپنی رائے واضح طور پر بیان کرو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے کہا "بیشک عمرؓ اچھے آدمی اور ہم سب میں ممتاز ہیں، مگر اُن کے مزاج میں سختی اور درشتی بہت ہے۔" خلیفۂ اوّل نے فرمایا: "اسوقت چونکہ وہ مجھے رفیق القلب جانتے ہیں۔ اسلیئے سختی اور درشتی کا اظہار کرتے ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ جب وہ خلیفہ مقرر ہونگے تو اس سختی کو بہت کچھ کم کر دینگے۔"

اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمان نے کہا "بیشک ہم میں ان کی مثل اور کوئی نہیں اور ظاہر کی بہ نسبت ان کا باطن بہت اچھا ہے۔" اسی طرح خلیفۂ اوّل نے دیگر اکابر مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ سب نے خلیفۂ اوّل کی رائے سے اتفاق کیا۔ طبری لکھتے ہیں کہ صرف طلحہ بن عُبید اللہ نے خلیفۂ اوّل کی خدمت میں عرض کی "آپ حضرت عمرؓ کو ہم پر خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کس قدر سخت گیر اور درشت مزاج ہیں۔ آپ خدا کے سامنے اس بات کا کیا جواب دینگے؟" خلیفۂ اوّل نے فرمایا: "تم مجھے عاقبت کا خوف دلاتے ہو! خدا گواہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنا جانشین تجویز کرتا ہوں جسے میں تم سب میں بہتر سمجھتا ہوں اور میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اسلام کی خیر خواہی اور بہبودی کو مدِ نظر رکھ کر کیا ہے۔ اس لیئے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سُرخرو ہوں۔ تم میرے اس قول کا ضرور اعلان کر دو۔" جب سب صحابی متفق ہو چکے تو آپ نے حضرت عثمانؓ سے کہا "خلافت کے بارے میں میری وصیت لکھ لو۔" چنانچہ مندرجۂ ذیل وصیت لکھی گئی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کا آخری عہد نامہ ہے، جس کا آخری قدم دُنیا میں اور پہلا قدم آخرت میں ہے یہ ایسی گھڑی ہے، جب کافر مومن ہو جاتا ہے، شریر اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور جھوٹا سچ بولتا ہے۔ میں نے اپنا جانشین عمر بن خطاب کو کیا ہے۔ اس لیے اُن کا حکم مانو اور اُن کی اطاعت کرو۔ اگر وہ صراطِ مستقیم پر چلے، تو میری اُمید پوری کرینگے۔ اگر خلاف چلے، تو اللہ تعالیٰ کے رُوبرُو اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ میری نیت نیک ہے، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ آیندہ کیا پیش آنے والا ہے۔ جو شخص بُرا عمل کریگا، اُسے آخرت میں اس کی سزا بھگتنی پڑیگی۔ تم سب پر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ وصیت لکھے جانے کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو بُلایا اور فرمایا:

میں نے تمھیں اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اچھی طرح سے یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کوئی عمل رات کو قبول کرتا ہے، دن کو نہیں کرتا اور کوئی عمل دن کو قبول کرتا ہے، رات کو نہیں کرتا۔ میں فرض ادا کرنے کا خیال سب سے مقدم رکھو۔ جب تک فرض ادا نہ کیا جائے نفل کو شرفِ قبول حاصل نہیں ہوتا۔ معزز اور صاحب وقعت وہی شخص ہو سکتا ہے، جس نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور آخرت کے دن

اُس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری اُترا۔ وہ شخص بدنصیب ہے، جو دُنیا میں جہالت کا پیرو بنا رہا اور قیامت کے دن اُس کی نیکیوں کا پلّہ ہلکا نکلا۔ عذاب و ثواب دونوں کو اپنی نگاہ میں ہر وقت رکھنا چاہیے اور نیکی اور حق کو چھوڑ کر بُرائی اور جھوٹ کی طرف سہواً بھی نہ جانا چاہیے۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچائے رکھنا۔ اگر تم نے میری وصیت کے مطابق عمل کیا تو یقین رکھو کہ تمہاری موت نہایت خوشگوار ہوگی اور موت کی تلخی تمہارے نزدیک بھی نہ آئیگی، بلکہ تم حیاتِ جاودانی اور ابدی سرور کے مستحق ہوگے لیکن اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا اور اس کے خلاف روش اختیار کی، تو یاد رکھو کہ موت تمہارے لیے سب سے بُری چیز ہوگی۔"

حضرت عمرؓ نے خلیفۂ اوّل کے حضور عرض کی "آپ مجھے خلیفہ نہ بنایئے، کسی اور کو بنا دیجیے کیونکہ مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔" آپ نے فرمایا: "مگر خلافت کو تمہاری اشد ضرورت ہے۔ اس لیے چپ چاپ یہ گراں بار بوجھ اپنے دوش پر اُٹھالو۔" حضرت عمرؓ نے سرِ تسلیم خم کیا اور مصافحہ کر کے خلیفۂ اوّل سے رخصت ہوئے۔ اُنکے جانے کے بعد خلیفۂ اوّل نے نہایت تضرع و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی "اے پروردگار! میں نے یہ کام محض تیری رضامندی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کیلیے کیا ہے، کیونکہ مجھے خوف تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا، تو ان میں فتنہ بپا ہوتا۔ میں نے جس شخص کو تمام صحابہؓ میں سے بہتر سمجھا اُسے خلیفہ نامزد کر دیا تاکہ وہ تیری شریعت کو قائم رکھے اور مسلمانوں کے حقوق کی

حفاظت کرے۔ اے پروردگار! تو اسکو نیک چلن خلیفہ اور رعایا کو اسکا تابع فرمان بنائے رکھ۔"

خلیفۂ اوّل اس ضروری اور اہم کام سے فراغت حاصل کر کے بڑے مطمئن ہو گئے لیکن کسی نے اُن کو اطلاع دی کہ بعض لوگ انکے اس فیصلے پر راضی نہیں ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف آپ کی مزاج پرسی کیلئے آئے، تو آپ نے شکایۃً کہا: "تم لوگوں نے مجھے بیماری سے زیادہ تکلیف دے رکھی ہے میں نے اپنے خیال میں جس شخص کو بہتر سمجھا، اس کو تم پر خلیفہ مقرر کیا، مگر تم لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہو اور خود خلافت کی خواہش رکھتے ہو۔ دیکھو، تمھاری آنکھوں میں دُنیا خوش دکھائی دے رہی ہے، تم دُنیا کو پیار کرتے ہو۔ دُنیاوی آرام، راحت اور لذّت کے گرویدہ ہو رہے ہو، تم آسائش کے سامان اور راحت کی اشیا اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ تم کو کمبل پر سونا اور خاک پر بیٹھنا ناگوار گزرتا ہے۔ تم ریشمی بستروں کے خواہشمند ہو اور نرم نرم گدیلوں کی آرزو رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! اگر کسی مسلمان کی یہ حالت ہو جائے، تو اُس کیلئے بہتر ہو گا کہ وہ دنیاوی لذّات میں پڑنے کے بجائے قتل ہو جائے۔ تم لوگ اسلام کے پہلے رہنما ہو۔ کیا تمھیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ تم اپنے لیئے دنیاوی راحت اور آسائش پسند کرو، میرے بھائیو! یہ نہایت ذلیل چیزیں ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کرو۔" عبدالرحمٰنؓ کے دل پر اس تقریر نے از حد اثر کیا اور اُنھوں نے خلیفۂ اوّل کی خدمت میں عرض کی: "آپ نے جو کچھ کیا ہے، نہایت نیک نیتی سے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیئے کیا ہے اور تمام مسلمان اس پر راضی ہیں۔ اگر شاذ و نادر کوئی اپنے دل میں راضی نہ ہو، تو اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہ خود بخود راضی ہو جائیگا۔

اللہ تعالیٰ آپکو اس نیک کام کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور آپ کے دل میں اس نیک کام کے متعلق خوشی اور راحت بھر دے۔"

خلیفۂ اوّل کو یہ سن کر خوشی ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے متعلق یہ وصیت کی کہ جب میں وفات پاؤں، تو اسی وقت مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے اور غسل مجھے میری بیوی اسما اور میرا بیٹا عبدالرحمٰن دیں اس وصیت کے بعد آپ نے ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ھ کی شام کو سہ شنبے کے روز نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔ آپ کی وصیت کے بموجب اسی رات آپکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت خلیفۂ اوّل کی عمر ۶۳ سال بیان کی گئی ہے۔ آپ آنحضرت سے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتنی ہی مدت یعنی دو سال چند ماہ زندہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے قریب پہنچ کر آپ نے انتقال کیا۔

خلیفۂ اوّل کی وفات پر تمام مدینے میں کہرام مچ گیا اور صحابہؓ پر قریب قریب وہی حالت طاری ہوئی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہوئی تھی آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کو سخت صدمہ پہنچا اور انھوں نے فرمایا۔

"پیارے باپ! اللہ تعالیٰ نے تیری نیک کوششیں قبول فرمائیں اور تجھے دنیا اور عاقبت میں سرخرو کیا تو دنیا کو ذلیل اور آخرت کو عزیز سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے تو دنیا سے پرہیز کرتا تھا اور آخرت کو حاصل کرنیکی طرف مائل رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہمارے

لیے سخت مصیبت تھی، مگر تیری موت بھی تقریباً ویسی ہی مصیبت ہے
ہمارے لیے یہ دوسرا جان کا حادثہ ہے۔ اللہ کی کتاب میں وعدہ کیا گیا
ہے کہ جو شخص مصائب میں صبر کرے، اللہ تعالیٰ اُسے اجر عظیم عطا
فرمائیگا۔ میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت میں
مجھے صبر جمیل عطا فرمائے۔ پیارے باپ! اگر میں تیری زندگی کی آرزو
کروں، تو فضول ہے اور اگر تیری موت پر گریہ وزاری کروں تو بے سُود
اسلیئے میں ان دونوں غیر مفید باتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے تیرے لیئے
مغفرت اور رحمت کی دعا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے غریق رحمت کرے"
خلیفہ اوّل کی وفات کا صدمہ تمام صحابہؓ کیلیئے یکساں تھا، مگر معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت علیؓ نے اس صدمے کو معمول سے زیادہ محسوس کیا۔ آپ نے جس وقت
خبر سُنی اُسی وقت روتے ہوئے خلیفہ اوّل کے مکان پر آئے۔ آپکے آنسو بے اختیار
جاری تھے اور آپ درد بھرے دل سے یہ کہتے تھے:۔
"اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے غریق رحمت کرے! تو پہلے اسلام لانے والا
تھا، تو بڑا راسخ الاعتقاد تھا، تیرا ایمان نہایت مضبوط تھا، تو اسلام
کا سچا حامی اور دلی ہمدرد تھا، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس
وقت تصدیق کی، جبکہ لوگوں نے آپکی تکذیب کی، تو نے آپکی اُس وقت
امداد کی جبکہ لوگوں نے آپ کو دُکھ دیا، تو نے آپکی اُسوقت دلداری
اور خبرداری کی جب دوسروں نے آپ کو تکلیف پر تکلیف دی
تیرا رتبہ اور تیرے اخلاق بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے اخلاق سے مشابہ تھے۔ تیرا بدن نحیف تھا، مگر دین بڑا قوی تھا۔ تجھے سب پر شرف حاصل تھا۔ تیرا دل شیر کی طرح تھا۔ تو کسی مصیبت کے وقت نہیں جھجکا۔ تو کوہِ وقار تھا۔ حوادث اور پریشانیوں کے جھونکے تجھے ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ تیرے دلائل قوی ہوتے تھے اور تیری رائے ہمیشہ صائب اور سلیم۔ تو مسلمانوں میں جلیل القدر تھا۔ تجھے کسی کے مال کی طمع نہ تھی۔ تو کوئی فضول خواہش نہیں کرتا تھا۔ اللہ کے نزدیک تیرا رتبہ بڑا بلند تھا، مگر خلق اللہ کے ساتھ تو خاکسارانہ پیش آتا تھا۔ زبردست تیرے نزدیک قوی تھا جب تک اسکا حق اسکو نہ ملجائے اور زبردست تیرے نزدیک ضعیف تھا جب تک کہ تو اس سے دوسرے کا حق نہ دلوا دے۔ ہمیں تیری موت سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صدمے کے معاوضے میں ہمیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے اور تجھے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے!"

اُن کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور کہنے لگے:۔

"اے خلیفۃ الرسول! تو نے قوم کا بوجھ ایک تھکے ہوئے شخص پر رکھ دیا ہے اور ان کا والی ایک درماندہ شخص کو مقرر کیا ہے۔ افسوس کہ تیرا ساتھی تجھ سے دُور رہ گیا! وہ اب تجھ سے کیونکر ملے گا؟"

سیرت حضرت ابوبکر صدیق قریش کے ایک ممتاز قبیلے بنی تیم سے تھے آپ ساتویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آپ کا پہلا نام عبدالکعبہ تھا۔ آپ ایک اچھے

عالم تھے تاریخ داں، بڑے زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ آپ نامی تاجر اور بڑے مالدار آدمی تھے۔ مکے کے رؤسا میں آپ کو بڑی عزت و توقیر حاصل تھی اور ظہور اسلام کے وقت آپ مکے کے چیف مجسٹریٹ تھے۔

باوجودیکہ اہلِ مکہ کی اخلاقی حالت ان دنوں بالعموم نہایت گری ہوئی تھی، مگر حضرت ابوبکر اپنی سوسائٹی کے تمام عیوب سے بالکل پاک وصاف تھے اور بڑے پاکدامن اور نیکوکار مشہور تھے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے، محتاجوں کی دستگیری، مصیبت زدوں کی امداد کرتے اور ابنائے جنس کے ساتھ نہایت خلق اور احسان سے پیش آتے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بچپن ہی سے انس تھا اور جب آنحضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ شادی کر کے انھیں کے مکان میں آرہے، تو حضرت ابوبکر کو جو اسی محلے میں رہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشست و برخاست کا بہت ہی زیادہ موقع ملتا رہا۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہوتا، جو آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ میں ملاقات نہ ہوتی۔ یہ خالص محبت روز بروز ترقی کرتی گئی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اپنے رسول اللہ ہونے کی بشارت سنائی، تو آپ نے کسی ہچکچاہٹ اور تعجب کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اسی وقت آپ پر ایمان لے آئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ آنحضرت کی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانیوالے ابوبکر صدیق تھے، مگر بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں، پھر حضرت علیؓ پھر زید بن حارثہ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور انکے بعد

حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ بعض نے ان اقوال کی یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ، لڑکوں میں سے حضرت علیؓ اور مردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ پہلے ایمان لائے۔ لیکن ان اقوال کی اس سے زیادہ اچھی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور زید بن حارثہ آنحضرت کے گھر کے لوگ تھے۔ اسلئے گھر سے باہر جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لایا، وہ حضرت ابوبکر تھے۔ آنحضرت نے آپ کا نام عبدالکعبہ کے بجائے عبداللہ رکھا اور عتیق اور صدیق لقب عطا فرمائے۔

حضرت ابوبکر نے صرف اپنے اسلام لانے ہی پر قناعت نہیں کی بلکہ اشاعتِ اسلام میں دل و جان سے کوشش کی چنانچہ پانچ چھ آدمیوں کو قائل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سعد بن ابی وقاص، جن کی عمر بمشکل سولہ، سترہ سال کی تھی اور جو آنحضرت کی والدہ ماجدہ کے بھتیجے تھے۔

۲۔ زبیرؓ بن عوام، جو سعد سے کچھ کم عمر اور آنحضرت کی پھپھی کے بیٹے تھے۔

۳۔ طلحہؓ بن عبیداللہ جو عمر میں زبیر کے برابر اور حضرت ابوبکر کے رشتے دار تھے۔

۴۔ حضرت عثمانؓ بن عفان، جو قبیلہ بنی امیہ میں سے تھے۔ ان کی عمر اسوقت تیس سال سے زیادہ اور چالیس سال سے کم تھی۔ ماں کی طرف سے عبدالمطلب کے نواسے اور بڑے دولتمند تھے۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن عوف، جو عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے اور بڑے ذی وجاہت اور مالدار آدمی تھے۔

ابوعُبیدہ بن جراح بھی عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ہی ایمان لائے اور یہ گروہ، جو حضرت ابوبکر کی سعی اور کوشش سے اسلام لایا، اسلامی تاریخ میں بڑا نامور اور ممتاز ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال اسباب اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دیا اور کئی غلام، جو مسلمان ہونے کے باعث اپنے مشرک مالکوں کے ہاتھ سے سخت ایذائیں اٹھاتے تھے، خرید کر آزاد کر دیئے۔ اُن میں بلالؓ، جو اسلامی جماعت کے مؤذن تھے، عامر بن فہیرہ، جو حضرت ابوبکر کا گلہ چرایا کرتے تھے اور جنھوں نے ہجرتِ نبوی کے وقت بڑی جانفشانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قابلِ قدر خدمت ادا کی تھی اور عبداللہ بن مسعود، جو آنحضرت کے جاں نثار خدمتگزار تھے، بڑے مشہور ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ تمام مصائب و تکالیف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق رہے۔ آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی آنحضرتؐ کی مفارقت گوارا نہ کی اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔ تمام غزوات میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرت کے باڈی گارڈ رہے اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے رہے جب کوئی دشمن موقع پا کر آنحضرت پر حملہ آور ہوتا تو آپ سینہ سپر ہو کر اُس سے مقابلہ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند نہ پہنچنے دیتے۔ ابتدائے اشاعت سے لیکر آنحضرت کی وفات تک یہ دونوں مقدس وجود باہم شیر و شکر رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہوتے ہی مدینۂ منورہ، مکۂ معظمہ اور طائف کے سوا تمام عرب کے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور کئی مدعیانِ نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ ایسی حالت تھی، جیسے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرتؐ کو پیش آئی تھی۔ مگر ابوبکرؓ ایک لمحے کیلئے بھی نہ گھبرائے۔ آپ نے فوج کے گیارہ دستے تیار کر لیئے اور ایک ایک دستہ ایک ایک افسر کے ماتحت دیکر چار اطراف عرب میں روانہ کر دیا۔

پہلا دستہ خالدؓ بن ولید کی ماتحتی میں طلیحہ بن خویلد اسدی کے مقابلے پر، جس نے دعوائے نبوت کیا تھا، ارسال کیا اور حکم دیا کہ اس طرف سے فراغت پاکر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کو جانا۔

دوسرا دستہ عکرمہؓ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مسیلمہ کذاب کے مقابل روانہ کیا جس نے دعوائے نبوت کر کے متبعین کی ایک کثیر جماعت فراہم کر لی تھی۔

تیسرا دستہ شرجیل بن حسنہ کو دیکر عکرمہؓ بن ابی جہل کی امداد کو روانہ کیا۔

چوتھا دستہ عمرو بن عاص کی سرکردگی میں قبیلۂ قضاعہ کی طرف بھیجا اسی طرح گیارہ سرداروں کو مختلف قبیلوں کی طرف تہامہ، یمن، حضرموت، عمان، بحرین وغیرہ علاقوں میں ارسال کیا۔ گویا تمام عرب میں اسلامی لشکر پھیلا دیا اور خود مدینے کی حفاظت کرنے لگے۔ اتنے میں بنی غطفان، بنی اسد اور بنی طے وغیرہ چند قبیلوں نے پیشقدمی کر کے مدینے پر چڑھائی کر دی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ اور طلحہ کو ساتھ لیا اور بہ نفس نفیس مدینے کے باہر نکل کر دشمنوں کو شکست فاش دی اور بہت سے باغی قتل کر کے ان کو تتر بتر کر دیا۔

قبائل عرب میں سب سے بڑا معرکہ اہل اسلام کو مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں پیش آیا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے شرجیل کی امداد کا انتظار کیے بغیر لڑائی شروع کر دی۔ مسیلمہ کے ہمراہ کثیر فوج تھی اور اسکی قوم بنی حنیفہ بڑی جنگجو اور سخت

لڑا کا تھی۔ گو عکرمہ جان توڑ کر لڑے، مگر اُن کی کچھ پیش نہ گئی اور شکست کھائی۔ جب خلیفہ اوّل کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے عکرمہ کی جلد بازی پر ناراضگی کا اظہار کر کے انھیں حکم بھیجا کہ تم اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کو لیکر عُمان کی طرف چلے جاؤ اور خالدؓ بن ولید کو جو طلیحہ بن خویلد کو بھگا کر اور مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے تھے مُسیلمہ کذاب کے مقابلے پر روانہ کیا اور شرجیلؓ بن حسنہ کو لکھ بھیجا کہ خالد بن ولید کے لشکر میں شامل رہیں۔

جب خالد بن ولید یمامہ میں پہنچے، تو مُسیلمہ بڑی جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے، مقابلے کیلئے نکلا۔ لڑائی بڑی خون ریز ہوئی۔ اور طرفین کے آدمی بکثرت مقتول ہوئے مگر آخر کار مسیلمہ قتل ہوا اور میدان خالد بن ولید کے ہاتھ رہا۔ کہتے ہیں کہ جس حبشی نے جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ شیرِ خدا کو چھپ کر شہید کیا تھا، اس نے اسی حربے سے مُسیلمہ کذاب کو قتل کیا[1]۔ اسی زمانے میں تمام قبائل از سرِ نو اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے اور ارتداد چھوڑ کر ایسے پکے مسلمان بن گئے کہ اسلام کی حمایت ادا کرنے میں جان و مال نثار کرنے پر تیار ہو گئے۔ خلیفہ اوّل کے عہد کی فتوحات کا، جو ملک شام میں ہوئیں مفصل ذکر آ چکا ہے۔ سرحد ایران یعنی عراق عرب میں جو فتوحات خالد بن ولید نے کیں، اُنکا ذکر فتح عراق کے ضمن میں مفصل کیا جائیگا

جب جنگ یمامہ میں بہت سے حافظِ قرآن صحابی شہید ہو گئے، تو خلیفہ اوّل نے مناسب سمجھا کہ قرآن کو جمع کر کے قلمبند کر دیں۔ در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں آیات کی ترتیب اور سورتوں کی تکمیل ہو چکی تھی۔ بعض صحابہؓ کو ایک ایک دو دو یا زیادہ سُورتیں حفظ تھیں، اور بعض کو قرآن مجید کی تمام سورتیں از بر تھیں۔ علاوہ اسکے

---

[1] اسلام لانے کے بعد حبشی کہا کرتا تھا کہ اگر میں نے جاہلیت میں ایک بہت بڑے آدمی کو قتل کیا تھا (یعنی حضرت حمزہؓ کو شہید کیا) تو اسلام لاکر ایک بہت بڑے فتنہ (مسیلمہ کذاب) کو قتل کر کے اس گناہ کی تلافی کر دی —

تمام سورتیں متفرق طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا رکھی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا کیا کہ تمام سورتوں کو جمع کر کے ایک جلد کے اندر قلمبند کرا دیا۔

حضرت ابوبکرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنھوں نے بلا تذبذب اسلام قبول کیا۔ وہ پہلے شخص ہیں، جو خلیفہ کہلائے، وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے ممالک غیر سے خراج لیا اور وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے بیت المال (پبلک ٹریژری) کی بنیاد رکھی۔ یہ کم تعجب و حیرت کی بات نہیں کہ وہ شخص، جو تمام عرب کا حکمران تھا جس کو وہ حکومت حاصل تھی، جو پیدائش آدم سے اس وقت تک کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی جس کی فوج ظفر موج ادھر شام اور ادھر عراق میں فتح پر فتح پا رہی تھی، جس کے رعب اور وہشت سے شاہ ایران اور شاہ روم اپنے اپنے تخت پر لرزاں و ترساں تھے اور جس کے نام سے یہ طاقتور اور زبردست سلطنتیں کانپ رہی تھیں، وہ پُر جلال اور پر ہیبت بادشاہ ابتدائے خلافت میں دن کے وقت امور سلطنت سے کچھ فراغت حاصل کر کے اسی مدینے کی گلیوں میں کچھ سوداگری کا مال کاندھے پر ڈالے بے تکلف بیچتا پھرتا تھا۔ اس طرح جو کچھ نفع ہوتا، وہ اپنے عیال کی پرورش میں صرف کرتا اور یہی اس نامور سلطان عرب کا ذریعہ معاش تھا۔ اس پر شکوہ اور کوہ وقار بادشاہ کے چیف سٹیٹ کونسلرز (اعلیٰ امشیران سلطنت) یعنی حضرت عمرؓ جو لارڈ چیف جسٹس (اعلیٰ افسر عدالت عالیہ) حضرت ابو عبیدہؓ جو ابتدا میں لارڈ آف ٹریژری (اعلیٰ افسر بیت المال)، حضرت علیؓ جو چیف سکریٹری اور حضرت عثمانؓ و زید بن ثابت جو چیف سکریٹری کے نائب تھے، ان میں سے کوئی ایک بھی تنخواہ نہ لیتا تھا اور وہ اپنی اپنی معاش کیلئے الگ الگ کاروبار کرتے تھے۔

جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ امورِ سلطنت کا بوجھ روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور خلیفۂ اوّل کو تجارت کے کاروبار کیلئے فرصت نہیں ملتی، تو انھوں نے کہا کہ آپ اپنے ذاتی مصارف کیلئے بیت المال سے کچھ نقدی روزانہ لے لیا کریں۔ اس پر خلیفۂ اوّل نے بیت المال سے صرف اسی قدر روزینہ لینا شروع کیا، جو اُن کی نہایت سادی گزران کے لئے بھی بمشکل کافی ہوتا۔ ایکدن اس عظیم الشان شہنشاہ کی بیوی (شہنشاہ بیگم) نے کہا "میرا دل مٹھائی کھانے کو چاہتا ہے" شہنشاہ نے اپنی بیگم سے جواب میں کہا: "میرے پاس کچھ نہیں مٹھائی کہاں سے لاؤں؟" کہنے لگیں: "اچھا آئندہ میں اپنے روزینے میں سے تھوڑا سا بچانے کی کوشش کرونگی تاکہ کبھی دل چاہے، تو مٹھائی وغیرہ خرید لیا کریں" شہنشاہ نے کہا "اچھا بچالیا کرو" بیگم صاحبہ نے ہر روز تھوڑا تھوڑا بچانا شروع کیا جب ایک خفیف سی رقم ہوگئی، تو اس بے نفس شہنشاہ نے وہ رقم بیگم صاحبہ سے لیکر بیت المال میں جمع کرادی اور کہا "جس قدر ہمارے روزانہ گزارے سے بچ سکتا ہے، اس کے لینے کا ہمیں کوئی حق نہیں، کیونکہ ہمارا روزینہ قومی خزانے سے آتا ہے اور جو کچھ ہمارے مصرف سے بچ رہا ہے وہ قوم کا مال ہے اور چونکہ اتنا ہمارے صرف سے بچ سکتا ہے، اسلئے آئندہ اسی حساب سے ہم روزینہ کم لیا کرینگے" چنانچہ اسی اندازے سے اپنا روزینہ کم کر دیا۔ وفات کے وقت آپ کو یہ روزینہ لینا بھی شاق گزرا اور آپ نے وصیت کی کہ جس قدر روپیہ میں نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کیلئے لیا ہے۔ وہ سب حساب کر کے اتنی رقم میرا مکان بیچکر بیت المال میں داخل کیجائے۔

حضرت ابوبکرؓ ہر ایک امر کا فیصلہ کرتے وقت ہمیشہ کتاب اللہ اور سنت

رسولؐ کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ اگر کوئی انوکھا امر پیش آجاتا، تو اسوقت بموجب حکمِ الٰہی صحابہؓ سے مشورہ کر لیتے تھے۔ اسی مشورے کا دوسرا نام اجتہاد ہے۔ آپ کے اقوال میں سے یہ دو قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

(۱) اعمالِ صالحہ مصائب کے شدید صدموں سے انسان کو یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔
(۲) موت جب تک دُور ہوتی ہے، سخت ترین دکھائی دیتی ہے، لیکن جب آ جاتی ہے، تو سہل ترین ہو جاتی ہے۔

فضیلت

خلفائے راشدین یعنی چار یارِ کبار میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کا مسئلہ دُنیائے اسلام میں خطرناک تفرقے کا موجب رہا اور اب تک ہے۔ بعض نے ایک کو دوسرے پر بہمہ وجوہ اسقدر فضیلت عطا کی کہ دوسرے کی صفات کو بالکل پس پشت ڈالدیا، حالانکہ اگر تاریخی شہادت کو اس بات کا معیار قرار دیا جائے، تو صاف ثابت ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں ایک ایک خاص صفت اس قدر کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ اس لحاظ سے انھیں دوسروں پر فوقیت حاصل تھی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان میں باقی صفات مفقود تھیں۔ نہیں، ان میں سب صفات موجود اور پورے طور پر موجود تھیں۔ مگر ایک ایک خاص صفت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ دوسروں میں اس درجے پر نہ تھی۔ یا یوں سمجھو کہ باری تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا مظہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ چاروں مل کر آنحضرتؐ کی صفاتِ کاملہ کا مظہر تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان میں سب سے افضل تھے، حضرت عمرؓ سیاستِ ملکی میں، حضرت عثمانؓ حیا میں، حضرت علیؓ شجاعت میں۔ باقی خلفا کی صفات کا ذکر تو انکی سیر تول

میں کیا جائیگا، یہاں صرف حضرت ابوبکرؓ کی کامل صفت کا ذکر کیا جاتا ہے حضرت ابوبکرؓ
کا ایمان حق الیقین کے درجے پر پہنچا ہوا تھا اور یہ مرتبہ ان کو اس وقت حاصل ہوا
جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکے سے رات کو خفیہ نکل کر غارِ ثور
میں جا چھپے تھے۔ مشرکینِ مکہ نے جب حسب قرار داد آنحضرت کے مکان پر آپ کو
قتل کرنے کے ارادے سے حملہ کیا اور دروازہ توڑ کر مکان کے اندر گھس گئے، تو
آنحضرت کے بجائے حضرت علی کو بستر پر سوتے پایا مشرکین مایوس ہو کر سخت
غضب میں آئے اور فی الفور بہت سے سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
تعاقب میں روانہ کیے۔ ان میں سے کچھ اسی پہاڑی پر آپ کو ڈھونڈنے لگے،
جس کے غار میں دونوں رفیق چھپے ہوئے تھے۔ مشرکین کے قدموں کی آہٹ
اُن کی تلواروں کی جھنکار غار کے اندر سنائی دے رہی تھی۔ حضرت ابوبکر اپنے آپ
کو اس نازک حالت میں پاکر اس خوف سے کہ مشرکین کے ہاتھ سے آنحضرت کو
اذیت نہ پہنچے، زار زار رونے لگے۔ یہ ایسا نازک وقت تھا کہ دلیر سے دلیر اور
شجاع سے شجاع آدمی کا زہرہ بھی آب ہو جاتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس وقت جب کہ بظاہر طور پر ان کے مشرکین کے ہاتھ پڑنے میں چند ہی
منٹ کی دیر تھی، بڑے استقلال کے ساتھ اپنے یارِ غار سے فرمایا " لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، مت گھبراؤ، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ایک زبردست پیشینگوئی
تھی جو ایسے مخالف حالات میں کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ
فرمانے کے ساتھ ہی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ
پر سکینت نازل فرمادی۔ یہ سکینت کیا تھی؟ بس یہی کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت صدیقؓ کے سامنے سے تمام پردے اُٹھا دیئے اور اُنھیں اس مسکین بیکس شخص کی جس کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، آئندہ حالت دکھا دی۔ اُن کو مشاہدہ کرا دیا کہ جس شخص کو تم ایسی نازک حالت میں پا رہے ہو اور جس کو اذیت پہنچنے کے خیال سے تم اتنی گریہ وزاری کر رہے ہو، اُس کو تو ہم ایسا عظیم الشان اور پُر جلال بادشاہ بنانے والے ہیں۔ تم اس کیلئے گھبراتے کیوں ہو؟

مندرجہ ذیل تاریخی شہادتوں سے واضح ہو گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان کس درجہ کمال پر تھا۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی وفات سے تھوڑے دن پہلے ایک لشکر سرحد شام پر بھیجنا تجویز کیا تھا۔ لشکر مدینے کے باہر مقام جرف میں خیمہ زن تھا۔ زید بن حارثہ، جو جنگ موتہ میں شہید ہوتے تھے اور آنحضرت کے آزاد کردہ غلام تھے، اُن کے بیٹے اُسامہ کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کوچ کرنے کا حکم دیدیا تھا کہ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سخت بیمار ہو گئے۔ اُسامہ اور اُن کے چیدہ ہمراہی یہ خبر سُنکر کمپ سے مدینے میں آ گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو کسی قدر افاقہ ہوا، تو اسامہ کمپ میں واپس چلے گئے اور کوچ کی تیاری کرنے لگے معاً اسی وقت آنحضرت کی وفات کی خبر اُن کو پہنچ گئی اور لشکر کے سردار پھر مدینے میں آ گئے۔

جب حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ نامزد کیا گیا اور مدینے میں یہ اطلاع پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کی خبر سے قبائل عرب میں شورش بپا ہو گئی، تو تمام صحابہؓ نے ملکر حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ اُسامہ کا لشکر مدینے کی حفاظت

کیلئے روک لیجیے۔ دُور اندیشی اور مُلکی مصلحت بھی اسی بات کی مقتضی تھی۔ اگر کوئی اور شخص خلیفۂ اوّل کی جگہ ہوتا، تو کرتا بھی ایسا ہی۔ مگر خلیفۂ اوّل نے تمام مُلکی مصالح، دُور اندیشی، حزم، احتیاط اور سیاسی بصیرت کو بالائے طاق رکھ کر صرف اُس کامل واکمل ایمان کی بنا پر تمام صحابہ کی متفقہ رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا، خواہ کچھ ہی ہو، میں اُس لشکر کو، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سرحدِ شام پر جانے کا حکم دے رکھا ہے، ہر گز نہیں روک سکتا، خواہ ہمیں کیسی ہی مصیبت کا سامنا ہو، ہم پر کیسا ہی طوفان نازل ہو، مگر اس لشکر کو سرحدِ شام پر جانا ضرور ہوگا۔“

تمام اکابر صحابہؓ خلیفۂ اوّل کا یہ استقلال اور پختہ ایمان دیکھکر دم بخود رہ گئے۔ پھر بعض نے کہا، ”اچھا، اگر آپ لشکر نہیں روکتے تو کم از کم اُسامہ کی جگہ کوئی مُسن، مُجربہ کار رئیس سپہ سالار مقرر فرما دیں۔“ اس پر خلیفۂ اوّل جوش میں آگئے اور فرمایا: ”لوگو! تم مجھے ایسا بُرا مشورہ دیتے ہو، جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود اپنے دستِ مبارک سے امارت کا علم دیا ہے، اسے تبدیل کر کے میں کسی اور کو امیرِ لشکر مقرر کروں۔ بس جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کر گئے ہیں، اس کے خلاف کچھ نہیں کروں گا۔“ یہ کہہ کر خود اُسامہ کے ہمراہ لشکر گاہ میں گئے اور لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اُسامہ جب گھوڑے پر سوار ہوئے، تو آپ اُنکی رکاب پکڑ کر کچھ دُور تک اُن کے ہمراہ گئے۔ اُسامہ نے ہر چند چاہا کہ گھوڑے سے تعظیماً اُتر آئیں، مگر آپ نے نہ اُترنے دیا اور فرمایا: ”جتنے قدم تمھارے ہمراہ جا رہا ہُوں، اُتنے قدم بہشت کی طرف بڑھ رہا ہُوں۔“ پھر آپ نے اسامہ سے کہا، ”مجھے مشورے کے لئے حضرت عمر کی ضرورت ہوگی، لیکن اُن کا نام اس لشکر

کے سپاہیوں میں درج ہے اور میں اپنے اختیار سے اُن کو روک نہیں سکتا، کیونکہ اس وقت وہ تمہارے ماتحت ہیں اور تمہیں خود رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ مناسب سمجھو تو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔" اسامہ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔

(۲) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر قبائل عرب مرتد ہو گئے، تو اُن میں اکثر قبائل ایسے تھے، جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کہتے تھے "ہم نمازیں تو پڑھ لیا کریں گے، مگر زکوٰۃ نہیں دینگے" اس پر صحابہؓ اور خصوصیت کے ساتھ حضرت عمرؓ نے بہ نظرِ مآل اندیشی خلیفۂ اول سے عرض کی "آپ ان لوگوں سے نرم برتاؤ کریں تاکہ بیلے دین ہو کر ہلاک نہ ہو جائیں اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک کر اسلام کو صدمہ نہ پہنچائے" اگرچہ حضرت عمرؓ احکام شریعت کی پابندی کرانے میں بڑے متشدد مشہور تھے مگر اس موقع پر تمام عرب میں شورش برپا دیکھ کر وہ بھی گھبرا گئے۔ اور خلیفۂ اول کو نرمی اور چشم پوشی کا مشورہ دینے لگے۔ خلیفۂ اول نے ناراض ہو کر فرمایا "کیوں مجھے ایسے بُرے مشورے دیتے ہو، یاد رکھو، اگر یہ لوگ اُس مالِ زکوٰۃ میں سے، جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دیتے تھے، اُونٹ باندھنے کی رسی بھی کم کرینگے، تو میں ان سے یقیناً جہاد کرونگا۔ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور میں تنہا رہ جاؤں، جب بھی بہ تنِ واحد اُن کے مقابلے پر تلوار کھینچے رہونگا اور جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں، اُن کا مقابلہ کرتا رہونگا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ دم بخود رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں "ہم سب کی رائے مرتدین کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے کی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا سینہ کھول کر ہم سب کو اس غلطی سے بچالیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک تاکیدی حکم کو زیر وزبر کرنے میں ہم سے ہو چلی تھی۔" حضرت ابوبکر کا سینہ اب کیا کھلتا، وہ تو غار ثور ہی میں کھل چکا تھا اور یہ معاملہ اُسکا ایک تاریخی ثبوت ہے۔

(۳) جب خالدؓ بن ولید نے مالک بن نویرہ کو، جو مرتد ہو گیا تھا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر بیٹھا تھا، قتل کیا، تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ اوّل سے کہا "خالدؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے، اس سے قصاص لینا چاہیئے" خلیفہ اوّل نے نہ مانا۔ حضرت عمرؓ نے کہا "کم از کم خالدؓ کو بلا کر اُس سے جواب تو لیا جائے" اس پر خلیفہ اوّل نے خالدؓ کو مدینے بلا بھیجا۔ جب خالد خلیفہ اوّل کے روبرو حاضر ہوئے تو آپ نے خالدؓ سے کہا "مسلمان تم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم نے مالک بن نویرہ کو، جو سچا مسلمان تھا، قتل کیا ہے" خالد بن ولید نے اپنی بریت میں عرض کیا "اے خلیفۃ الرسول! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سیف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ کیا یہ صحیح نہیں؟" خلیفہ اوّل نے فرمایا "بیشک صحیح ہے" اس پر خالدؓ نے کہا "آپ یقین کر سکتے ہیں کہ جس شخص کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کا لقب دیا ہو، اُس کی تلوار کسی سچے مسلمان کی گردن کاٹے؟" خلیفہ اوّل نے فرمایا "بیشک تم راستی پر ہو۔ الٰہی تلوار کسی مسلمان کے گلے پر نہیں چل سکتی۔ اس لیئے تم اِس

الزام سے بری ہوئے۔ خلیفۂ اوّل کے نزدیک خالد کو الزام سے بری کرنے کے لیئے بس یہی دلیل کافی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا ہے، اُن کے ہاتھ سے کوئی مسلمان قتل نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس وقت روم وایران کی سلطنتیں دُنیا بھر میں سب سے زبردست تھیں، جن کے بالمقابل ظاہری ساز و سامان کے لحاظ سے عرب سلطنت کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ تمام سلطنتوں کا دستور ہے کہ جب تک وہ ایک دشمن سے نبٹ نہیں لیتیں، دوسرے دشمن سے نہیں اُلجھتیں۔

ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ رومی سلطنت بڑی طاقتور اور زبردست تھی۔ اپنی عظیم فتوحات کے زمانے میں اُسے بھی کبھی یہ ہمت اور حوصلہ نہیں ہوا کہ ایک دشمن سے لڑائی ختم کیئے بغیر دوسرے سے آمادہ جنگ ہو۔ مگر خلیفۂ اوّل نے محض ایمانی قوت کے زور پر روم وایران دونوں زبردست سلطنتوں سے ایک ہی وقت میں نسبتہً نہایت قلیل فوج اور کم سامانِ حرب کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ یہ بات حکمتِ عملی، سیاسی دور اندیشی اور جنگی بصیرت کے بالکل خلاف تھی۔ مگر خلیفۂ اوّل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پہ کامل ایمان تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے مومنین کے ہاتھ آئیں گے اور کسریٰ کا ملک اور جاہ وجلال پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید نے اِدھر تو عراق فتح کر کے مدائن کے محلاتِ کسریٰ میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور اُدھر شام و دمشق فتح کر کے شاہ روم کا تخت ہلا دیا۔



صدیقؓ

اِک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا
"دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار"

ارشاد سُن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اُٹھے
اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرض کہ مال رسولِ امیںؐ کے پاس
ایثار کی ہے دستِ نگر ابتدائے کار

پُوچھا حضورِ سرورِ عالمؐ نے "اے عمرؓ!
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار"

کی عرض "نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے، وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار"

اتنے میں وہ رفیقِ نبوّت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپِ قمر سُم و شتر و قاطر و حمار

بولے حضورؐ "چاہیے فکرِ عیال بھی"
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

"اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر!
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار!

پروانے کو چراغ ہے، بُلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسُولؐ بس!"

اقبال
(بانگِ درا)

(۲)

سر عبد القادر

منشی غلام قادر فصیح نے جو پنجاب کی اخباری دنیا میں مشہور آدمی ہیں، تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات مسلسل طور پر شائع کرنے سے ایک نہایت مفید اور قابلِ قدر کام شروع کیا ہے مستند واقعات احتیاط کے ساتھ درج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور زبان عام فہم اور سلیس اردو ہے جو ضرور مقبول ہوگی۔ ہر باب بجائے خود مکمل اور دلکش ہے اور ایسا کہ اس سے مبتدی اور منتہی دونوں محظوظ ہو سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام کے متعلق ایسی عام پسند کتاب اس سے پہلے اردو میں تیار نہیں ہوئی۔

(۳)

مولانا عبد اللہ العمادی

تاریخ اسلام کا تازہ نمبر اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جو فتح عراق کے واقعات پر مشتمل ہے۔ مؤلف مرحوم نے جس دلآویز و بدیع المثال انداز میں اس تاریخی حصے پر روشنی ڈالی ہے، وہ اُن کے مخصوصات میں سے ہے۔ ملک کی سب سے بڑی ضرورت اسوقت یہی ہے کہ عزت و برتری اور شریفانہ زندگی کے پاک جذبات اور ولولہ انگیز احساس پیدا ہوں جس کا بہترین ذریعہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ قوم اپنی قومی تاریخ سے آشنا رہے ہماری رائے میں تاریخ اسلام کی اشاعت ایک ایسی جلیل القدر اور شاندار اسلامی خدمت ہے جس سے ملک کے مستقبل میں خوشگوار تبدیلی ہو سکتی ہے۔ ہم سفارش کرتے ہیں کہ کوئی نسل اس کے مطالعے سے محروم نہ رہے۔ واللہ الموفق۔

شیخ مبارک علی تاجر کتب

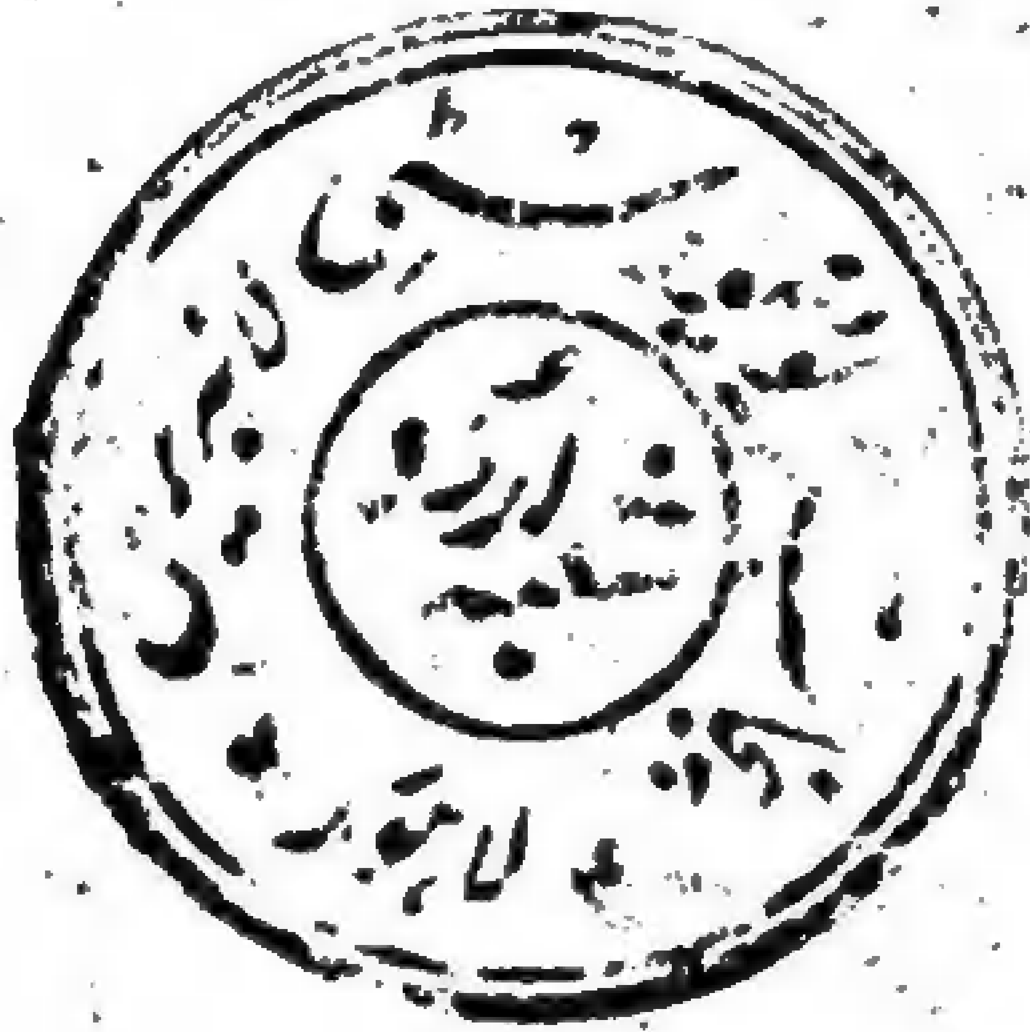
نے

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

سے شائع کی

تاریخ اسلام

جلد ۳



Abdul

فصیح